THE HON-HAR DELHI.

AN ILLUSTRATED & MOST USEFUL URDU MAGAZINE FOR BOYS & GIRLS

Annual Subscription Including Postage Rs 3 4 0

FABUARY 1931

قواعد و ضوابط

---

(۱) رسالہ ہونہار ہر ماہ کے وسط میں شائع ہوتا ہے۔

(۲) اگر کبھی اتفاقاً رسالہ پہونچنے میں دیر ہو جائے تو ۲۰ تاریخ تک دفتر کو رسالے کے وصول نہ ہونے کی اطلاع دیدینی چاہئے۔ اس کے بعد طلب کرنیوالوں کو قیمتاً بھیجا جائے گا۔

(۳) رسالہ ہونہار کا سالانہ چندہ تین روپے چار آنے۔ بذریعہ وی پی ہے اور ششماہی دو روپیہ ہے۔

(۴) خط و کتابت کرتے وقت اپنا پورا پتہ خوشخط مع خریداری نمبر تحریر فرمائیے۔

(۵) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ارکا ٹکٹ آنا چاہئے ورنہ تاخیر معاف۔

(۶) نمونہ کیلئے ۱ہر کے ٹکٹ ضرور آنا چاہئیں۔

(۷) تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام نیجر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی ہونی چاہئے۔

(۸) مضامین و دیگر شکایات کے متعلق تمام خطوط اڈیٹر صاحب رسالہ ہونہار کے نام آنا چاہئیں۔

(۹) مضامین مختصر اور عام فہم ہونے چاہئیں جنکو بچے نہایت آسانی کے ساتھ سمجھ سکیں اور جو بچوں کے اخلاق سدھارنے اور اُن میں ترقی کا جذبہ پیدا کرنے میں معاون ہوں۔

انعامات

(۱) جو طالب علم رسالہ ہونہار کیلئے سب سے زیادہ اور اچھے مضامین لکھے گا سال کے آخر میں اُسے ایک نقرئی تمغہ انعام میں دیا جائے گا اور اُس کا فوٹو بھی رسالہ میں شائع کیا جائیگا۔

(۲) رسالہ ہونہار کے لئے اچھے مضامین لکھنے والی لڑکیوں کو بھی انعامات دئے جائیں گے۔

مینجر

لڑکوں اور لڑکیوں کا باتصویر ماہوار رسالہ
ہونہار
بابت ماہ
فروری سنہ ۱۹۳۱
جلد ۲
نمبر ۲
ایڈیٹر
فیاض حسین نسیم
جامعی
پتہ:- دفتر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی
۱۹۳۱

فہرست مضامین رسالہ ہونہار بابت ماہ فروری ۱۹۳۱ء

ایک ہونہار بچے کی دعا

الٰہی ذرا شانِ وسعت دکھا دے ۔۔۔ جہاں تک بڑھے میری قسمت بڑھا دے

زباں دے تو ایسی ہلا دوں جہاں کو ۔۔۔ جو سوتے ہوؤں کو بھی یارب جگا دے

عطا کر مجھے تو وہ شمع ہدایت ۔۔۔ کہ تاریک راہوں کو بھی جگمگا دے

اثر میری تقریر میں دے تو اتنا ۔۔۔ جو مرجھائی کلیاں ہوں اُن کو کھلا دے

دماغ ہو تو ایسا کہ رشکِ زمانہ ۔۔۔ سیاسی فضاؤں میں ہلچل مچا دے

قلم دے تو ایسا کہ قادر ہوں اُس پر ۔۔۔ مقدّر کا لکھا ہوا بھی مٹا دے

جو مضمون لکھوں ہو فخرِ صحافت ۔۔۔ جو سنگین دل ہوں انھیں بھی ہلا دے

شجاعت ہو ایسی کہ کوہِ گراں کو ۔۔۔ ضرورت پڑے گر تو پیچھے ہٹا دے

سخاوت کے دریا بہا دوں زمیں پر ۔۔۔ کرم ابرِ رحمت کا مجھ کو دکھا دے

مروّت میں دشمن کو بھی دوست سمجھوں ۔۔۔ مرے دل میں تو درد اتنا بڑھا دے

میں کام آؤں تو قوم کے کام آؤں ۔۔۔ غریب اور بیکس کا حامی بنا دے

میں نشتر خدا کو خدا مانتا ہوں
جو چاہے تو بگڑی ہوئی کو بنا دے

(نشتر بلرامی)

روزے

دنیا کے ہر مذہب میں روزہ رکھنا مذہب کا ایک ضروری جزو قرار دیا گیا ہے۔ کسی مذہب میں سال بھر میں پانچ کسی میں دس اور کسی میں بیس روزے رکھے جاتے ہیں لیکن اسلام میں پورے ایک ماہ کے روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے۔

روزہ رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان بری باتوں سے بچے اور اچھی باتیں اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ اگر کوئی شخص روزہ رکھ کر گالیاں بکتا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے۔ کسی کی غیبت کرتا ہے۔ کسی کو برا بھلا کہتا ہے۔ شرارتیں کرتا ہے۔ برے کھیل اور تماشوں میں شرکت کرتا ہے تو ایسا روزہ اس کے کسی کام نہیں آسکتا۔ اور ایسا روزہ رکھنا اللہ کو پسند نہیں۔

روزہ تو اس لئے رکھا جاتا ہے کہ انسان جہاں تک ممکن ہو دنیا کی تمام برائیوں سے بچے۔ خدا کی عبادت کرے اور ایسے کام کرے جو اللہ کی مخلوق کے لئے مفید ہوں۔ دنیا میں فساد نہ پھیلائے۔ کسی پر ظلم نہ کرے۔ کسی کو ناحق نہ ستائے۔ اگر کوئی بیہودہ گو اور جاہل آدمی اُسے تنگ کرے تو اتنا کہکر خاموش ہو جائے کہ "بھائی میں روزے سے ہوں مجھے معاف کرو۔ میں آپ کی کسی بات کا جواب نہیں دینا چاہتا"

روزہ رکھنے کا ایک یہ بھی مقصد ہے کہ جب روزے میں بھوک لگی ہوئی ہو اور اس سے تکلیف ہو رہی ہو تو اُن غریبوں کی بھوک اور پیاس کا بھی احساس کرے جن کو کئی کئی وقت کھانا نہیں ملتا اور بھوکے مرجاتے ہیں۔ ان کے کھانے پینے کا بھی انتظام کرے اور ان کی مدد کرے حقیقت یہ ہے کہ انسان کے اخلاق اور عادات سدھارنے کے لئے روزہ بہترین علاج ہے۔

ایڈیٹر۔

راجہ بکرماجیت کا تخت

(۱) اب سے دو ہزار برس پہلے ہندوستان میں راجہ بکرماجیت کی حکومت تھی۔ وہ بہت نیک بادشاہ تھا۔

(۲) ایک مدت کے بعد اس کا محل، اس کی عدالت سب کچھ گر کر کھنڈر ہو گئے تھے۔ اجین جو ایک بڑا شہر تھا بکرماجیت وہیں رہتا تھا۔ وہ اب ایک چھوٹا سا شہر ہو کر رہ گیا ہے۔ مگر بکرماجیت کا نام اور اس کے انصاف کی شہرت جوں کی توں زندہ ہے۔

(۳) آج کل کی طرح اس زمانے میں بھی گاؤں کے لڑکے گائے بھینس اور بکریوں کو جنگل میں چرانے کے لئے لے جاتے تھے۔ گائیں وغیرہ تو جنگل میں چرتیں اور یہ لڑکے کسی جگہ جمع ہو کر کھیلتے اور باتیں کرتے رہتے تھے۔ ایک دن برگد کے ایک بڑے درخت کے نیچے آ بیٹھے۔ اور ان میں سے ایک نے کہا: آؤ آج پنچایت کا کھیل کھیلیں۔ میں بکرماجیت بن کر اس کے تخت پر بیٹھتا ہوں تم اپنے جھگڑے میرے دربار میں آ کر سناؤ میں فیصلہ کروں گا۔

(۴) یہ لڑکا راجہ بن کر ایک جگہ اکڑ کر بیٹھ گیا۔ باقی لڑکے ایک جگہ بیٹھ گئے اور چپکے چپکے باتیں کر کے ایک جھوٹ موٹ کا مقدمہ گھڑ لیا۔ دو لڑکے بنے اور چار گواہ۔ تھوڑی دیر میں راجہ کے دربار میں حاضر ہوئے اور کہا: "حضور! ہم پڑوسی ہیں آپس میں کچھ جھگڑا ہو گیا ہے۔ حضور فیصلہ کر دیں"۔ یہ کہکر انھوں نے اپنا مقدمہ راجہ کے آگے پیش کر دیا۔

(۵) اب ایک عجیب بات انھیں نظر آئی۔ چرواہے کا لڑکا بکرماجیت بنتے ہی بہت بھاری بھرکم ہو گیا۔ اس کا اثر دوسرے

لڑکوں پر بھی پڑا۔ وہ اُس کے سامنے بڑے ادب سے ڈرے ہوئے کھڑے تھے۔ جیسے وہ سچ مچ کا راجہ ہی ہے۔ راجہ نے سارا حال سُنا اور ایسا فیصلہ کیا جیسے کوئی اصلی جج کرتا ہے۔ غرض کئی مقدمے سامنے آئے اور ہر ایک کا فیصلہ اس نے ایسی ہی عقلمندی سے کیا۔ یوں ہی کھیلتے کھیلتے شام ہوگئی۔ سب لڑکے اپنے اپنے ڈھور لے کر گھروں کو واپس ہوئے

(۶) کچھ دنوں بعد اس زمانے کے بادشاہ تک یہ قصہ پہونچ گیا۔ وہ لڑکے کی عقلمندی کا حال سن کر حیران رہ گیا اور اپنے وزیر سے کہنے لگا "ہمیں بڑا تعجب ہے کہ وہ لڑکا یہ کیوں کہتا ہے کہ میں راجہ بکرماجیت کے تخت پر بیٹھا ہوں"۔ وزیر نے عالموں سے پوچھا۔ انھوں نے بتایا کہ "جس جگہ نقلی بکرماجیت کا دربار رہتا تھا وہیں اصلی بکرماجیت کی عدالت تھی"۔ یہ سن کر بادشاہ نے وہ جگہ کھدوائی، نیچے بہت گہرائی میں پتھر کا ایک تخت نکلا یہ واقعی وہ مشہور تخت تھا جس پر بیٹھ کر بکرماجیت دربار کیا کرتے تھے۔ اور وہ لڑکا سچ مچ اسی کے تخت پر بیٹھا تھا۔

(۷) راجہ یہ خبر پاکر بہت خوش ہوا تخت کو اپنے محل میں منگوایا۔ کچھ دن بعد بڑی شان و شوکت سے اس پر بیٹھنے کی رسم ادا کی۔ مگر جوں ہی تخت پر قدم رکھا اس کے کان میں آواز آئی

"اس تخت پر صرف وہ ہی بیٹھ سکتا ہے
جس کا دل بچے کی طرح پاک صاف
اور بے گناہ ہو اور ایسے ہی دل کا
آدمی انصاف بھی کر سکتا ہے"

(محوی صدیقی از مدراس)

پنڈت موتی لال نہرو کا انتقال

ابھی ہم مولانا محمد علی صاحب مرحوم کا اچھی طرح ماتم بھی نہ کرنے پائے تھے کہ ایک اور تکلیف دہ اور افسوسناک واقعہ ظہور میں آیا یعنی ۶ فروری ۱۹۳۱ء کو ہندوستان اپنے ایک اور زبردست اور بہادر لیڈر سے محروم ہوگیا۔ پنڈت موتی لال نہرو نے ملک کے لئے جو قربانیاں کی ہیں وہ تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیں گی۔ پنڈت جی کسی زمانہ میں شاہانہ زندگی بسر کرتے تھے لیکن جب انھیں قوم کی تباہی اور خراب حالت کا احساس ہوا تو آپ نے تمام عیش و عشرت چھوڑ کر اپنے کو قوم کے لئے وقف کر دیا اور اپنا سب تن من دھن ملک پر نچھاور کر دیا اور آخر میں ملک کی سیوا کرتے ہوئے جان دی اور ہمیشہ کے لئے امر ہوگئے۔

ایڈیٹر
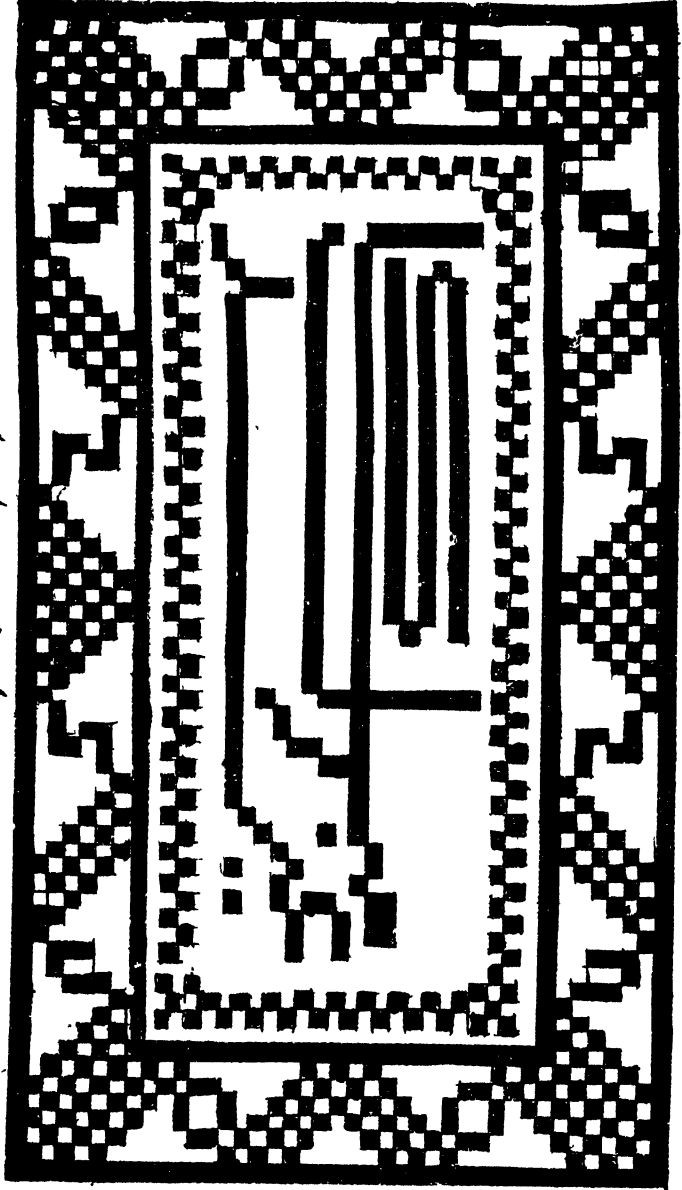
تحفۂ "عید مبارک" کروشیا میں (لڑکیوں کے لئے)

ترکیب۔ ۱۴۴ چین بنالیں۔ پھر ایک ایک چین درمیان میں چھوڑ کر ۷۲ خانے بنائیں اور نقشہ سامنے رکھ کر عید مبارک تیار کریں۔

ایزی۔ لکھنؤ

انعامی مقابلہ

رسالہ ہونہار میں مضامین لکھنے والے طلبہ کا ہر چھ ماہ کے بعد انعامی مقابلہ ہوگا جس طالب علم کے مضامین زیادہ ہوں گے اور بہترین شمار کئے جائیں اس کو ایک چاندی کا تمغہ انعام میں دیا جائے اور اس کا فوٹو بھی رسالہ میں شائع کیا جائیگا

داخلہ کے شرائط

(۱) انعامی مضامین لکھنے والے طلبہ کے لئے رسالہ ہونہار کا خریدار ہونا ضروری ہے۔

(۲) جو مضمون مقابلے کے لئے بھیجا جائے اس پر "انعامی مضمون" لکھ دینا چاہئے تاکہ وہ اسی مہینہ میں شائع ہو سکے۔ جس مضمون پر یہ الفاظ نہیں لکھے ہوں گے اس کو نمبر آنے کے بعد شائع کیا جائے گا۔

(۳) ہر مقابلے میں نئے طالب علم کو انعام دیا جائے گا۔

(۴) تمام مضامین عام فہم عبارت میں لکھے جائیں۔ کسی کتاب یا رسالے سے نقل نہ کئے جائیں بلکہ اپنی عقل اور قابلیت سے لکھے جائیں۔ کتابوں اور رسالوں کے مضامین کا ترجمہ بھی بھیجا جا سکتا ہے لیکن انکا حوالہ ضرور دینا چاہئے۔

(۵) مضامین طویل نہوں بلکہ مختصر ہونے چاہئیں۔ اور ان میں کسی کے مذہب پر حملہ نہ ہو۔

مقابلے کی مدت
(۱) جنوری تا جون — جولائی تا دسمبر
(۲) اپریل تا ستمبر — اکتوبر تا مارچ

یعنی اگر کوئی طالب علم جنوری میں شریک نہیں ہو سکا تو وہ اپریل میں شریک ہو سکتا ہے اسی طرح جو طالب علم جولائی میں شریک نہ ہو سکا وہ اکتوبر میں شریک ہو سکتا ہے۔

منیجر

فقیر اور کنجوس

کسی شہر میں ایک بڑا مال دار آدمی رہتا تھا۔ لیکن وہ جسقدر مال دار تھا اتنا ہی کنجوس بھی تھا۔ کسی کی غربت اور عسرت پر اس ظالم کا دل کبھی نہ پسیجتا بلکہ جب کوئی سائل اس کے پاس آکر کچھ مانگتا تو وہ ڈانٹ بتلا کر کہتا "جاؤ میاں! کچھ کام کرو۔ خیرات مانگنا سخت گناہ ہے۔ کیوں مفت میں اپنی عاقبت خراب کرتے ہو"

یہ شخص شہر میں اس قدر بدنام تھا کہ کوئی شخص اس کے پاس جاکر مدد کے لئے ہاتھ پھیلانا پسند نہ کرتا تھا۔ لیکن ایک روز ایک فقیر اس کے پاس آیا اور عاجزی سے بولا۔

"سرکار میں بہت بھوکا ہوں اللہ کے نام پر روٹی کھلا دو"۔

فقیر کی حالت کچھ ایسی سوگوار تھی کہ اس بدبخت کو بھی اس پر ترس آگیا اور اس خیال سے کہ اس کی دل شکنی نہ ہو بولا۔

"کیا کروں روٹی اب تک پک کر نہیں آئی۔ اچھا پھر کسی وقت آنا"۔

لیکن فقیر بولا۔

"اچھا سرکار اگر روٹی تیار نہیں تو ایک چٹکی آٹا ہی دلوا دیجئے"۔

امیر بولا۔

چٹکی بھر آٹا کیا۔ مجھے تمہاری حالت پر بہت ترس آرہا ہے۔ میں تو تمہیں سیر دو سیر دلوا دیتا لیکن افسوس کہ آٹا آج ختم ہو گیا ہے"

فقیر نے کہا:۔

"خیر! میری قسمت۔ اچھا تو مٹھی بھر گیہوں ہی دلوا دیجئے"

امیر نے کہا:۔

"نوکر ابھی بازار سے گیہوں لے کر آیا نہیں دیکھیں کمبخت کب لوٹتا ہے؟"

"اچھا میری قسمت" فقیر بولا "لائیے دو چار پیسے ہی دلا دیجئے"۔

امیر بولا:-

"میرے پاس اس وقت ایک روپیہ ہے۔ اب کون بازار جا کر ریزگاری لائے"

مگر فقیر بھی کب ٹلتا تھا۔ بولا۔

"چلو سرکار! دو گھونٹ ٹھنڈا پانی ہی پلوا دیجئے۔ پیاس سے گلا خشک ہو رہا ہے"

لیکن امیر نے تو نیک کام کرنے کی قسم کھائی تھی کہنے لگا:-

"بھئی سقہ آج آیا نہیں۔ سب مٹکے خشک پڑے ہیں"

یہ سن کر فقیر ہنسا اور بولا:-

"میاں! جب آپ کے گھر میں خاک بھی نہیں ہے تو پھر یوں تمکنت سے بیٹھے کیوں ہو۔ آؤ نا۔ اٹھو۔ دونوں مل کر بھیک مانگا کریں"۔

یہ سن کر امیر اس قدر نادم ہوا کہ فقیر کو کھانا بھی کھلایا اور کچھ نقدی دے کر رخصت کیا۔

پیارے بچو! اگر خدا نے تم کو اپنی نعمتوں سے مالا مال کر رکھا ہے تو تم کو بھی چاہئے کہ اس کے نام پر غریب اور محتاج لوگوں کو کچھ دے دیا کرو۔

تم اکثر ایسے بچے دیکھتے ہو گے جن کے پاس سردی سے بچنے کے لئے کوئی کپڑا نہ ہوگا کیا ایسے محتاجوں کو دیکھ کر تم کو اُن پر رحم نہیں آتا۔ تمہارے گھر میں تمہارے اُترے ہوئے اکثر کپڑے ایسے ہوں گے جن کو استعمال کرنا تم پسند نہیں کرتے ہو گے۔ دیکھو ان کپڑوں کو ضائع مت کرو بلکہ یہ اُن محتاجوں کو دے دو یہ لوگ تم کو دعا بھی دیں گے اور خوش بھی ہوں گے

پیارے بچو! خوب یاد رکھو کہ اللہ اُن لوگوں پر رحم فرماتا ہے جو اُس کی مخلوق پر رحم کرتے ہیں۔

(ایم اسلم۔ لاہور)

خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھا کیجئے ورنہ جواب دیر میں ملے گا۔

مینیجر

اسکول کی زندگی

(گذشتہ سے پیوستہ)

چھٹا منظر

(ناگناتھن چھٹی کے بعد گھر جارہا ہے۔ ڈاکیہ راستے میں خط دیتا ہے۔ سباراؤ پیچھے سے خط دیکھ لیتا ہی۔ جوں ہی ڈاکیہ الگ ہوتا ہے اور ناگناتھن خط اور اس پر لکھے ہوئے پتے کو مشتاق نگاہوں سے دیکھتا ہے سباراؤ پیچھے سے خط چھین کر بھاگ جاتا ہے۔ ناگناتھن پیچھا کرتا ہے۔ سباراؤ ناگناتھن کو قریب آتے دیکھ کر ایک دم بیٹھ جاتا ہے۔ ناگناتھن سباراؤ کی ٹھوکر سے گر پڑتا ہے۔ سباراؤ پھر بھاگتا ہے اور دور فاصلے پر ناگناتھن کو خط دکھاتے ہوئے کیچڑ میں پھینک دیتا ہے اور خود ایک طرف بھاگ جاتا ہے۔ ناگناتھن پریشانی کی حالت میں خط کیچڑ سے نکال کر صاف کرتا ہے اور ایک طرف ہوکر ہانپتے ہوئے خط پڑھتا ہے۔

پیارے بیٹے! ہم یہاں خیریت سے ہیں اور تمہاری خیریت چاہتے ہیں دیگر حال یہ ہے کہ بھینس نے دودھ دینا بند کردیا ہی لیکن ہمارے پڑوسی تنکر راؤ کے ہاں سے تھوڑا بہت دودھ مل جاتا ہے اس لئے کہ تمہاری بہن روزانہ اُن کے بچے کو کھلایا کرتی ہے۔ ہم یہ سُن کر بہت خوش ہوئے کہ تمہیں وہاں کوئی تکلیف نہیں ہے اور دوستوں میں ہنسی خوشی وقت گذر جاتا ہی۔

پیارے بیٹے اب ہماری تمام امیدیں تمہارے ساتھ وابستہ ہیں۔ تمہاری ترقی کو دیکھ کر جی بہت خوش ہوتا ہے۔ سُنا ہے کہ تمہارے ماسٹر نے ایک روز جماعت میں کہا کہ "ناگناتھن ایک روز کونسل کا میمبر ہوگا" میں نے یہ خط تمہارے پرانے ماسٹر نارائن راؤ کو دکھایا تھا انھوں نے کہا کہ "ناگناتھن کو اطلاع دے دو۔ کہیں ایسا نہو کہ وہ ان باتوں سے خوش ہوکر لکھنا پڑھنا چھوڑ دے"

اس لئے میری نصیحت ہے کہ خوب جی لگاکر محنت کرو۔ کوئی نہیں جانتا کہ تم بڑے ہوکر دنیا میں کیا ہوگے۔ مگر تمہاری ترقی کو دیکھ کر مجھے اطمینان ہوتا ہے۔ اگر تمہارا وکیل بننے کا ارادہ ہے تو ایشور کرے تم ایسے ہی وکیل بنو جیسے تنکر راؤ کا بیٹا ہے سُنا ہے کہ وہ ستر اسّی روپے ماہوار کما لیتا ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا لکھیں۔

تمہاری ماں کہتی ہیں کہ آم پکنے کے بعد اچھے اچھے آموں کا پارسل تمہارے پاس بھیجیں گی نارائن راؤ تمہیں دعا کہتے ہیں۔

۱۰ تاریخ تک تمہاری فیس ادا کردوں گا۔ اس وقت ضرورت کی وجہ سے ایک بھینس بیچ رہا ہوں

بعد میں خرید لی جائے گی۔

الراقم۔ تمہارا باپ

ساتواں منظر

(سال: امتحان کا نتیجہ ہال میں سنایا جانے والا ہے اور ان طلبہ کو انعامات بھی ملنے والے ہیں جو جماعت میں اول آئے۔ طلبہ نتیجہ سننے کے بہت مشتاق ہیں اور ہیڈ ماسٹر کے انتظار میں چہ میگوئیاں کرتے نظر آتے ہیں۔ شعیب اور سبا راؤ بھی گفتگو کر رہے ہیں)

شعیب۔ کہو مسٹر سبا راؤ کیا حال ہے؟

سبا راؤ۔ بھائی حال وہی ہے جو گذشتہ سال ٹھیک اسی وقت تھا۔

شعیب۔ یعنی

سبا راؤ۔ نہ پاس ہونے کی خوشی نہ فیل ہونے کا غم۔

شعیب۔ یار تم تو کہتے تھے کہ انگریزی میں ضرور پاس ہو جاؤں گا۔

سبا راؤ۔ میرا خیال تھا جیسا کہ تمام مدرسوں میں ہوتا ہے اینالائس (Analysis) کا سوال ضرور آئے گا اس کے دس اور پارزنگ (Parsing) کے پانچ جملہ ۱۵ نمبر تو کہیں نہیں گئے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کمبخت ممتحن کو تو قواعد آتی ہی نہیں۔ نہ اینالائس کا سوال آیا اور پارزنگ کا۔

شعیب۔ جیومیٹری میں تو تمہیں بڑا دعویٰ تھا۔

سبا راؤ۔ تو کون کہتا ہے کہ اب دعویٰ نہیں؟

شعیب۔ پھر اس میں ۵ نمبر کیسے؟

سبا راؤ۔ بھائی بات یہ ہے کہ جیومیٹری میں نے رات کے تین چار بجے تک پڑھی تھی۔ امتحان جو دینے گیا تو تم جانتے ہو تمام رات کا جاگا ہوا۔ سر چکرانے لگا۔ آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ کاپی پر شکلیں جو بنائیں تو چھ انچ کی لکیر دو انچ کی معلوم ہونے لگی میں نے بھی چھ چھ انچ کی لکیروں کو دو ہی انچ کی بنایا۔ بس اسی تناسب میں سارے جواب غلط ہو گئے۔

(گھنٹہ بجنے کی آواز آتی ہے۔ تمام طلبہ ہال میں جمع ہو جاتے ہیں۔ یہ دونوں طالب علم بھی وہیں بیٹھ جاتے ہیں۔ ہیڈ ماسٹر داخل ہوتا ہے۔ کلرک رجسٹر پیش کرتا ہے۔ ہیڈ ماسٹر نتیجہ سناتا ہے)

نام طالب علم	دینیات ۱۰۰	اردو ۱۰۰	انگریزی ۱۰۰	ریاضی ۱۰۰	تاریخ و جغرافیہ ۱۰۰	اختیاری ۱۰۰	میزان ۶۰۰	نتیجہ
آٹھویں جماعت	-	-	-	-	-	-	-	-
گوبند راؤ	۸۵	۶۰	۸۰	۹۰	۴۵	۷۰	۴۳۰	پاس
محمد حسین	۲۵	۴۳	۵	۰	۲۰	۳۷	۱۳۰	فیل
ٹاگنا تھن	۹۰	۶۵	۷۰	۸۵	۵۰	۷۰	۴۴۰	پاس
نویں جماعت	-	-	-	-	-	-	-	-
شعیب	۳۳	۳۰	۰	۲	۰	۱۰	۸۰	فیل
سراج الدین	۵۵	۴۵	۳۵	۶۰	۳۳	۷۵	۳۰۳	پاس
سبا راؤ	۵	۳۰	۱	۰	۲	۴	۴۲	فیل

"پرائمری اسکول کا نتیجہ جو ابھی دوسرے ہال میں سنایا گیا ہے اطمینان بخش ہے مگر افسوس ہے کہ اونچے کلاسوں کے لڑکوں کی حالت خراب ہے۔ چونکہ

آٹھویں جماعت میں گووند راؤ اور ناگ ناتھن کے نمبروں کی میزان یکساں ہے لہذا اول انعام دونوں میں تقسیم کیا جاتا ہے

(کلرک باری باری سے اول انعام پانے والوں کا نام پکارتا ہے اور ہیڈ ماسٹر انعام تقسیم کرتا ہے۔ شعیب ناگ ناتھن کے گلے میں اور سیا راؤ گووند راؤ کے گلے میں ہار ڈالتے ہیں۔ ہیڈ ماسٹر آخر میں پھر طلبہ سے مخاطب ہوتا ہے)

میں ان تمام طلبہ کو مبارک باد دیتا ہوں جنہوں نے انعامات حاصل کئے یا جنہیں جماعت میں ترقی ملی ہے۔ جو طلبہ فیل ہو گئے ہیں انھیں نا امید نہ ہونا چاہئے اگر وہ ان گرمیوں کی چھٹیوں میں محنت کرکے اپنے آپ کو ترقی کے قابل ثابت کرکے دکھائیں تو انھیں ترقی مل سکتی ہے۔ یہ انعامات اس وقت اس لیے تقسیم کئے گئے ہیں کہ گھر جا کر آپ اپنے والدین اور دوستوں کو یہ یقین دلائیں کہ آپ نے سال بھر میں بہت کچھ سیکھنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اپنے چال چلن سے دوسروں پر اچھا اثر ڈالیں گے۔ بس اب جلسہ ختم کیا جاتا ہے

ڈراپ سین

دوسرا حصہ

پہلا منظر

(دوسرے سال تقریباً تمام پرانے طلبہ آگئے ہیں۔ مدرسہ کے برآمدے میں شعیب اور ناگ ناتھن کی ملاقات ہوتی ہے۔

شعیب۔ آہا مسٹر ناگ ناتھن! کہو بھائی اچھے تو ہو۔

ناگ ناتھن۔ ایشور کی کرپا ہے۔ مگر بھائی تم فیل کیوں ہو گئے؟ اب تو تم ہمارے ہم جماعت ہو۔

شعیب۔ بھائی بات یہ ہے کہ پرنسپل صاحب مجھ پر بہت مہربان ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ نئی جماعت میں مجھے ترقی دے کر مجھ پر نئے کام کا بار ڈالیں۔ دوست! میرا ارادہ ہے کہ اس سال ایک "انجمن مخالفین مطالعہ" قائم کروں۔ مجھے امید ہے کہ تم بھی اس کے ممبر بنو گے۔

(ناگ ناتھن زور سے ہنس پڑتا ہے)

شعیب۔ تمہیں یاد ہوگا کہ گذشتہ سال میں نے اسی جگہ تمہیں بے وقوف بنایا تھا۔ آؤ اب دوسروں پر ہاتھ صاف کریں۔

شعیب (اُستاد بننے کے خیال پر خوش ہوکر) مگر تم میرا ساتھ دو گے؟

شعیب۔ لو میں تو ہر وقت ساتھ ہوں۔ دیکھو سامنے سے ایک طالب علم آرہا ہے۔ اب ٹھیک ہو جاؤ۔

(سبا راؤ مولویوں کا سا لباس یعنی شلوار۔ لمبا کرتا واسکٹ پہنے ہوئے۔ سر اصافہ باندھے۔ بغل میں جزدان لئے بسکٹ کھاتا ہوا داخل ہوتا ہے)

ناگنا تھن (تحکمانہ لہجہ میں) تمہارا نام ؟

سبا راؤ۔ میرا نام رحمت علی ہے۔

ناگنا تھن (کسی قدر تیز ہو کر) سبق یاد کرنے کے بجائے تم بسکٹ کھاتے ہوئے کیوں گھوم رہے ہو؟

سبا راؤ (اطمینان سے اسی طرح بسکٹ کھاتے ہوئے) کیا کہا ؟

ناگنا تھن (غصہ سے) ہائیں اس قدر جرأت ؟

سبا راؤ (تیز ہو کر) تم کون ہو ؟

ناگنا تھن۔ جانتا نہیں میں ماسٹر ہوں۔

سبا راؤ۔ تو جا کر ناگنا تھن کو بے وقوف بناؤ جو ذرا سی بات پر (رونے کی صورت بنا کر) ایں ایں ایں رونا کرتا ہے۔

(ناگنا تھن شعیب کی صورت دیکھتا ہے گویا کہ وہ اس سے مدد کا طالب کا ہے سبا راؤ ناگنا تھن کے طمانچہ مار کر بھاگ جاتا ہے۔ شعیب قہقہہ لگاتا ہے۔ پردہ گرتا ہے۔

دوسرا منظر

(نویں جماعت جس میں ناگنا تھن۔ شعیب۔ سبا راؤ شریک ہیں ماسٹر جیومیٹری کا ایک مشکل مسئلہ سمجھا رہا ہے جیوں ہی ماسٹر دائرہ کھینچنے کے لئے بورڈ کی طرف منہ کرتا ہے۔ شعیب ناگنا تھن سے مخاطب ہوتا ہے)

شعیب۔ رات میرے بھائی مجھے سرکس دکھانے کے لئے لے گئے تھے۔ واہ وا بہترین سرکس تھا۔ اوہو! جب ایک لڑکا دوڑتے ہوئے گھوڑے پر چھلانگ مار کر بیٹھتا ہے تو کس قدر بھلا معلوم ہوتا ہے

استاد (بورڈ کی طرف سے منہ پھیر کر) خاموش (پھر مسئلہ سمجھانے میں مشغول ہو جاتا ہے)

ناگنا تھن۔ تو میں کس طرح دیکھ سکوں گا؟

شعیب۔ میں آج پھر دیکھنے کے لئے جاؤں گا۔ میرے ساتھ تقریباً پانچ دوستوں کی پارٹی ہے تم چاہو تو شریک ہو سکتے ہو اور سنو !

استاد۔ خاموش۔ یہ کانا پھوسی کون کر رہا ہے؟ (پھر مسئلہ سمجھاتا ہے)

ناگنا تھن۔ تم کس درجے میں جاؤ گے ؟

شعیب۔ تھرڈ کلاس جس میں صرف چار آنے خرچ ہوتے ہیں۔

ناگنا تھن (ٹھنڈی سانس لے کر) چار آنے۔ کہاں لاؤں ؟ سمجھ میں نہیں آتا۔

(اُستاد بورڈ کی طرف سے پھر کر غصہ کی حالت میں طلبہ کی طرف دیکھتا ہے۔ ناگنا تھن اور شعیب خاموش ہو کر اُستاد کی طرف اس طرح متوجہ ہوتے ہیں گویا وہ مسئلہ کو برابر سمجھتے آئے ہیں۔ اُستاد بقیہ حصہ سمجھاتا ہے۔

ڈاکیہ منی آرڈر لاتا ہے)

ڈاکیہ۔ بابو جی یہ ناگنا تھن کا منی آرڈر ہے۔

اُستاد۔ (مسئلہ ختم کر کے) ناگنا تھن! جاؤ منی آرڈر لے لو۔

(ناگنا تھن جلدی سے منی آرڈر وصول کرتا ہے اور تیزی سے کوپن پر لکھی ہوئی عبارت پڑھتا ہے)

"برخوردار ناگنا تھن، آٹھ روپے مدرسہ کی فیس اور سہ ہر کاپی کے لئے۔ جملہ آٹھ روپے چار آنے روانہ کئے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ جلد وصولیابی کی اطلاع دو گے۔ مفصل خط کل بھیجوں گا"

(ناگنا تھن روپیہ جیب میں رکھتے ہوئے شعیب سے کہتا ہے)

ناگنا تھن۔ بہت خوب! آج ضرور چلیں گے

شعیب۔ ہیر ہیر ہیر۔ میں تم سے ۸ ½ بجے چوراہے پر ملوں گا۔

استاد: (مسئلہ ختم کرکے) تم اچھی طرح سمجھ گئے نہ؟

طلبہ۔ جی ہاں سمجھ گئے۔

اُستاد۔ چلو ناگنا تھن بورڈ پر سمجھاؤ۔ کیا سمجھا ہے؟

ناگنا تھن بورڈ پر چند بے معنی سی لکیریں کھینچ کر غلط سلط بولتا ہے۔

اُستاد۔ آہا آپ کو تو یہ بھی خبر نہیں کہ کونسا مسئلہ سمجھایا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کانا پھونسی آپ ہی کر رہے تھے۔ ناگنا تھن تم دن بدن کاہل ہوتے جاتے ہو (چند بیت لگاتا ہے) دیکھو چھٹی میں ایک منٹ باقی رہ گیا ہے۔ مگر آج تمہیں آدھے گھنٹے یہاں اکیلے کھڑا ہونا پڑے گا۔

شعیب (ہاتھ اٹھاکر) ماسٹر صاحب میں سمجھاؤں؟

اتنے میں چھٹی کی گھنٹی بجتی ہے۔ تمام طلبہ اپنے اپنے کلاسوں میں سے نکل کر گھر جاتے ہیں۔ ناگنا تھن آدھے گھنٹے کے لئے کھڑا رہتا ہے۔

شعیب (جاتے ہوئے ناگنا تھن سے) ۸ ½ بجے ضرور آنا دوست!

تیسرا منظر

طلبہ سرکس دیکھنے کے بعد باہر نکلتے ہیں اور آپس میں یوں گفتگو کرتے ہیں۔

شعیب۔ بھائی سائیکل والے نے تو کمال کر دیا۔

سباراؤ۔ اور دیکھنا باریک تار پر چھتری کی مدد سے کس طرح دوڑ ہوئی تھی؟

ناگنا تھن۔ بھائی ہمیں تو وہ جوکر بہت پسند آیا۔

چوتھا طالب علم۔ خیر چلو بھی سامنے چائے والے کی دوکان پر کچھ کھا پی لیں۔

تمام طلبہ چائے کی دوکان پر جاکر چائے وغیرہ پیتے ہیں آخر میں بل ادا کرنے کے لئے ایک طالب علم جیب میں ہاتھ ڈالتا ہے۔ شعیب فوراً بول اٹھتا ہے

شعیب۔ آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ آج ناگنا تھن صاحب کا منی آرڈر آیا ہے وہی ادا کریں گے

دوسرے طلباء (تالی بجاتے ہوئے) ہیر ہیر ہیر ہیر ہیر

سباراؤ۔ زندہ باش، ناگنا تھن زندہ باش۔

چوتھا طالب علم۔ ارے بھائی قسمت کی بات ہے۔ ہمارا منی آرڈر آیا ہوتا تو نجانے ہم کیا کیا کھلا دیتے۔

آخر مجبور ہو کر ناگنا تھن دو روپے کا بل ادا کرتا ہے جاتے وقت شعیب کے دھکے سے چائے کا ہٹ اور دوسرا قیمتی سامان گر پڑتا ہے۔ شعیب چلا اٹھتا ہے۔

شعیب ناگنا تھن یہ کیا کرتے ہو۔ سامان کیوں گرا دیا؟

(ناگنا تھن حیران ہے۔ مالک ہوٹل سے تکرار ہوتی ہے آخر ناگنا تھن مجبور ہوکر مزید للعہ کا ہرجانہ ادا کرتا ہے،

باقی آئندہ (عبدالغفار صدر مدرس جامعہ ملیہ پرائمری اسکول دہلی)

حجاج بن یوسف

حجاج بن یوسف جو ایک بڑا بے رحم اور ظالم حاکم تھا کہتے ہیں کہ اُس کے زمانہ میں ایک نیک فقیر جس کی دعا ہمیشہ قبول ہوتی تھی بغداد میں آیا۔ جب حجاج کو اس کے آنے کی خبر ہوئی تو اُس نے اُسے بُلا کر کہا کہ میرے لئے کچھ بھلائی کی دعا کیجئے۔

یہ سن کر درویش کہنے لگا "الٰہی اسے موت دے" یہ سن کر حجاج بہت گھبرایا اور کہنے لگا "خدا کے لئے یہ آپ کیسی دعا کرتے ہیں"

یہ سن کر درویش نے جواب دیا کہ یہ تیرے اور کُل رعیت کے لئے بہت بھلی دعا ہے۔ (یعنی اگر تو مرجائے تو رعیت کو تیرے ظلموں سے چھٹکارہ ملے اور تو ظلم کرنے کے گناہ سے بچے) اشعار

اے زبردست زیردست آزار — گرم کب تک رہے گا یہ بازار
کام کیا آئے گی جہانداری — یہ جو ہے تیری مردم آزاری
اب کہوں تجھ سے کیا سوا اِس کے — موت بہتر ہے تیرے جینے سے

(گلستاں) سروش از بمبئی

فریدوں کی نصیحت

فریدوں جو تھا شاہ ایراں کا — بڑا عدل والا بہت نیک تھا
بنایا محل اُس نے اِک خوب تر — عبارت یہ لکھوائی محراب پر
بھروسہ نہ دنیا پہ کرنا ذرا — لگا نا ہو دل تو خدا سے لگا
لگا دل نہ دنیا سے اور شب سے — کہ اِک روز مرنا ہی آخر تجھے
حقیقت تو مرنے کی انساں سمجھ
زمیں اور مسند کو یکساں سمجھ

(گلستاں) (سروش از بمبئی)

پانچ شہزادے

(گذشتہ سے پیوستہ)

جنگل میں ہر طرف خاموشی چھا رہی تھی ہاں کسی کسی وقت مکھیوں کی بھنبھناہٹ۔ طائروں اور درندوں کی آوازیں اس قفل خاموشی کو توڑ ڈالتی تھیں۔ اس سنسان جنگل میں یدھشٹر تنہا بیٹھا ہوا اپنے دھندلے مستقبل پر غور کر رہا تھا۔ قدرت کی نیرنگیاں اور فطرت کی رنگینیاں ہر طرف نظر آتی تھیں۔ پرندوں کے دلکش نغمے سنائی دیتے تھے۔ مگر یدھشٹر اپنے خیال میں محو بیٹھا تھا۔ شدت پیاس سے جاں بلب ہو رہا تھا۔ آخر انتظار کی تاب نہ لا سکا اٹھا اور چشمہ کی سمت آہستہ آہستہ روانہ ہو گیا۔

اس کے غم و رنج کی کوئی انتہا نہ رہی جب اس نے اپنے چار بے جان بھائیوں کو تالاب کے کنارے پڑے پایا۔ اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی تاکہ قاتل کا پتہ لگائے لیکن اسے کوئی دشمن نظر نہ آیا اور پھر وہ بھی پانی پینے کے لئے جھکا جہاں خوشنما اور خوش رنگ گلہائے سوسن اُگے ہوئے تھے۔

"ٹھہرو" ایک صدا آئی "پانی پینے سے پیشتر میرے سوالوں کا جواب دو ورنہ موت تمہارا خاتمہ کر دے گی۔ کیونکہ اس جگہ کا ایسا ہی قانون ہے۔ میں سرخ کلغی والا بوڑھا سارس اس تالاب پر حکومت کرتا ہوں اور اسی لئے میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ پانی مت پیو"

بادشاہ نے جواب دیا "کوئی سارس ایسی طاقت نہیں رکھ سکتا۔ تم ضرور کوئی غیر فانی شے ہو۔ ایک نہایت طاقت ور دیوتا یا جنگلوں کی بڑی روح کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے"

ہر طرف سکتے کا عالم تھا۔ سارس سرکنڈوں کے درمیان دکھائی دیا۔

پرندے نے کہا "یدھشٹر میں واقعی جیسا کہ تم کہہ رہے ہو جنگلوں کی ایک زبردست روح

ہوں۔ لیکن سنو۔ میں تمہیں تنبیہہ کرتا ہوں کہ ابھی پانی مت پینا۔"

بادشاہ نے کہا "بہت بہتر۔ اپنے سوالوں کو دہراؤ"

سارس نے بادشاہ سے بہت سے سوالات کئے جن میں سے ذیل میں صرف چھ مع بادشاہ کے جوابات کے درج کئے جاتے ہیں

۱۔ انسان عقل مند کیسے بن سکتا ہے؟

"پاک مذہبی اور اخلاقی کتب کا مطالعہ کرے متبرک ویدوں کو پڑھے اور معنی سمجھنے کی کوشش کرے اور پھر ان پر عمل کرے۔ احکام شرعی پر کاربند ہو اور اپنے پروردگار کو دم بھر فراموش نہ کرے جس کے احسان سے ہم ہرگز سبکدوش نہیں ہو سکتے"

۲۔ وہ کون شخص ہے جو حقیقت میں امیر اور دولت مند نہیں اگرچہ وہ ظاہرا طور پر خوش حال معلوم ہوتا ہو اور قیمتی لباس پہنتا ہو؟

"وہ شخص جو خداوند تعالیٰ کی ہر قسم کی نعمتوں سے مالامال ہو۔ لیکن اللہ کی راہ میں کچھ صرف نہ کرتا ہو"

۳۔ وہ چیز کون سی ہے جو دنیا کی ہر شے سے قیمتی اور ہر چیز سے بھاری ہے اور بادلوں سے اونچی اور خیال سے بلند ہے؟

"والدین کی محبت"

۴۔ کس کی آنکھیں کبھی بند نہیں ہوتیں؟

"مچھلی کی آنکھیں"

۵۔ شادان و فرحان اور خوش رہنے کا کون سا طریقہ ہے؟ دائمی مسرت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟

"ہمیشہ سچ بولنے، بڑوں کی عزت اور چھوٹوں سے محبت کرنے اور مہربانی سے پیش آنے سے"

۶۔ انسان کیسے مکمل انسان بن سکتا ہے؟

"پاک اور مذہبی کتابوں کی محض آیتیں پڑھنے سے نہیں محض دعائیں مانگنے اور نمازیں پڑھنے سے نہیں بلکہ نیک درست اور شریفانہ کام کرنے سے۔ سچ بولنے، بُرے کاموں سے بچنے۔ شریفوں، نیکوں اور اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنے۔ ہر حال میں خوش رہنے، صبر کرنے، استقلال کو ہاتھ سے نہ دینے سے، ضعیفوں کی مدد، یتیموں سے الفت، غریبوں سے محبت، اور بزرگوں کی خدمت کرنے

اور شریفانہ اور پاک زندگی بسر کرنے سے انسان مکمل انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے"۔

علاوہ اِن کے اور بہت سے سوالات کا بادشاہ نے جواب دیا۔ تب جل دیوتا نے کہا۔ "اب تم پانی پی سکتے ہو۔ تمہاری گفتگو نہایت اچھی اور تمہارے جوابات مکمل اور پُر معنی تھے"

بادشاہ نے اطمینان کا سانس لیا۔ جھکا اور خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ اس طرح سے بیچارے کی پیاس بجھ گئی۔

تالاب کا حکمراں پھر گویا ہوا:

"اے نیک بخت! میں تمہاری گفتگو سے بہت خوش ہوں اور اب میں تمہیں ایک قول دیتا ہوں۔ اِن مردہ آدمیوں میں سے کسی ایک کو منتخب کر لو جسے تم چاہتے ہو کہ زندہ ہو جاوے"

پھر ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ بادشاہ نے مہرِ سکوت توڑ دی اور یوں ہم کلام ہوا۔

"میں نکل مادری کے بیٹے کو زندہ ہونے کے لئے انتخاب کرتا ہوں"۔

سارس نے جواب دیا "نکل تو تمہارا سوتیلا بھائی ہے۔ کیا تم اپنے حقیقی بھائیوں ارجن اور بھیم میں سے کسی ایک کو زندہ نہیں کرانا چاہتے؟ کیا تمہیں اُن سے محبت نہیں؟ کیا وہ تمہیں عزیز نہیں"؟

بادشاہ نے کہا: "کیوں نہیں۔ مجھے اُن سے بہت محبت ہے لیکن میری خواہش ہی یہ ہے کہ نکل کو زندگی بخشی جاوے"۔

"کیوں"

کیونکہ وہ مادری کا بیٹا ہے اور میں کُنتی کا فرزند ہوں۔ اب تیرہ سال کی آوارہ گردی اور جلاوطنی کے بعد ہم گھر واپس لوٹیں گے اور دونوں رانیاں ہم سے ملنے کے لئے ہمارے استقبال کو آئیں گی اور ہم پانچ بھائیوں میں سے صرف دو کو پائیں گی۔ جب مادری یہ دیکھے گی کہ دونوں بیٹے کُنتی کے ہیں اور ساتھ ہی جب اُسے اس بات کا علم ہو گا کہ اُس کے دونوں جُڑواں بیٹے موت کی گود میں لیٹے ہیں تو اس پر رنج اور غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا اور اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔ اس لئے

اے روح! میں رحم کا ملتجی ہوں۔ کیا ہمیں
والدہ کے جذبات کا احترام نہیں کرنا چاہیئے؟
کیا ہمیں اُن کے حال پر مہرباں نہیں ہونا چاہیئے؟
اس لئے چاہتا ہوں کہ دونوں رانیوں کا ایک
ایک بیٹا اپنی اپنی والدہ کی آنکھوں کو سکھ
اور دل کو مسرت پہونچائے"۔

سارس غائب ہوگیا لیکن ہوا میں سے
ایک آواز گونجتی ہوئی آئی:۔

اے نیک دل شاہزادے! شرافت کی
مجسم تصویر۔ انسانیت کے مکمل نمونے۔ میں
تجھے آگاہ کرتا ہوں کہ تالاب کا دیوتا جو تمہیں
سارس کی صورت میں نظر آتا تھا دھرم یعنی
ایمان تھا جو ایک زبردست طاقت اور سراپا
انصاف تھا۔ تم نے اُسے خوش کیا گویا تمام
دیوتاؤں کو خوش کیا۔ تم نے اپنے عزیز ترین
بھائیوں کے مقابلہ میں اپنے سوتیلے بھائی نکل
کو منتخب کیا۔ تم نے انصاف اور دانشمندی
کو ہاتھ سے نہیں دیا حالانکہ تم اپنی طبیعت کے
موافق اپنی روح کو خوش کرنے کے لئے اپنے
بھائیوں میں سے کسی ایک کو زندہ کرنے کی
درخواست کرسکتے تھے اس لئے وہ سب
زندہ ہوجائیں گے"۔

اور چاروں بھائی موت کی ہمیشہ سُلا دینے
والی نیند سے بیدار ہوگئے۔　　(خاص)

(ماخوذ از مہابھارت)

(محمد یٰسین بی اے بی ٹی دہلی)

آفت یا راحت

دوپہر کے وقت مزدوروں کو چھٹی ہوئی
اور اُن میں سے ایک لڑکا جھونپڑی میں آیا۔
اس کی ماں نے ایک مٹی کے برتن میں مکئی
کی روٹی اور ایک مٹی کے پیالے میں چنے کا
ساگ اُس کے سامنے رکھا۔ لڑکے نے
ٹھنڈی سانس بھری اور بولا۔

لڑکا۔ اماں روز روز مکئی کی روٹی اور چنے
کا ساگ کھانا جب کہ اور لوگ گھی کی پوریاں

اور کچوریاں اور قلیہ، پلاؤ۔ شامی کباب
کھاتے ہیں یہ تو بڑی آفت ہے۔

ماں ۔ بیٹا روز روز مکئی کی روٹی اور چنے
کا ساگ ملنا جب کہ بہتیرے بھوکوں مرتے
ہیں یہ تو بڑی راحت ہے۔

لڑکا ۔ اماں اس جاڑے پالے میں روز
روز علی الصبح اٹھنا اور دن بھر محنت کرنا جب
کہ اور لوگ دن چڑھے اُٹھتے ہیں اور ہاتھ بھی
نہیں ہلاتے یہ تو بڑی آفت ہے۔

ماں ۔ بیٹا! روز روز دن بھر محنت کرنا
اور رات کو اپنی جھونپڑی کے اندر سو رہنا
جب کہ بہتیرے لوگ میدانوں میں پڑے
ہوئے اوس پانی کی تکلیف اُٹھاتے ہیں یہ
تو بڑی راحت ہے

لڑکا ۔ اماں روز روز کیچڑ پانی اور برف
میں جوتے بغیر کانٹوں، کنکروں کے درمیان
چلنا جب کہ اور لوگ مزے سے گرم لبادہ
اوڑھے نرم گدّی پر بیٹھے موٹر کی گاڑیاں
دوڑاتے ہیں۔ یہ تو بڑی آفت ہے۔

ماں ۔ بیٹا! روز روز اپنے پیروں سے
چلنا، اپنے ہاتھوں سے کام کرنا۔ اپنی
آنکھوں سے دیکھنا، اپنے کانوں سے سُننا
جب کہ بہتیرے لنگڑے لولے، اندھے
گونگے پڑے ہوئے بلکتے ہیں۔ یہ تو
بڑی راحت ہے

لڑکا ۔ اماں! تمہارے نزدیک تو دنیا
میں کچھ بھی آفت نہیں۔

ماں ۔ بیٹا! ایک چیز میرے نزدیک بھی
بڑی سخت آفت ہے۔

لڑکا۔ اماں! وہ کونسی چیز ہے؟

ماں ۔ بیٹا وہ دل جو اتنی راحتوں کے
پانے پر بھی خدا کا شکر ادا نہیں کرتا جو واجب
ہے اور نعمت کا زیادہ کرنے والا ہے

غافل مقام رشک نہیں جائے شکر ہے
سَو سے بُرا تو ایک سے اچھا بنا دیا

محمد عبدالرحیم
از مدراس

برما کا کچھ حال

ہونہار بھائیو! تم نے برما کا نام تو ضرور سُنا ہوگا۔ میں تمہارے دل بہلاؤ کے لئے برما کا کچھ حال لکھتا ہوں۔

(۱) برما میں جوگیوں کی بہت کثرت ہے۔ ان جوگیوں کے سر منڈے ہوتے ہیں اور یہ زرد رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں۔ یہ لوگ ہر روز صبح کو خیرات مانگنے جایا کرتے ہیں اور اپنے ساتھ چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی لے لیتے ہیں۔ ان بچوں کا لباس بھی زرد ہوتا ہے۔ اور اُن کے ہاتھوں میں ایک خاص قسم کے پیالے ہوتے ہیں۔

(۲) جب یہ جوگی صدا لگاتے ہیں تو لوگ اپنے اپنے گھروں سے باہر آکر اُن کے پیالوں میں کھانے پینے کی چیزیں ڈال دیتے ہیں۔ جوگی انھیں ہمارے ہندوستان کے فقیروں کی طرح دُعا دیتے ہیں کہ خدا انھیں برکت دے۔ یہ جوگی ساگون کی لکڑی کے بنے ہوئے مکانوں میں رہتے ہیں۔ ہر گاؤں میں ایک ایک جوگی کا مکان درختوں کے جھنڈ میں ضرور ہوتا ہے جہاں یہ جوگی بچوں کو تعلیم بھی دیا کرتے ہیں گویا اُن کے مکان مدرسوں کا کام بھی دیتے ہیں۔ ہر برمی لڑکے کو کسی ایک مکان میں کچھ دنوں کے لئے رہنا پڑتا ہے۔ یہاں اُسے لکھنا پڑھنا، آداب اور سلیقہ سکھایا جاتا ہے۔

(۳) برما میں ایک خوب صورت اور مشہور عمارت ہے وہ بھی ساگون کی بھوری لکڑی کی بنی ہوئی ہے۔ اس عمارت کی خاص خوبی یہ ہے کہ اس میں ایک پر ایک کئی چھتیں ہیں اور اس عمارت کی تمام لکڑیوں پر پھول پتیاں بنی ہوئی ہیں اور کہیں کہیں میناکاری بھی کی گئی ہے۔ شہر میں پرانے بادشاہوں

کا ایک محل بہت بڑی کھلی جگہ میں بنا ہوا ہے۔
اس کے چاروں طرف دیواریں گھری ہوئی
ہیں اور دیواروں کے اردگرد ایک گہری کھائی
پانی سے بھری رہتی ہے۔ اس عمارت کی
تمام لکڑی پر بہت خوب صورتی کے ساتھ نقاشی
کی گئی ہے۔ اس کی لکڑی کے ستونوں پر
سونے کے پتر چڑھے ہوئے ہیں

(۴) برما میں ایک اور خوب صورت اور
نہایت بلند عمارت ہے جس کے اوپر سے
ہر طرف دور دور کی چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔
برمی لڑکے فٹ بال کے بہت شوقین ہیں
ان کی گیند تنکوں کی بنی ہوتی ہے۔ اس
کے کھیلنے کا طریقہ یہ ہے کہ لڑکے اپنے ہاتھوں
سر اور ٹانگوں سے اچھال کر ایک دوسرے
کے پاس اس طرح پھینکتے ہیں کہ گیند زمین
پر گرنے نہ پائے۔

(انگریزی سے ترجمہ)

تمیز نسا۔ الٰہ
از کلکتہ

انعامی معمے کا حل

رسالہ ہونہار کے جنوری ۱۹۳۱ء کے نمبر میں جو یہ انعامی معمہ شائع ہوا تھا کہ مولانا محمد علی صاحب جوہر کے حروف میں ہندوستان کے جتنے مشہور شہر بن سکتے ہیں بناؤ۔ مندرجہ ذیل خریدار صاحبان نے شہر بنا کر بھیجے ہیں۔

۱۔ محمد معین الدین حسینی خیرت آباد دکن ..... ۲۱ شہر
۲۔ طاہرہ و عائشہ خاتون۔ حیدر آباد دکن ... ۵۶ "
۳۔ سید ارشاد احمد۔ آگرہ .... ۳۲ "
۴۔ محمد اقبال ہری پور ہزارہ .... ۱۷ "
۵۔ محمد عبد القدیر۔ کلکتہ .... ۲۸ "
۶۔ ملک غلام حیدر سیالکوٹ ..... ۳۸ "
۷۔ عبد الرحمن کشمیری۔ بلوچستان ..... ۳۵ "
۸۔ تاج محمد۔ کلکتہ ۴۰

طاہرہ و عائشہ خاتون کے بنائے ہوئے شہر سب سے زیادہ ہیں اس لئے انعام انھیں کو دیا گیا۔ ۵۶ شہر مندرجہ ذیل ہیں

احمد آباد الہ آباد ایلورہ امرتی الوال
اندلوائی اجمیر انبالہ آصف آباد اندور
امروہا بہار بجنور بریلی بلارم
بڑودہ بلاری بیدر بلدانہ برار
بنیا بمبئی جبھور جالندھر جالنہ
دھرم آباد دھارور راجورا ریلوا علی آباد
لدھیانہ محمد آباد محبوب آباد مارہرہ مارواڑ
مہو میراج مہوبہ ناندیڑ نصیر آباد
لاہور دہلی بدایوں حصار ملیح آباد
محمود آباد [illegible] مراد آباد حیدر آباد منوہر آباد
مومن آباد منصوری عادل آباد مدیرا مدورا

ان میں سے اکثر شہر غلط ہیں اور مشہور نہیں ہیں لیکن تاہم صحیح شہروں کی تعداد زیادہ ہے
اور ملک غلام حیدر صاحب کو اعزازی طور پر حیات رسول کتاب انعام میں دی جاتی ہے۔ ہعاق

انعامی معمہ

ایک بارہ حروف کا نام ہے جس کے مختلف حروف ملا کر مندرجہ ذیل معنی پیدا ہوتے ہیں۔

۳+۱ ایک پینے کی چیز جسے چھوٹے بچے اشارے سے مانگتے ہیں۔

حروف	معنی	حروف	معنی
۳+۹+۱+۲	غسل کرنے کی جگہ	۴+۲	مقرر جگہ
۹+۶+۹+۴	ایک بادشاہ کا نام	۶+۹+۱	سانپ
۱+۱۲+۸	روشنی	۱+۹+۶	تابع۔ مطیع
۱+۹+۱۰	جو خاص سے لگاؤ نہ رکھے۔	۱۱+۹+۴	ایک قسم کا کھانا
۴+۱+۲+۹	ایک نبی کا نام	۱۲+۹+۶	ایک چیز جو اچار میں ڈالی جاتی ہے
۴+۳+۲+۱	ایک پیغمبر کا نام	۱+۹	ایک میوہ کا نام
۱+۷+۹+۲	ایک مشہور شخص کا نام	۱۱+۹+۱+۱۰+۹	کام
۴+۳+۲	تعریف	۱+۶+۹+۷	ایک چمکیلی چیز
۵+۴	سانس	۱۱+۶+۱	اسباب
۱+۹+۴	پھندہ	۹+۱۱+۹+۷	قفل
۶+۹+۱۰	شرم	۱+۷+۹+۱	کسی کی موت پر گریہ زاری کرنا۔
۷+۱+۹	اولاد	۱+۴-۱۱	گوشت
۶+۹+۷	لوہے کی رسی	۴+۹+۱+۲	گدھا
۱+۹+۶+۲+۹	ممانعت کرنا	۸+۶+۹	زمین
۱+۹+۱۱	جنگ	۱۱+۹+۲	سرگذشت

شرائط

(۱) جواب کے ساتھ ایک آنے کا ٹکٹ آنا ضروری ہے (۲) تمام جوابات اس ماہ کے آخر تک آجانے چاہئیں (۳) زیادہ جوابات آنے کی صورت میں فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی ہوگا (۴) صرف رسالہ ہونہار کے خریدار ہی اس میں حصہ لے سکتے ہیں (۵) انعام میں ایک نہایت عمدہ فاؤنٹین پین دیا جائے گا۔

پتہ۔ حاجی محمد سعید مسلم۔ اسپیشل کلاس پنجابی اسکول دہلی

آنریبل سر ابراہیم رحمت اللہ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ سی۔ آئی۔ ای

پریسیڈنٹ لیجسلیٹو اسمبلی

مولوی خان فضل محمد خان صاحب ایم۔اے ناظم تعلیمات حکومت نظام حیدرآباد دکن

آپ کے عہد میں محکمہ تعلیمات میں بہت ترقی ہوئی ہے

مسٹر سجاد مرزا ایم اے

پرنسپل چادر گھاٹ ہائی اسکول
حیدرآباد دکن

مسٹر ھفیع احمد حیدرآبادی

آپ نے رودبار انگلستان کو ۷۲ گھنٹے متواتر
تیر کر دنیا میں نام حاصل کیا ہے۔

حضرت نشتر بلرامی

تاوہ اسلامیہ ہائی اسکول کا خوبصورت بورڈنگ ہاوس

حیات میاں فرزند جناب نواب آنریبل سر مزمل اللہخاں صاحب بھیکم پور
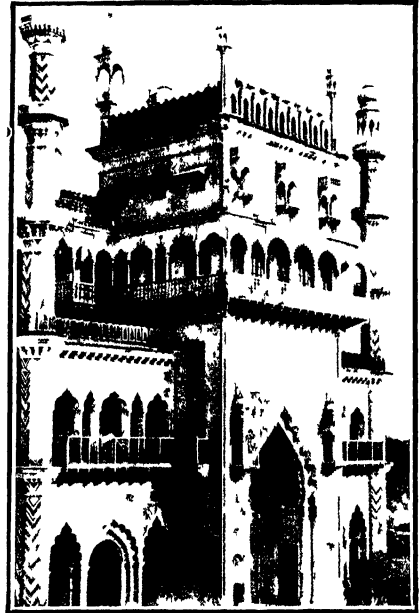
ملک غلام حیدر (سیالکوٹ)

آپ نے رسالہ ہونہار میں سال بھر تک انعامی مضامین
لکھ کر انعام اول حاصل کیا ہے۔

لومڑی تھی کہ اونٹ کا بچہ

یوں گلستاں میں شیخ سعدی نے
قصہ اک لومڑی کا ہے لکھا

کہ چلی جاتی تھی وہ بھاگی ہوئی
پیر کی سُدھ نہ ہوش تھا سر کا

دیکھ کر اس کی چال بے ڈھنگی
یہ کسی شخص نے سوال کیا

لومڑی بی! بتاؤ خیر تو ہے؟
ٹھہرو ایسی بھی بوکھلاہٹ کیا؟

لومڑی بوکھلا کے کہنے لگی
"ہوگا شاید کہ تم نے یہ بھی سُنا

پکڑے جاتے ہیں سارے شہر کے اونٹ
کہیں بیگار میں ہے لے جانا

میں اِسی واسطے پریشاں ہوں
کوئی پکڑے مجھے تو کیا ہوگا؟"

سن کے یہ خوب ہی ہنسا وہ شخص
اور پھر اس طرح سے کہنے لگا

"اونٹ کو لومڑی سے کیا نسبت
نہیں کچھ سر تو پھر گیا تیرا؟"

لومڑی جھٹ سے بول اٹھی خاموش
جانتے بھی ہو حال دنیا کا؟

خیر اک بات اب میں پوچھتی ہوں
سوچ کر تم جواب دو اس کا

کوئی دشمن جو میرا یہ کہہ دے
یہ بھی ہے ایک اونٹ کا بچّا

اِسی دھوکے میں میں دھری جاؤں
کہو پھر حال ہوگا کیا میرا؟

اب کہو اتنی ہے غرض کس کو
کون ہم درد ہے مرا ایسا

جو عدالت میں یہ گواہی دے
کہ نہیں ہے یہ اونٹ کا بچّا

اور پھر ایک بات اور بھی ہے
چاہئے جو خیال میں رکھنا

یعنی جب تک گواہ کوئی آئے
ہو نہ جائے گا فیصلہ اپنا؟

میں پہونچ جاؤں گی خدا کے پاس
تا عدالت وہ جب تک آئے گا"

کہہ کے یہ بات لومڑی چل دی
اور وہ شخص رہ گیا ہنستا!

(حضرت سروش ازیمی)

ایک عجیب جھگڑا

ایک مرتبہ ایک چھڑی اور چھتری میں سخت ان بن شروع ہو گئی۔ جہاں چھڑی کو اس بات کا فخر تھا کہ وہ انسان کے لئے بے حد مفید ہے وہاں چھتری کو بھی ناز تھا کہ وہ بھی کسی طرح چھڑی سے کم کارآمد نہیں۔ چنانچہ ہر ایک نے اپنے فائدے گنانے شروع کئے۔

چھڑی نے کہا:-

انسان مجھ سے بے شمار فائدے حاصل کرتا ہے۔ مثلاً اگر انسان پر کوئی حملہ کردے تو سب سے پہلے مدد کے لئے میں آگے بڑھتی ہوں اور اپنے اوپر وار لے کر انسان کو اُس کی زد سے بچاتی ہوں۔ اندھیرے میں ہر شخص میرے بغیر باہر نکلنا مناسب خیال نہیں کرتا کیونکہ میں اس کو ٹھوکر کھانے سے بچاتی اور گڑھے میں گرنے سے محفوظ رکھتی ہوں۔ میں بیماروں اور کمزوروں کی مددگار ہوں۔ اندھوں کے آنکھوں کی روشنی ہوں۔ بوڑھوں کی خدمات میں اُن کے حقیقی بیٹوں سے زیادہ بجا لاتی ہوں نوجوان مجھ کو ہاتھ کی زینت سمجھتے ہیں۔ امرا اور رؤسا مجھ کو زیور سے زیادہ قابل قدر سمجھ کر ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ یکے۔ بگیاں۔ ٹم ٹم میرے اشارے پر چلتے ہیں اور بنیڈ باجا بھی میرے ہی اشارے پر بجنے لگتا ہے۔

بچوں کے حق میں میرا وجود ایک نعمت سے کم نہیں کیونکہ اگر اساتذہ میری مدد نہ لیں تو مدرسہ میں ضبط رکھنا مشکل ہو جاتا ہے محکمہ پولیس میرے ہی سہارے ملک میں امن واطمینان قایم رکھ سکتا ہے اور بڑے سے بڑے مجمع کو بھی بے قابو نہیں ہونے دیتا۔ جب میں گناہ گاروں کی پیٹھ پر برستی ہوں تو وہ فوراً اپنے گناہوں سے توبہ کر کے نیک بننے کی کوشش کرتے ہیں غرضیکہ کسی نہ کسی اعتبار سے بچے سے لے کر بوڑھے تک اور گدا سے لے کر بادشاہ تک میرے سہارے کے محتاج ہیں"

چھتری نے طیش میں آکر جواب دیا:-

" زیادہ بکواس نہ کر مجھے تیری حقیقت اچھی طرح معلوم ہے۔ تو ہی اکثر جھگڑوں کی بنا اور فسادوں کی جڑ ہے۔ تیرے ساتھ ہونے سے انسان تشدد کی جانب مائل و راغب ہو جاتا ہے بہت سے طلبہ محض تیری ہی وجہ سے مدرسے کو خیرباد کہکر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ تو امن پسند ہجوموں پر برس کر بے شمار بے گناہوں کو زخمی کرتی اور ان کی طبیعتوں میں فساد کا بیج بوتی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ تو تشدد کی بانی، طلبہ کی دشمن اور انتہا درجے کی امن شکن واقع ہوئی ہے۔ برخلاف تیرے میری شان ہی کچھ اور ہے۔ تجھ کو اٹھا کر بلند کرنا سخت بے ادبی میں داخل ہے۔ لیکن میرا وجود ہی سربلندی کے لئے ہے۔ موسم برسات میں انسان اپنی ضروری سے ضروری اشیاء گھر پر چھوڑتا ہے لیکن میرا ساتھ نہیں چھوڑتا۔ میں بھی اس کی دوستی کے عوض میں اس کو لگاتار بارشں کی دھاروں سے بچاتی اور جھلستی ہوئی دھوپ کے اثر سے محفوظ رکھتی ہوں بڑے سے بڑے رئیس و راجہ مجھے اپنے سر پر جگہ دیتے اور سلطنت کے لوازمات میں تاج و تخت کے ساتھ۔ بلکہ ان سے بھی بڑھ کر میرا درجہ قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ جب تک میں ان کے سر پر چمک کر ان کے تاج کو اپنے مبارک سائے میں نہیں لے لیتی وہ جایز حکمراں نہیں سمجھے جا سکتے"۔

ابھی چھتری نے اپنے پورے اوصاف گنائے بھی نہ تھے کہ ایک آدمی (جو چھپ کر دونوں کی بحث کو سن رہا تھا) داخل ہوا۔ اور ان دونوں کو مخاطب کر کے کہا:-

" تم دونوں کیا بلحاظ عمدہ اوصاف اور کیا باعتبار اعلیٰ خوبیوں کے ایک سے ایک بڑھ کر ہو۔ تمہارا متحدہ اور متفقہ طور پر انسان کی بہترین خدمت کو انجام دینا ہی اپنی عزت اور شان کو دوبالا کرنا ہے۔

بابو راؤ کاشی کر بی اے
بلارم۔ دکن

اچھی اور بُری باتیں

۱۔ طلوعِ آفتاب کے وقت سونا اچھا نہیں۔
۲۔ رات کو آئینہ دیکھنا بُرا ہے۔
۳۔ چوپایوں کی قطار میں سے گذرنا خطرناک ہے۔
۴۔ خالی مکان میں رات کے وقت تنہا سونا مناسب نہیں۔
۵۔ ہمیشہ خدا کو یاد کرنا قدر و مرتبہ کی زیادتی کا سبب ہے۔
۶۔ پوشیدہ طور پر نیکی کرنے سے عمر بڑھتی ہے۔
۷۔ گناہ کرنے سے عمر گھٹتی ہے۔
۸۔ برائیوں میں مبتلا رہنے سے روزی کم ہوتی ہے۔
۹۔ جھوٹ بولنے سے رزق کم ہوتا ہے۔
۱۰۔ فقیروں سے بھیک کی چیزیں مت خریدو
۱۱۔ بازار میں زیادہ گھومنا اچھا نہیں۔
۱۲۔ پھونک مار کر چراغ گل کرنا دماغ کو نقصان دیتا ہے۔
۱۳۔ بدن پر کپڑا پہنکر سینا چاہیئے۔
۱۴۔ زیادہ سونے سے فاقہ کشی کی نوبت آجاتی ہے۔
۱۵۔ ماں باپ کا نام لے کر پکارنا خدا کو ناپسند ہے۔
۱۶۔ زیادہ غم کرنا بڑھاپے کی نشانی ہے۔
۱۷۔ ہر قسم کی لکڑی سے دانتوں میں خلال کرنا اچھا نہیں۔
۱۸۔ پاؤں کے نیچے روٹیوں کے ریزے مت ڈالو۔
۱۹۔ زخم کا کھرنڈ نہیں اکھاڑنا چاہیئے۔
۲۰۔ دامن یا آستین سے منہ صاف کرنا افلاس کی نشانی ہے۔
۲۱۔ دروازہ کے بازو سے سہارا لے کر کھڑا نہیں ہونا چاہیئے۔
۲۲۔ مٹی سے ہاتھ نہیں دھونا چاہیئے۔

محمد منعم الحقانی
صدر مدرس قاسم المعارف دہلی

ایک بن بلاؤ کا گیت

مجھے لوگ کہتے ہیں یوں بن بلاؤ
کہ کھاتا ہوں چوہوں کا ہر دم پلاؤ
بناتا ہوں جس گھر کو اپنا مکاں
نہیں دال چوہوں کی گلتی وہاں
"میاؤں" جہاں میں نے منہ سے کہا
وہیں بل کا چوہے نے رستہ لیا
یہ پھیلاتے ہیں گھر میں بیماریاں
میں کرتا ہوں صاف ان کو کھا کر مکاں
مرا پالنا سمجھو ہر گھر میں فرض
نہ چوہے رہیں اور نہ پھر کوئی مرض

(اشتر ملیرامی)

تندرستی

۱۔ کوئی بات اعتدال سے بڑھ کر نہ کرو۔ خاص کر کھانے پینے میں تو بھول کر بھی زیادتی نہ ہونے دو۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ہاضمہ خراب ہو کر بہت سی بیماریوں کا باعث ہو جاتا ہے۔

(۲) ایسی چیزیں کھاؤ جو اعلیٰ درجے کی پرورش کرنے والی ہو۔ جیسے گھی۔ دودھ۔ پھل وغیرہ

(۳) سادہ کھانا کھانے سے صحت ہمیشہ اچھی رہتی ہے۔

(۴) نقصان دہ چیزیں ہرگز نہ کھاؤ۔

(۵) اپنے معدہ کو مصیبت سے بچانے کے لئے دانت صاف رکھو۔

(۶) کھانا خوب چبا چبا کر کھاؤ تاکہ معدے کو دانتوں کا کام نہ کرنا پڑے۔

(۷) بھوک سے ذرا کم کھانے کی عادت ڈالو۔

(۸) اپنے دوستوں میں عزت بڑھانے اور تندرستی کو قائم رکھنے کے لئے ہر روز غسل کیا کرو۔ گندے اور میلے شخص کو کوئی پاس بٹھانا پسند نہیں کرتا۔

(۹) کسی قسم کی باقاعدہ میدانی ورزش کیا کرو مگر اتنی جو تمہاری طاقت کے موافق ہو۔

(۱۰) اپنے دماغ کو آرام دینے کے لئے ہمیشہ وقت پر سوجاؤ اور علی الصبح سورج نکلنے سے پیشتر اٹھو۔

۱۱۔ کام سے محبت اور بیکاری سے نفرت رکھو۔ سست اور کاہل الوجود شخص کی صحت ہمیشہ خراب رہتی۔

۱۲۔ فکر اور تردد کو اپنے پاس نہ پھٹکنے دو۔ ہمیشہ خوش رہو۔ خوش رہنے سے انسان تندرست رہتا ہے

(گنگارام مگن۔ عیسیٰ پور)

ہمدردی

اگر یہ بات سچ ہے کہ تمام انسان اوّل میں ایک ہی درخت کی مختلف ٹہنیاں یا ایک ہی دریا کی مختلف شاخیں ہیں تو یہ بھی ضرور ماننا پڑے گا کہ تمام انسان ایک دوسرے کی ہمدردی کے ذمہ دار ہیں اور ہر ایک شخص اپنے ہم جنسوں سے مدد لینے کا حق رکھتا ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا شخص نہ ہوگا جو اس بات سے انکار کرے گا کہ بھائی کو بھائی سے ایک تعلق ہے جو کہ ایک دوسرے کی ہمدردی پر مجبور کرتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جب تک باپ کے خون کا قطرہ اولاد میں ہے تب تک ہمدردی کا رشتہ کبھی جدا نہیں ہو سکے گا جیسا کہ مندرجہ ذیل اشعار میں بتایا گیا ہے۔

ص

بنی آدم اعضا ہیں اک دوسرے کے
کہ ہیں اصل میں ایک مادر پدر سے
جو اک عضو کو درد ہوتا کہیں ہے
قرار اور اعضا کو رہتا نہیں ہے

یعنی ایک عضو کو اگر تکلیف ہوتی ہے تو دوسرے بھی بے چین رہتے ہیں کیونکہ وہ ایک ہی ماں اور باپ کے عضو ہیں۔

انسان کے علاوہ حیوانات میں بھی ہمدردی پائی جاتی ہے۔ بچوں کی پرورش کرنا۔ اُن کے لئے غذا تلاش کرنا۔ ان کو دشمن کے حملے سے بچانا ہر ایک جانور کی عام خصلت ہے۔ ایسی ہی عام ہمدردی ان میں بھی پائی جاتی ہے۔ اگر کسی چیونٹی کو (جو کہ بہت ننھا سا جانور ہے) کسی مٹھاس یا کھانے کا پتہ لگ جاتا ہی تو وہ اپنے تمام ساتھیوں کو خبر کر دیتی ہے۔ بغیر کسی لالچ کے سب کو فائدہ پہونچاتی ہے۔

یہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ جب رات کو
بطخیں سوتی ہیں تو باری باری ہر ایک بطخ ایک
ایک ٹانگ پر کھڑی رہتی ہے اور جاگتی رہتی ہے
دوسری بطخوں کی حفاظت کرتی ہے۔ ہاتھیوں
میں ایک ڈار (گروہ) کے آگے رہتا ہے اور ادھر
ادھر کا خیال رکھتا ہے۔

اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ ہمدردی
کا مادہ حیوانات میں بھی رکھا گیا ہے۔ اور جب
حیوانات میں یہ خوبی رکھی گئی ہے تو یہ کیونکر
ہو سکتا ہے کہ انسان میں یہ خوبی نہ ہو۔ اور نیز
یہ ایک ایسا جذبہ ہے جو حیوانات اور
سب میں خود بخود پیدا ہوتا ہے۔ انسان میں
ہمدردی اس لئے رکھی گئی ہے کہ دنیا کا کارخانہ
بگڑنے نہ پائے کیونکہ انسان اپنی ضروریات
میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ ایک کا
کام دوسرے کی مدد کے بغیر مشکل سے چل سکتا ہے۔

سب سے زیادہ حقیر اور گری ہوئی قوم چوہڑوں
(بھنگیوں) کی شمار کی جاتی ہے۔ مگر وہ بھی
ایک ایسی جماعت ہے جس کے بغیر دنیا کی زندگی
مشکل میں پڑ سکتی ہے۔ پس اگر انسان میں
ہمدردی نہ ہو تو دنیا کا تمام کارخانہ فوراً برباد
ہو جائے۔ جن لوگوں کو خداوند کریم نے عقل
عطا فرمائی ہے وہ اپنی قوم اور انسانی نسل
کی بنیاد اچھی بنانے کی کوشش کرتے ہیں تعلیم
وغیرہ پھیلاتے ہیں۔ اخلاق درست کرتے ہیں
اور بعض موقعوں پر جان تک لڑا دیتے ہیں۔

ہمارے ملک میں کنواں بنوانا۔ سبیل
لگوانا۔ محتاجوں کی خبر گیری۔ بیواؤں کی امداد
شادی اور غمی میں شریک ہونا۔ بیمار کی خبر گیری
کرنا۔ یہ سب باتیں ہمدردی ہی کی مثالیں ہیں
اگر انسان صرف اپنے مطلب سے کام رکھے اور
خود غرض بن جائے تو وہ حیوانات سے بدتر ہے
ہر ایک انسان کا فرض ہے کہ وہ دوسرے کی مدد
کرنے میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ دکھ اور درد
میں شریک ہو۔ ملک اور قوم کو فائدہ پہونچائے۔

بعض آدمی کہا کرتے ہیں کہ صرف انھیں
کی کوشش سے ملک اور قوم کو کیا فائدہ پہونچ
سکتا ہے۔ یہ اُن کی غلطی ہے۔ اُن کو یہ معلوم نہیں

کہ امریکہ ایک ہی شخص نے معلوم کیا مگر اب
تمام یورپ اس سے فائدہ اٹھا رہا ہے کیمبرج
یونیورسٹی کی بنیاد ایک پادری نے ڈالی تھی۔
شروع میں ایک چھوٹا سا مدرسہ قائم کیا تھا۔
لیکن آخر میں وہ ایک ایسا نامی کالج اور یونیورسٹی
بن گیا کہ بڑے بڑے عالم فاضل اس سے تعلیم
پاکر نکلنے لگے۔ ہندوستان میں اسی قسم کی بہت
سی مثالیں مل سکتی ہیں۔

پس اے ہونہار بھائیو اگر تم کسی سے
اپنی عزت کرانا چاہتے ہو تو پہلے تم اُس کی عزت
کرو۔ اس کے دکھ درد میں شریک تاکہ وہ
بھی مصیبت کے وقت تمہارے کام آئے
یاد رکھو نیکی کبھی برباد نہیں ہوئی۔ اگر
تم آج تکلیف کے وقت کسی کے کام آؤگے
تو کل تمہارے رنج اور غم میں وہ بھی شریک
ہوگا حقیقت یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے
کا ہمدرد بنایا ہے۔
درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

(ملک غلام حیدر۔ از سیالکوٹ)

صاحب بہادر

(۱)

ایک لمبے قد کے صاحب بازار میں چھڑی
گھماتے ہوئے جا رہے تھے۔ اُن کا رنگ کالا
تھا اور اس قدر کالا کہ شاید توا بھی مقابلہ کرنے
سے ہچکچاتا تھا اور ان کے سامنے آتے شرماتا تھا۔
انھوں نے سر پر ایک کنٹوپ (ہیٹ) پہن رکھا
تھا جس پر ہزاروں دھبے پڑے ہوئے تھے اور
ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کو کسی کباڑی
سے مول لائے ہیں۔ سوٹ بھی عجیب ہی قسم
کا تھا اور کابلیوں کے کپڑوں کی طرح بالکل
ڈھیلا ڈھالا نظر آتا تھا اور اس بات کی دلالت
کرتا تھا کہ کسی سے مانگ کر پہنا ہے۔ بوٹ
پالش لگا کر چمکایا تو خوب تھا مگر اس میں بہت
سی کھڑکیاں ہونے کی وجہ سے پیر کا انگوٹھا
اور انگلیاں بار بار اس میں سے نہ صرف جھانک
رہی تھیں بلکہ بازار کی سیر بھی خوب کر رہی تھیں
وہ بار بار اپنے کوٹ کی آستین اوپر کو سرکا کر

کلائی میں لگی ہوئی قیمتی گھڑی کو دیکھنے لگتے تھے۔ شاید اُن کو ریل پر سوار ہونا تھا اور گاڑی میں وقت تھوڑا تھا اس لئے بڑی تشویش ہو رہی تھی۔ مگر نہیں میرے خیال میں تو وہ گھڑی کی نمائش کر رہے تھے۔ کیونکہ اگر اُن کو ریل پر سوار ہونا ہوتا تو ذرا لمبے لمبے قدم بڑھاتے اور اس طرح جھوم جھوم کر نہ چلتے ہوتے۔

شان تو یہ تھی مگر اکڑ اتنی کہ توبہ ہی بھلی! جب سامنے سے کوئی سائیکل آجاتی تو وہ گھنٹی سننے کے باوجود بھی سائیکل کے سامنے سے نہ ہٹتے۔ ہٹنا تو کجا اور بھی اکڑ کر چلنے لگتے۔ گویا سائیکل سے مقابلہ کرنے جا رہے ہیں۔ جب سائیکل سوار کترا کر اُن سے شرارت آمیز لہجے میں مسکرا کر کہتا "صاحب! ذرا بچ کر چلئے" تو ان کا دل باغ باغ ہو جاتا مگر وہ چہرے پر اس کا اظہار نہ ہونے دیتے۔

یہ ہمارے بیسویں صدی کے "ہندوستانی صاحب بہادر" تھے۔ اگر اُن کے ذرا عینک اور لگی ہوئی ہوتی اور منہ میں ایک سگار یا سگریٹ ہوتی تب تو غضب ہی ہو جاتا اور ایسا معلوم ہوتا کہ آپ ابھی ابھی انگلستان سے تشریف لا رہے ہیں۔ اُس وقت آپ کا دماغ عرش پر پہونچ جاتا اور وہ اکیسویں صدی کے صاحب بہادر کہلانے لگتے۔

(۲)

اتنے میں پیچھے سے ایک سائیکل آپہونچی۔ اُس پر ایک کالج کا نوجوان طالب علم جا رہا تھا۔ اُس نے صاحب بہادر کو سڑک کے بیچ میں دیکھ کر گھنٹی بجائی اور وہ بھی اتنے زور سے کہ سڑک پر جتنے راہ گیر جا رہے تھے سب کے کان بہرے ہو گئے۔ مگر صاحب بہادر سڑک کے بیچ میں سے ہلنے کا نام نہ لیتے تھے۔ اسی کشمکش میں سائیکل ایک موٹر سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔ اس پر اُس طالب علم کا چہرہ مارے غصے کے لال ہو گیا اور وہ صاحب بہادر کے پاس پہونچ کر بولا "حضور! کیا کنٹوپ اوڑھنے کی وجہ سے کان بند ہو گئے؟ آپ ذرا سڑک کے کنارے ہو کر کیوں نہیں چلتے" صاحب بہادر نے اکڑ کر فرمایا "کیوں! کیا تم نے سڑک کا ٹھیکہ لیا؟ ہم جہاں مانگتا وہیں چلتا" اس پر نوجوان

گرج کر بولا۔ ” ذرا تمیز سے بات کیجئے۔ ورنہ ابھی
ساری شان خاک میں مل جائے گی اور آپ اپنی
ہیٹ وہیٹ سمیت نالی میں لڑھکتے نظر آئیں گے“
صاحب بہادر ذرا گرم ہوگئے اور اینٹھ کر بولے
” یو ڈیم بلاڈی فول! کالا آدمی! سیدھی
طرح بات کرو ورنہ ابھی تم کو پولیس کا سپاہی
کے پاس کرنا مانگٹا“
کالا آدمی سنتے ہی وہاں جتنے تماشائی
آ کھڑے ہوئے تھے کھلکھلا کر ہنس پڑے اور
ایک نے آگے بڑھ کر کہا۔ ”ماشا اللہ! آپ کا رنگ تو
دیکھئے برف کے مانند بالکل سفید ہے! واہ آپ
تو گوروں سے بھی بازی لے گئے“ یہ سن کر صاحب
بہادر جل کر راکھ ہی تو ہوگئے۔ اس تماشائی
کو آنکھیں دکھا کر بولے ” تم گدھے کی طرح
کیوں ڈانٹ نکالتا؟ کیا ہم تم سے بات کرتا؟“
یہ سنتے ہی وہ تماشائی بھی بگڑ گیا۔ اس نے
اور نوجوان طالب علم نے پیروں سے جوتہ نکال
لیا۔ وہ تو خیر ہوئی کہ ابھی اس جھگڑے نے
زیادہ طول نہ کھینچا تھا کہ ایک صاحب بیچ میں
کود پڑے ورنہ صاحب بہادر کی سر کی ہیٹ کے
علاوہ چاند کے بال بھی اڑ گئے ہوتے۔ انھوں
نے طالب علم کو الگ لے جا کر کان میں کچھ سمجھایا
اور پھر وہاں آ کر ہنستے ہوئے بولے۔ ” بھئی
دیکھتے نہیں، یہ صاحب بہادر ٹھہرے اور ہم
ان کے محکوم بھلا پھر ہم ان کا مقابلہ کس طرح کر
سکتے ہیں“؟
یہ سنتے ہی سب لوگ ہنسنے لگے اور صاحب
بہادر نے بھی جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنی راہ لی۔

(۳)

صاحب بہادر سمجھے کہ میرا جادو چل گیا اور
لوگ میرے رعب داب میں آ کر ڈر گئے مگر اُن کو
کیا معلوم تھا کہ وہ لوگ اُن کی حقیقت سمجھ گئے ہیں
اور اُن کا مذاق اُڑا رہے ہیں۔ جس طرح شمع
کو دیکھ کر پروانہ اسی طرف چلا آتا ہے۔ اسی طرح
کالا رنگ ہونے کے باوجود بھی بچے اُن سے
نہیں ڈرتے تھے اور دو کانوں میں سے، اُن کو
کوئی عجیب آدمی سمجھ کر مذاق اُڑانے کے لئے اُن
کے پیچھے ایک دوسرے سے ہنستے ہوئے چلے جا رہے تھے

صاحب بہادر سمجھے کہ وہ اُن کی شان کو دیکھ رہے ہیں اس لئے انھوں نے پھر اکڑ اکڑ کر بیچ بازار چھڑی گھمانی شروع کر دی۔ لیکن ابھی تھوڑی دور بھی نہ گئے تھے کہ چھڑی پٹ سے ایک آدمی کے سر میں جا لگی اور بیچارے کی آنکھ پھوٹتے پھوٹتے رہ گئی۔ اس نے تکلیف سے تلملا کر سر ملتے ہوئے کہا " کیوں صاحب یہ چھڑی گھمانے کی جگہ ہے" ؟ صاحب بہادر نے کہا " ہاں ٹم ہمارا سامنے کیوں آیا۔ ہمارا جو دل میں آتا وہ کرتا۔ معلوم ہم صاحب ہے "

سامنے ہی ایک پولیس کا آدمی کھڑا ہوا تھا اس نے آگے بڑھ کر کہا۔" واہ صاحب بہادر تو خوب ہیں۔ ایک تو قصور کرتے ہیں دوسرے الٹا اُسی کو ڈانٹتے ہیں" صاحب بہادر بولے " اچھا چپ رہو! ہم تمہارا جیسا لال سر کا بھوت سے نہیں ڈرتا۔ تم کھالی (خالی) کالا لوگ کو ڈرانے سکتا۔ ہم تمہارا افسر سے بھی نہیں ڈرنے سکتا" پولیس مین کو یہ سن کر بہت غصہ آیا۔ اس نے کہا " اچھا اچھا بکواس مت کرو۔ منہ سنبھال کر بولو ورنہ ابھی زبان کھینچ کر باہر نکال دوں گا " صاحب بہادر کی ایسی توہین اور وہ بھی سر بازار چل کر راکھ ہی تو ہوگئے! مگر ابھی صاحب بہادر اپنے غصے کا اظہار بھی نہ کرنے پائے تھے کہ ایک بھنگی نے جس کے ہاتھ میں ایک جھاڑو تھی آگے بڑھ کر کہا " ارے عیدو! تو نے یہ کیا سوانگ بنا رکھا ہے ؟ کمال کر دیا! جاؤ جھاڑو پکڑو۔ کل ہی داروغہ جی کہہ رہے تھے کہ تم سڑک پر اچھی طرح جھاڑو نہیں لگاتے" یہ سنتے ہی صاحب بہادر پر مارے شرم کے گھڑوں پانی پڑ گیا۔ پولیس مین نے کہا " اخاہ! اچھا تو آپ بھنگی ہیں۔ میں تو کچھ ......" ابھی پولیس مین آگے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ بھیڑ کو چیرتے ہوئے ایک طرف سے وہاں ایک لالہ جی آدھمکے۔ یہ دیکھتے ہی صاحب بہادر کا چہرہ پیلا پڑ گیا جیسے وہ برسوں کے مریض ہیں۔ اُن کی ساری شان خاک میں مل گئی اور آنے والی مصیبت کا خیال آتے ہی چہرے پہ پسینے کے چند قطرے آ گئے۔ لالہ جی نے

صاحب بہادر سے کہا "اخاہ! تم ہو عیدو! کبھی
نظر ہی نہیں آتے۔ میں نے تو سارا شہر چھان مارا
لیکن تمہارا کچھ پتہ ہی نہیں ملا۔ کیا کہیں اور
جگہ نوکری کر لی ہے؟ ہاں بھئی اب قرضہ کب ادا
کرنا ہے؟ سیدھی طرح دوگے کہ عدالت تک
جانے کی نوبت آجائے گی؟" صاحب بہادر مارے
شرم کے مرے جا رہے تھے اور بت کی طرح
بے حس و حرکت کھڑے تھے اور ان کی زبان سے
ایک لفظ بھی نہ نکلتا تھا۔

پولیس مین نے لالہ جی سے پوچھا "کیوں
سیٹھ جی کتنا روپیہ ادا کرنا ہے"؟ سیٹھ جی نے
کہا "پچاس۔ پورے پچاس" پولیس مین نے
کہا "اوہو ویسے تو صاحب بننے کا شوق
چرایا ہے مگر کھانے کو گھر میں چنے بھی نہیں"

یکایک صاحب بہادر کی گھڑی پر لالہ جی
کی نظر پڑ گئی۔ انھوں نے کہا "عیدو!
یہ گھڑی تو نئی اور قیمتی معلوم ہوتی ہے۔ لاؤ
یہ گھڑی پچیس روپے میں دے دو۔ باقی پچیس ایک
دو مہینے میں ادا کر دینا" صاحب بہادر
گڑگڑا کر بولے "سیٹھ جی! گھڑی میری نہیں ہے،
میں نے ایک دوست سے آج کے لئے مانگ
لی تھی۔ آپ میرے مائی باپ ہیں۔ میں سارا
روپیہ جلدی ہی دے ڈالوں گا"

لالہ جی بولے "مانگی وانگی ہم کچھ
نہیں جانتے۔ لاؤ گھڑی ادھر دے دو۔ ابھی تو
میں تمہاری حالت پر رحم کر رہا ہوں اگر چاہوں
تو ابھی سب کچھ قرق کرا لوں۔ اتنی دفعہ روپیہ دینے
کا وعدہ کر چکے لیکن ابھی تک پھوٹی کوڑی نہیں چکائی
لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔ اگر تم سے
اب سختی نہ کی گئی تو کام نہیں چلے گا" یہ کہکر انھوں
نے صاحب بہادر سے زبردستی گھڑی چھین لی۔
اور کہا "اگر اب باقی روپیہ جلدی سے نہ چکایا تو ٹوٹے
گھر کی ہوا کھانی پڑے گی اور سارا دن سترّ نمبر کی
چکی پیسنی پڑے گی" صاحب بہادر منہ دیکھتے رہ گئے۔
پولیس مین نے مسکرا کر کہا "حقیقت کبھی چھپی
نہیں رہ سکتی"

ایک دوسرے تماشائی نے کہا "غرور کا سر نیچا"

(جے رتن جماعت نہم تلارم دکن)

موچی رئیس

ایک مرتبہ مدناپور جانے کا اتفاق ہوا۔ کوتوالی بازار کے کونے پر رام چندر نام کا ایک نوجوان چمار بیٹھا ہوا جوتی ٹانک رہا تھا۔ میری جوتی بھی قابل مرمت تھی۔ میں نے بھی جوتی اُس کے آگے ڈال دی اور کہا کہ اِسے جلدی مرمت کردے کیونکہ مجھے ابھی جانا ہے۔ باتوں ہی باتوں میں معلوم ہوا کہ سامنے کی جھونپڑی میں میاں بیوی گذارا کرتے ہیں اور جوتی کی سلائی کی آمدنی سے روکھا پھیکا کھا کر زندگی بسر کرتے ہیں۔ پاس کا دوسرا موچی کہنے لگا کہ "بابو! بھگوان (خدا) جتنا اِس کو پیسہ دیتے ہیں اگر مجھ کو دیتے تو راجہ ہو جاتا۔ لیکن یہ رام چندر بڑا ابھاگا (بدقسمت) ہے۔ بڑا فضول خرچ ہے۔ جو کچھ دن میں کماتا ہے۔ رات کو شراب جوا اور لذیذ غذا کھانے میں خرچ کر دیتا ہے اس کی جورو بڑی کم خرچ ہے لیکن یہ اُس کے ہاتھ میں پیسہ ہی نہیں دیتا۔

میں نے کہا "کیوں جی! رامچندر ایسی بے وقوفی کیوں کرتے ہو۔ کچھ جمع کرو تاکہ آئندہ مصیبت میں کام آئے اور اپنے بال بچوں کی پرورش کرسکو۔ ایسی خراب زندگی کب تک گذارو گے؟ وہ چپکا بیٹھا ہوا سنتا رہا اور میں اپنی جوتی جو سِل چکی تھی لے کر چلا آیا۔

آج دس برس کے بعد میں پھر مدناپور شہر میں اُسی جگہ کھڑا ہوں لیکن رامچندر موچی نظر نہیں آتا۔ سامنے سے ایک فٹن آہستہ آہستہ آتی ہوئی نظر پڑی۔ اس پر ایک رئیس نہایت وقار کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ راستے میں لوگ جھک جھک کر سلام کر رہے تھے۔ سلام کے جواب میں وہ رئیس یہ کہتا تھا کہ "کہدو لگا" فٹن جب میرے سامنے آئی تو میں بے اختیار چیخ اٹھا کہ "یہ تو رامچندر موچی ہے" چندار دگرد کے لوگ میرا منہ تکنے لگے۔ رامچندر کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ فٹن سے بابو بابو کہتا ہوا اتر پڑا اور مجھ کو فٹن میں بٹھا کر چلتا بنا۔ لوگ حیرت میں آکر مجھ کو تکتے رہ گئے۔

فٹن ایک کوٹھی کے سامنے ٹھہری۔ یہ رامچند کی کوٹھی تھی۔ اندر نہایت پرتکلف سامانوں سے انگریزی قاعدہ کے مطابق کمرے سجے ہوئے تھے۔ نوکر چاکر خدمت پر مامور تھے۔ رامچند نے کہا کہ بابو یہ سب آپ ہی کا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ آپ نے مجھے آج سے ۱۰ سال پہلے جو نصیحت کی تھی وہ میرے دل میں کھب گئی۔ اور میں نے اسی روز سے ساری فضول خرچیوں کو روک کر روپیہ اپنی بیوی کو دینا شروع کر دیا۔ میری بیوی روپیہ نہایت احتیاط سے خرچ کرتی۔ جو کچھ بچتا اُسے جمع کر لیتی۔ آہستہ آہستہ میں نے جمع شدہ رقم میں سے چند مکان اور دو کانیں خریدیں لیکن موچی کے کام کو برابر جاری رکھا۔ اور اب موچی کا کام نہایت اعلیٰ پیمانے پر ہونے لگا۔ میں نے جوتوں کی تجارت بھی شروع کر دی۔ ایشور کی کرپا سے میری آمدنی بہت بڑھ گئی اور پھر میں نے یہ کوٹھی بنوائی۔ اب آپ کی دعا سے میں پچاس ہزار روپے کا مالک ہوں"

اس نے میری بڑی خاطر کی۔ اُس نے کہا کہ سلام کے جواب میں "میں کہدوں گا" بولنے کی وجہ یہ تھی کہ میرے مالدار ہونے کے بعد لوگ خوشامد سے سلام کرتے ہیں گویا مجھے سلام نہیں کرتے بلکہ میری دولت کو سلام کرتے ہیں اس لئے میں کہتا ہوں کہ تمہارا سلام میں (دولت سے) کہدوں گا" آخر کار اُس نے نہایت عزت کے ساتھ مجھے رخصت کیا۔

"پیارے بہن بھائیو! تم بھی اگر اپنے پیسوں کو عقلمندی سے خرچ کرو اور اپنے بزرگوں کی نصیحت پر عمل کرو تو ایسی ہی عزت حاصل کر سکتے ہو۔ اپنے روپیوں کو فضول نہ اُڑاؤ۔ بیجا کاموں میں خرچ نہ کرو تو تمہیں بھی لوگ ایک دن جھک جھک کر سلام کریں گے۔ کیونکہ یہ بات بالکل سچ ہے کہ لوگ آدمی کی نہیں بلکہ اُس کے علم، لیاقت، قابلیت اور دولت کی عزت کرتے ہیں اور بغیر ان چیزوں کے کہیں بھی عزت نہیں ہوتی۔

(محمد عبد القدیر اعظم بنگروی از کلکتہ)

سستی کا نتیجہ

کہتے ہیں کہ ملک ایران میں ایک بادشاہ رہتا تھا۔ رعایا اس سے بہت خوش تھی۔ بادشاہ بہت نیک، عقلمند اور بہادر تھا۔ مگر جو کوئی اس کی حکم عدولی کرتا اس کو سخت سزا دیتا وہ اصول کا بہت پابند تھا ہر ایک کام وقت پر چاہتا تھا۔

ایک دفعہ اسے خیال آیا کہ دنیا فانی ہے ایک دن میں بھی فنا ہو جاؤں گا۔ کوئی ایسی یادگار قائم کرنی چاہیئے جس سے میرا نام دنیا میں زندہ رہے۔ اس نے اپنے دربار میں اس کا ذکر کیا۔ امیروں اور وزیروں نے صلاح دی کہ کوئی ایسی عمارت بنوائیے جو مضبوطی اور خوبصورتی میں اپنا ثانی نہ رکھتی ہو۔ یہ بات بادشاہ کو بھی پسند آئی اور حکم دیا کہ کوئی ایسا کاریگر تلاش کرو جو اس کام کو بخوبی انجام دے سکے۔

اسی زمانہ میں ایک شخص کی بہت شہرت تھی۔ اس نے کئی لاجواب عمارتیں بنائی تھیں چنانچہ لوگوں نے اسی کو بادشاہ کے روبرو پیش کر دیا۔ بادشاہ نے اس سے کہا کہ "دولت کی کوئی فکر نہ کرو۔ روپیہ پانی کی طرح بہاؤں گا مگر ایک محل میری مرضی کے مطابق ایسا تیار کرو جو دنیا میں یادگار رہے"۔

معمار نے جواب دیا "حضور بے فکر رہیں میں اپنی طرف سے کوئی کسر نہ اٹھا رکھوں گا صرف دو سال کی مہلت درکار ہے۔ بادشاہ نے کہا "میں تمہیں تین سال کی مہلت دیتا ہوں جاؤ اپنا کام کرو۔ مگر دیکھو! اگر تین سال کے بعد محل تیار نہوا تو پھر سخت سزا دوں گا"

میاں معمار اس میں شک نہیں کہ اپنے فن میں طاق تھے مگر ان میں بری عادت تھی تو یہ تھی کہ کوئی کام وقت پر نہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ اپنے دل میں کہنے لگے "اونہہ! ابھی تو تین سال ہیں۔ ایک سال میں عمارت بن سکتی ہے۔ ایسی جلدی کیا ہے۔ ایک سال کے بعد کام شروع کریں گے"

چھ ماہ بعد بادشاہ نے طلب کیا اور پوچھا "کیوں بھئی کتنا کام کرلیا"۔ انجنیر صاحب بولے "حضور کچھ فکر نہ کیجئے۔ تین سال بعد اپنا بنا بنایا محل لے لیجئے"

بادشاہ نے بھانپ لیا کہ یہ کاہل آدمی ہے جواب دیا "دیکھو اگر ایک اینٹ کی بھی کسر رہ گئی تو تمہاری گردن اُڑا دی جائے گی"۔

اسی طرح ایک سال گذر گیا۔ مگر ابھی تک محل کی بنیاد بھی نہیں رکھی گئی تھی۔ خدا خدا کر کے انجنیر صاحب نے کام شروع کیا۔ اب دو سال گذر گئے اور صرف ایک برس اور باقی رہا۔ لیکن محل آدھا بھی تیار نہوا۔ اب میاں انجنیر صاحب کو خیال ہوا کہ ابھی باغ بھی لگانا ہے اور فصیل بھی پوری نہیں ہوئی۔ ملازموں کو جلدی کام کرنے کی تاکید کی اور مارا مار کام کرنا شروع کیا مگر

اب پچھتاوے کیا ہووت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

یہاں تک کہ وہ سال بھی پورا ہو گیا مگر محل ہنوز ادھورا ہی تھا۔

بادشاہ نے انجنیر صاحب کو بلایا اور کہا چلو بھئی ہمیں محل دکھلاؤ۔ اب انجنیر صاحب دم بخود ہو گئے۔ ناچار بادشاہ کے ہمراہ چلنا پڑا۔

بادشاہ:۔ واہ وا فصیل تو لاجواب ہے اور دروازہ تو دیکھو کتنا عالی شان ہے (حالانکہ کچھ بھی نہ تھا) اور دیکھو یہ چمن اور فوارے۔ نہریں کتنی اچھی ہیں"۔ غرضکہ بادشاہ نے ہر ایک چیز کی تعریف کی۔ اب یہ سب پھرتے پھراتے ایک زینے کے قریب پہونچے جہاں سیڑھیاں تو بن گئیں تھیں لیکن اوپر کا حصہ ابھی نہیں بنا تھا۔ بادشاہ سیڑھیوں پر چڑھ گیا۔ اور جب سیڑھیاں ختم ہو گئیں تو انجنیر صاحب سے کہا کہ وہ اوپر چڑھے۔ انجنیر نے کہا "حضور آگے تو کچھ بھی نہیں۔ چڑھوں تو کہاں چڑھوں"؟ بادشاہ نے کہا "اگر تم نے میری حکم عدولی کی تو سر اڑا دوں گا" ناچار انجنیر صاحب نے آگے قدم بڑھایا اور نیچے گر کر مر گیا۔

ہونہار بھائیو اور بہنو یہ ہے سستی اور کاہلی کا نتیجہ۔

(محمد شان الحق حقی دہلوی از پشاور)

ننھی چڑیا

مجھے افسوس آتا ہے کہ ننھی جان تھی چڑیا
وہ چڑیا شاخ پر بیٹھی ترانے گیت گاتی تھی
ہمارے دوستوں میں اک شکاری تھا بڑا ظالم
اچانک دیکھ پایا اُس کو اس ظالم شکاری نے
نشانہ باندھ کر گھوڑا دبایا اُس نے جلدی سے
عجب پر درد نظارہ ! تڑپتی تھی پھڑکتی تھی

ابھی دنیا میں کچھ دیکھا نہ تھا انجان تھی چڑیا
جو گھبراتا تھا دل اپنے پروں کو پھڑپھڑاتی تھی
لئے بندوق پھرتا تھا بڑا مکار تھا ظالم
مگر قسمت تھی خوابیدہ نہ دیکھا اُس بچاری نے
گری چکرا کے وہ چڑیا زمیں پر جان دی اُس نے
خدا معلوم بچے کو یا ماں کو یاد کرتی تھی

بلا کیا فائدہ اس قتل ناحق سے تجھے ناصر!
کہ مارا اک پرندہ تونے اپنے لطف کی خاطر

(عبدالرحمن کشمیری۔ طالب علم۔ از بلوچستان)

بھول بھلیاں

اندر جانے کا راستہ معلوم کرو

مرسلہ عاتکہ بائی از گودھرا
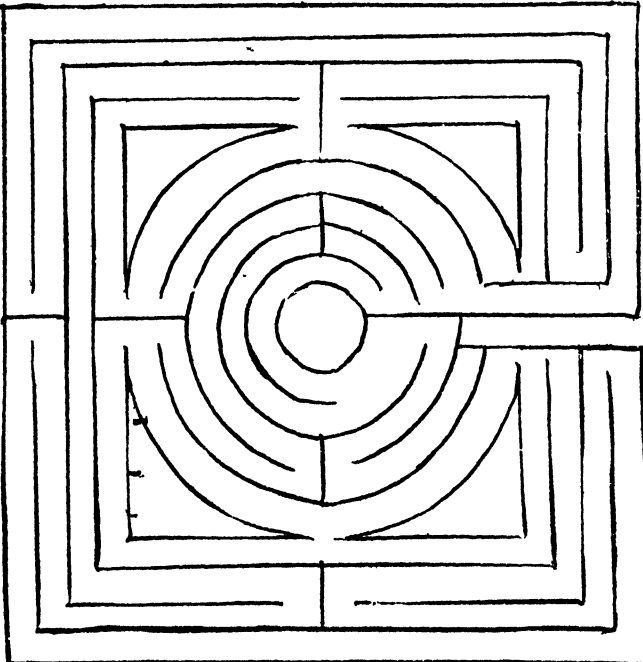
ہنسی کی باتیں

استاد۔ رشید اگر میں تمہیں چار خرگوش دوں اور تین حنیف کو دوں تو بتاؤ تم دونوں کے پاس کل کتنے خرگوش ہوئے؟

رشید۔ جناب آٹھ

اُستاد۔ وہ کیسے؟

رشید۔ جناب ایک خرگوش میرے پاس پہلے ہی سے موجود ہے

جنٹلمین مسافر یکے والا۔ دیکھو ہمیں اسٹیشن پر لے چلو۔

یکے والا۔ بہت بہتر۔ حضور بیٹھیئے۔

مسافر۔ اچھا لوگے کیا؟

یکے والا۔ حضور ایک روپیہ

مسافر۔ اور ہمارے اسباب کا؟

یکے والا۔ حضور اسباب مفت جائے گا۔

مسافر۔ اگر یہ بات ہے تو تم ہمارا اسباب لے چلو۔ ہم تمہارے یکّے کے پیچھے چلیں گے۔

(محمد احمد پنجابی اسکول دہلی)

لنڈن کے کسی قصبے میں ایک کھلاڑی چند گنواروں کو فٹ بال کھیلنا سکھا رہا تھا۔ اُس نے قواعد سمجھانے کے بعد یوں کہا:۔

"دیکھو اگر تم فٹ بال کے ٹھوکر نہ لگا سکو تو مخالف پارٹی کے کسی ممبر کے لگادو۔ اچھا آؤ اب کھیل شروع کریں۔ فٹ بال کہاں ہے"؟

گنواروں میں سے ایک بولا۔ کچھ پرواہ نہیں اگر گیند نہیں ہے۔ کھیل شروع کر دینا چاہیئے خدا ہماری ٹھوکروں کو سلامت رکھے

کسی امیر کے پاس ایک گستاخ نوکر تھا۔ آقا نے اس سے کہا کہ فلاں مقام پر دو جوڑے جوتے رکھے ہیں ان میں سے ایک جوڑ لے آؤ۔ وہ جاکر ایک ہی پیر کی دو جوتیاں لے آیا۔ مالک نے خفا ہو کر کہا کہ عجیب بدتمیز آدمی سے پالا پڑا ہے جو الٹا اور سیدھا پیر نہیں پہچانتا۔ نوکر جاکر دوسری دو جوتیاں لے آیا اور سامنے ڈال کر کہا دیکھئے تو یہ بھی دونوں ایک ہی پیر کی ہیں یا نہیں؟ مجھے بدتمیز بتاتے ہو۔ اپنے چمار کو کچھ نہیں کہتے کہ کمبخت نے دونوں جوڑے ایک ہی پیر کے بنادئے ہیں۔

دلچسپ معلومات

۴۵ کا مشہور ہندسہ

۴۵ کو ایسے چار حصوں میں کس طرح تقسیم کیا جا سکتا ہے کہ اگر پہلے حصہ میں ۲ جمع کریں دوسرے حصہ میں ۲ گھٹائیں۔ تیسرے حصہ میں ۲ کا ضرب دیں۔ چوتھے حصہ میں ۲ کا تقسیم دیں تو حاصل جمع۔ حاصل تفریق۔ حاصل ضرب حاصل تقسیم سب برابر ہو۔

جواب۔

وہ چار حصے ۸ و ۱۲ و ۵ و ۲۰ ہیں

۸ + ۲ = ۱۰

۱۲ − ۲ = ۱۰

۵ × ۲ = ۱۰

۲۰ ÷ ۲ = ۱۰

---

۷۳ کا ہندسہ

اگر ۷۳ کو کسی عدد کے پہاڑے سے ضرب دیا جائے مندرجہ ذیل نتیجہ ہوگا۔

۷۳ × ۳ = ۲۱۹

۷۳ × ۶ = ۴۳۸

۷۳ × ۹ = ۶۵۷

۷۳ × ۱۲ = ۸۷۶

۷۳ × ۱۸ = ۱۳۱۴

۷۳ × ۲۱ = ۱۵۳۳

۷۳ × ۲۴ = ۱۷۵۲

۷۳ × ۲۷ = ۱۹۷۱

یعنی اکائی کی لائن میں ۱ سے لیکر ۹ تک پورے ہندسے ہیں اسی طرح اگر آپ کسی دوسرے پہاڑے سے ۷۳ کو ضرب دیں تو اس کے نتائج دیکھ کر آپ کو ضرور دلچسپی ہوگی

۹ کا ہندسہ

۹ کو آپ کسی عدد سے ضرب دیں۔ ان کا حاصل جمع ۹ ہی ہوگا۔ مثلاً

۹ × ۵ = ۴۵ ان کا حاصل جمع = ۹

۹ × ۴۸ = ۴۳۲ " = ۹

باقی آئندہ (ادارہ)

دلچسپ نظمیں ریویو

(از جناب ناظم انصاری صاحب مصنف سلیس نظمیں، دبستان وغیرہ)

جناب ناظم انصاری صاحب کو بچوں کے لئے نظمیں لکھنے میں کمال حاصل ہے۔ یہ نظمیں فارسی اور عربی کی مشکل ترکیبوں سے الگ بالکل عام فہم اور سلیس زبان میں ہوتی ہیں جن کو بچے نہایت شوق سے پڑھتے ہیں۔ جناب ناظم انصاری صاحب نے ننھے منھے بچوں کے لئے ایک کتاب "دلچسپ نظمیں" لکھی ہے یہ کتاب ۲۲×۱۸/۱۶ سائز کے ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے جس میں ۲۴ نظمیں ہیں۔ ایک نظم ملاحظہ ہو

کبڈی

ملے شام کو مدرسے سے جو چھٹی
چلو چل کے میداں میں کھیلیں کبڈی

اچھل کود سے دور ہوتی ہے سستی
جو دوڑو تو آتی بدن میں ہے چستی

چلو راکھ سے اب تو پالا بنایا
خبردار، ہشیار۔ آیا۔ میں آیا

کبڈی۔ کبڈی۔ کبڈی۔ کبڈی
تری توڑوں پسلی، تری توڑوں ہڈی

خبردار اصغر۔ خبردار اکبر
خبردار احمد۔ نہ جائے یہ بچ کر

پکڑ لو اسے دیکھو جانے نہ پائے
نہ چھوڑو اسے چاہیں یہ جب تک نہ بولے

مجھے کیا پکڑتا ہے احمد بچارا
چلا میں یہ واپس۔ وہ اکبر کو مارا

تمام نظمیں ایسی ہی دلچسپ ہیں۔ ۲۰/ کے ٹکٹ بھیجکر مندرجہ ذیل پتے سے منگو لیئے

پتہ۔ مولانا مولوی فتح محمد صاحب ہیڈ ماسٹر انجمن اسلام سینڈ ہرسٹ روڈ بمبئی نمبر ۹

بچوں بوڑھوں، جوانوں، مرد عورت سب کے لئے

دبستان

سے زیادہ آسان۔ نصیحت آموز اور دلکش کتاب اب تک اردو زبان میں لکھی ہی نہیں گئی۔ ملک کے بہترین انشا پردازوں نے تسلیم کیا ہے کہ یہ اردو زبان کی قابل قدر تصنیف ہے۔ دبستاں میں سب ملا کر چھوٹی بڑی **سو اسو نظمیں اور دو ہزار سے زیادہ شعر ہیں** اور سب سے بڑی خوبی جس نے اس کتاب کو بے مثل بنا دیا ہے وہ یہ ہے کہ اس میں اوّل سے آخر تک کہیں فارسی ترکیب سے کام نہیں لیا گیا۔ کتابت ملک کے بہترین کاتب جناب منشی حبیب اللہ صاحب شیریں رقم کے قلم کا نمونہ ہے۔ کاغذ نہایت عمدہ استعمال ہوا ہے زبان اتنی سہل اور آسان ہے کہ بقول حضرت لسان القوم مولانا صفی لکھنوی اس سے بہتر ممکن نہیں۔ ضخامت ڈیڑھ سو صفحے۔ قیمت صرف ایک روپیہ

ملنے کا پتہ جناب مولانا مولوی فتح محمد صاحب ہیڈ ماسٹر انجمن اسلام سینڈ ہرسٹ روڈ بمبئی نمبر ۹۔

ضرورت

ہیں جولائی اور اگست کے رسالہ
ہونہار کی چند کاپیوں کی ضرورت ہے ۔ جو صاحب
چاہیں مندرجہ ذیل پتے پر بھیجدیں ۔ رسالہ کی
قیمت رسالہ وصول ہوتے ہی فوراً بھیجدی
جائے گی ۔ ایک کاپی پر ار کا ٹکٹ لگانا
چاہئے ۔ اور دو کاپیوں پر ۱ر کا

پتہ ۔ ا ح ۔ معرفت رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی

اشتہارات

لڑکوں کے پڑھنے کے لئے بہترین کتابیں

تاریخ الامت تاریخ اسلام کا یہ سلسلہ صحیح تاریخی اصول اور تحقیق و تنقید کے ساتھ اردو زبان میں پہلی بار شائع ہوا ہے۔ مولانا حافظ محمد اسلم صاحب نے اس سلسلہ کی تالیف سے اردو خواں پبلک بالخصوص مسلمانوں پر احسان عظیم کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے ہر شخص با آسانی مسلمانوں کے تاریخی کارناموں سے پورے طور پر واقف ہو سکتا ہے۔ طرز تحریر نہایت سادہ اور زبان بہت ہی سلیس اور عام فہم ہے۔ صوبہ متوسط اور برار کے محکمہ تعلیم نے اس کتاب کو اپنے مدارس کے لئے پسند کیا ہے۔

(۱) حصہ اول۔ سیرۃ الرسول	قیمت	۱۲
(۲) حصہ دوم۔ خلافت راشدہ	"	۱۲
(۳) حصہ سوم۔ خلافت بنی امیہ	"	۱۲
(۴) حصہ چہارم۔ خلافت عباسیہ جلد اول		۱۲
(۵) حصہ پنجم۔ خلافت عباسیہ جلد دوم		۱۲
(۶) حصہ ششم۔ عباسیہ مصر		۱۲

تلاش حق مہاتما گاندھی کی خود نوشت سوانح عمری۔ جس میں انھوں نے اپنی زندگی کے تمام سچے سچے واقعات تحریر فرمائے ہیں۔ اس کی ہزاروں جلدیں ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکی ہیں۔ قابل دید کتاب ہے قیمت حصہ اول عہ حصہ دوم عہ
علاوہ محصولڈاک

سرکار کا دربار از الیاس احمد مجیبی صاحب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ پر بچوں کیلئے نہایت آسان زبان میں پیدائش سے لے کر وفات تک کے مفصل حالات۔ کتابت طباعت نہایت پاکیزہ۔ حجم تقریباً ۲۰۰ صفحات۔ قیمت عہ

چار یار۔ از الیاس احمد مجیبی صاحب
خلفائے راشدین کے پاکیزہ سبق آموز حالات۔ جکو ماہرین تعلیم نے بہت پسند کیا ہے۔ عبارت نہایت سلیس اور شگفتہ۔ قیمت صرف ۱۲ر۔ ۱۶۲ صفحات۔

دنیا کے بسنے والے حبشیوں۔ امریکہ کے پرانے باشندوں بدو عربوں۔ افریقہ کے بونوں اور جاپان۔ سوئٹزرلینڈ اور ان ملکوں کے لوگوں کے حالات جہاں ہزاروں من برف گرتی ہے۔
(از سید بشیر حسین زیدی بی اے کینٹب۔ بار ایٹ لا)
لکھائی چھپائی نہایت اچھی۔ قیمت صرف ۶ر۔

ترکوں کی کہانیاں	۱۳ر	بہار کے پھول نظمیں	۸ر
تاریخ ہند کی کہانیاں	۱۳ر	معلومات سیر دہلی	۱۲ر
بچوں کی کہانیاں	۱۰ر	اتالیق خطوط نویسی	۱۲

ملنے کا پتہ

نونہال بکڈپو بارہ ٹوٹی دہلی

پھوہڑ عورتوں کو سُگھڑ بنانیوالی اُستانی
قدرت نے عورت کو مرد کا ہمدرد، اس کا رفیق اور دلجو بنایا ہے دنیا کی تمام دلچسپیاں اور عیش و عشرت کا سامان اور مرد کی آسائش و آرام کا انحصار عورت کی ذات سے
وابستہ ہے خانہ داری کے بکھیڑے۔ سینا پرونا۔ پکانا۔ گھر کی آرائش۔ بچوں کی پرورش۔ روپے پیسے کا انتظام وغیرہ بہت سی ذمہ داریاں عورت کے پیچھے لگی ہوئی ہیں۔ اگر عورت
پھوہڑ ہو تو اُس گھر کا کیا حال ہوتا ہے؟ اس تلخی کا اندازہ وہی خوب کر سکتے ہیں جن کو ایسی عورتوں سے پالا پڑا ہے۔ اسی مشکل کو رفع کرنیکے لئے کتاب "اتالیق نسواں"
دس حصوں میں ایسی مرتب کی ہے کہ لڑکیوں کو سکھ ملتا ہے بہو بیٹیوں کو سلیقہ شعاری اور انتظام خانہ داری سکھلانے میں کوئی دوسری کتاب ہندوستان کی کسی زبان میں اس کا مقابلہ نہیں
کر سکتی بس کتاب پر عمل کرنے سے ہر عورت ہنرمند و سلیقہ شعار بن سکتی ہے کیونکہ ہر ایک مضمون کو شکلیں دیکر واضح کیا ہے اور پوری کتاب میں ۱۲۰۰ کے قریب شکلیں ہیں۔ سفید کاغذ پر خوشخط
طبع ہوئی ہے علیحدہ حصہ کوئی فروخت نہیں ہوگا۔ قیمت مکمل کتاب علاوہ محصول ڈاک (للعہ) چار روپیہ آٹھ آنہ ہے ✣ کتاب ناپسند ہونے پر ایک ہفتہ تک ہم واپس کر لیتے ہیں
مختصر فہرست مضامین ملاحظہ ہو
حصہ اول۔ حساب ۵۱ شکلیں۔ تعریف حساب سادہ جمع سے سادہ تقسیم تک کے قاعدے۔ دھیلا پیسہ رقمیں اور ان کے جوڑ تفریق کی مشق۔ مختلف کارآمد پیمانے۔ تحویل جمع مرکب سے تقسیم مرکب تک ✣
حصہ دوم۔ کھانا پکانا۔ ۷۴ شکلیں۔ انسان کی قدامت۔ مختلف پیشوں اور ہنر کی ایجاد۔ کاشتکاری شکار۔ پرانے برتن۔ چکنائی۔ مٹھاس۔ گندم۔ دال۔ گوشت مچھلی انڈے دودھ۔ پانی۔ ترکاری۔ پھل وغیرہ۔ نمک۔ لال مرچ گرم مصالحہ۔ کلونجی۔ میتھی۔ سونٹھ۔ سونف۔ پودینہ۔ زعفران نوشادر۔ بادام۔ خشخاش۔ بالائی وغیرہ چینی۔ کلچھ۔ ایلومینیم کے برتن۔ چاندی کے ورق۔ مراد آبادی چینی وغیرہ کے برتن۔ انگریزی۔ دیسی چولھے۔ ساگو دانہ۔ ساگودانہ۔ المدروٹ۔ آٹا گوندھنا۔ خمیری روٹی۔ بیسنی۔ میدہ بھری وغیرہ روٹیاں۔ مصالحہ کا اندازہ۔ ترکاری کترنا۔ پیاز وادرک و ترشی ڈالنا۔ مختلف طرح کی دال پکانا۔ آلو۔ بینگن۔ چنے کی دال کا بھرتا۔ گوشت پکانے کی احتیاط۔ قلیہ۔ قورمہ۔ کباب۔ پسندے۔ نمک کینہ مچھلی پکانا۔ برف۔ کباب چاول۔ طاہری۔ مختلف طرح کی کھچڑی۔ پلاؤ۔ بریانی۔ میٹھے چاول وغیرہ۔ فیرنی۔ نان پاؤ کے ٹکڑے۔ دلیا۔ حریرہ۔ یخنی۔ نخود آب۔ آش۔ شوربا۔ دال کی بڑیاں۔ اچھوانی۔ سونٹھ۔ گوند۔ اجوائن۔ مکھانے۔ پکوان پھلکیاں۔ گلگلے۔ شکر صاف کرنا۔ کچوریاں۔ پوریاں سموسے۔ پھینیاں۔ دہی بڑے۔ زیرہ کا پانی۔ مربّے اچار۔ مٹھائیاں وغیرہ ✣
حصہ سوم۔ سینا پرونا۔ ۲۴۳ شکلیں۔ مختلف ملکوں کے باشندوں کے لباس۔ سوئی۔ قینچی۔ انگشتانہ۔ گز چاک۔ موم۔ صابون۔ استری وغیرہ۔ کپڑا قطع کرتے وقت کن باتوں کا لحاظ رکھنا چاہئیے۔ پاجاموں کی تراش کرتہ کف۔ صدری۔ انگرکھا۔ چغہ۔ جیب کی مختلف شکلیں انگیا۔ کرتی۔ شیروانی۔ اچکن۔ قمیض۔ ویسٹ کوٹ۔ جاکٹ۔ پتلون۔ سکرٹ۔ کوٹ کے مختلف طرز۔ بخیہ تیپچی۔ ترپائی۔ کوک مارنا۔ لیٹواں سیون۔ مچھلی کا نا کاج جھالر۔ کیکری۔ تکئے۔ رال بند۔ لباس پاک۔ ٹوپ گلوب پوش۔ لحاف۔ توشک وغیرہ۔
حصہ چہارم۔ انشاء۔ مضمون نویسی ۱۲ شکلیں طرز خط۔ القاب و آداب۔ خط لکھنے کے اشارے۔ خط کے واسطے مطالب وغیرہ۔ طریق مضمون نویسی۔ کہانیاں فقروں کو جوڑ کر کہانیاں بنانا۔ مضمون نویسی کے مطالب۔ تشریح طلب محاورے۔ اشعار حل طلب تصاویر کو دیکھ کر مضمون لکھنا۔
حصہ پنجم۔ ابتدائی مصوری۔ ۱۶۹ شکلیں نقش پردازی کا سامان۔ چار خانے میں شکلیں بنانا۔ سیدھے خطوں کی شکلیں۔ گولائی مائل خطوں کی شکلیں مجسم اشیاء کی شکلیں۔ پھول پھل اور پتے وغیرہ۔
حصہ ششم۔ کپڑے رنگنا اور چھاپنا ۴۴ شکلیں رنگ کی اصلیت اور کپڑے رنگنا۔ غیر ولایت کے مصنوعی رنگ۔ لکڑی کے چھاپے۔ لہریا بنانا۔ رنگین کپڑے کا استعمال۔ گدڑی کا کام ✣
حصہ ہفتم۔ گوٹہ کناری کی حکمت۔ ۱۲۱ شکلیں۔ حکمت کی چیزیں۔ گوٹے کے جال اور حاشیے۔ گوٹہ کا کٹاؤ۔ جال گوکھرو کا کام۔ توئی۔ چھڑیاں۔ لہر۔ کیری پوتھ اور مصنوعی موتی کا کام ✣
حصہ ہشتم۔ کڑہت و چکن دوزی ۱۸۴ شکلیں کاغذ کے پھول کترنا۔ کترن کا استعمال۔ کٹائی کی مشق چھاپا۔ ٹیپچی کی دو سوتیا۔ گچھے۔ پھندے اور مختلف طرح کی کڑہت۔ ریشم اور اس کے کام کی مشق۔ حروف اور جانور بابن لیٹ کی کڑہت۔ اسکے مختلف طرز کے پھول چکر۔ بیل۔ حاشیے۔ بوٹیاں۔ بہت سی قسم کے دیکھت پھولی۔ انگریزی کڑہت۔ فیدرا سٹچ۔ ساٹن اسٹچ۔ فرنچ ناٹ۔ انگریزی حاشیے۔ بیل اور ولایتی کڑہت بہت سی قسم کی ڈوری کے حاشیے۔ انگریزی حاشیے کشمیری۔ مرڈری کا کام اور نمونے۔ کلابتون کا کام اور اسکی مشق کی بیلیں۔ سلمہ ستارے کا کام وغیرہ۔
حصہ نہم۔ مفید البنات ۸۰ شکلیں۔ جسم انسان کی تشریح نظام استخوانی عضلاتی۔ دموی۔ عصبانی وغیرہ۔ حواس خمسہ آلات تنفس و ہضم غدد اور کھال بیماری۔ قطب نما و تھرمامیٹر قوام شیر۔ دودھ کی شکل اور دیگر مفید باتیں۔ مولید ثلاثہ عناصر۔ تھرمامیٹر و بیرامیٹر۔ بوند نا پنے کا گلاس۔ عید نک بوتل۔ بھٹی پوش۔ گھڑی کا ڈائل وغیرہ۔
حصہ دہم۔ انتظام خانہ داری۔ مہیج خانگی۔ لکھنے کا طریق فہرست زیور و قیمتی اسباب۔ پاکٹ بک۔ صاف ہوا لینا ہوتا۔ غلظہ روشنی۔ باورچی خانہ۔ دودکش۔ مختلف قسم کے ایندھن۔ آبدار خانہ۔ حمام۔ صابون۔ پاخانہ۔ اجزاء دافع عفونت۔ طعام خانہ۔ خوابگاہ۔ دیوان خانہ۔ زنان خانہ مکان کی سجاوٹ۔ فرنیچر۔ لباس اور اسکی حفاظت وغیرہ سامان سنگھار وغیرہ عطر۔ تیل پھلیل وغیرہ۔ کفن طریق کا سامان
نوٹ۔ اس کتاب کے علاوہ ہمارے ہاں تعلیم نسواں کے متعلق بہترین کتابیں۔ قرآن مجید مترجم وغیرہ ترجمہ حمائل شریف مترجم و حری مناسب ہدیہ پر ملتی ہیں۔ فہرست مفت منگا لیجئے ✣
ملنے کا پتہ: کتب خانہ شرکت ادبیہ رجسٹرڈ۔ بارہ ٹوٹی۔ دہلی

لڑکوں اور لڑکیوں کے پڑھنے کے قابل کتابیں

مضمون نویسی سکھانے والی کتابیں

سی پارۂ دل یعنی مجموعہ مضامین حسن نظامی۔ ضخامت ۱۸۱ صفحے۔ کاغذ لکھائی چھپائی صاف۔
اس کتاب میں ۱۳۶ مضامین ہیں۔ تین مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اس کا ہر مضمون نہایت دلچسپ اور موثر ہے۔ جو شخص ایک دفعہ اس کتاب کو پڑھے اُسکو اردو لکھنی آجاتی ہے۔ قیمت دو روپے۔

اردو سکھانے کے مضامین اس کتاب میں حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے وہ چوٹی کے مضامین جمع کئے گئے ہیں جن کے پڑھنے سے خود بخود اردو نویسی کی مہارت پیدا ہوتی ہے۔ یہ وہ مضامین ہیں جن کی ہندوستان میں بہت دھوم ہو چکی ہے مثلاً ستاروں کی کھرچن۔ آنکھوں کی زبان چنداماموں وغیرہ ۳۲ صفحے۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت ۶ر

پڑوس کے سترہ پاجی ۷۰ صفحے کا رسالہ ہے۔ اسمیں مکڑی۔ کڑیوں۔ چیونٹیوں۔ مکھیوں۔ مرغیوں۔ کتوں۔ چوہوں گلہریوں کھٹملوں جھینگروں اور چھپکلیوں وغیرہ کے نہایت دلچسپ حالات حضرت خواجہ صاحب نے اپنے خاص انداز میں لکھے ہیں۔ پڑھنے کی چیز ہے۔ قیمت ۲ر

لڑائی کا گھر ضخامت ۵۵ صفحے۔ قیمت ۶ر۔ یہ چھوٹے چھوٹے رسالوں کا مجموعہ ہے جس میں حسب ذیل مضامین ہیں۔ توپخانہ۔ بندوق۔ مکھی کا میدان جنگ۔ مچھر کا اعلان جنگ۔ بم۔ جرمن شہزادہ کی لاش۔ ہوائی جہاز۔

آپ بیتی حسن نظامی یہ ۱۸۱ صفحے کی کتاب ہے لکھائی چھپائی اور کاغذ اعلیٰ درجے کا ہے
اس میں حضرت خواجہ حسن نظامی نے اپنی پیدائش سے سنہ ۱۹۱۹ء تک کے اپنے حالاتِ زندگی خود لکھے ہیں اور ہر چھوٹی بڑی بات کو خواہ وہ کیسی ہی پوشیدہ کیوں نہو صاف ظاہر کر دیا ہے اور زندگی کے بعض ایسے تجربے بھی قلم بند کئے ہیں جنکے پڑھنے سے دوسروں کو فائدہ پہونچتا ہے۔ قیمت عہ

بچوں کی کہانیاں باتصویر ضخامت مع تصاویر ۹۶ صفحے یعنی ۶۴ صفحے تصویروں کے ہیں۔ کاغذ لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ درجے کی۔ تصویریں مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر کی بنائی ہوئی نہایت عمدہ اور بچوں کے لئے پسندیدہ۔ یہ کتاب لیلیٰ خواجہ بانو صاحبہ اہلیہ حضرت خواجہ حسن نظامی کی لکھی ہوئی ہے۔ اسمیں وہ دلچسپ کہانیاں ہیں جو دہلی کے شریف گھرانوں میں ننھے بچوں کے سامنے کہی جاتی ہیں۔ لڑکے اور لڑکیاں شوق سے اُن کو پڑھتے ہیں۔ قیمت ۱۰ر

مسلمان بچوں کے دس سبق ضخامت ۶۱ صفحے۔ اس میں حضرت خواجہ صاحب نے حسب ذیل دس سبق لکھے ہیں۔ اللہ ایک ہے۔ اسلام اور ایمان۔ یتیم حور کی گڑیا۔ بن ماں باپ کا غریب بچہ۔ نیم کے پھول۔ سگرٹ۔ پان کی پیک۔ ہیرامن طوطا۔ تاش کا اِکّا۔ ان مضامین کو پڑھکر بچوں کے دل میں خود بخود اسلامی تاثرات پیدا ہوتے ہیں قیمت ۳ر

نوٹ۔ محصولڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔ ایک روپے سے کم کا وی پی روانہ نہوگا

سب کتابیں ملنے کا پتہ۔ **نونہال بک ڈپو۔ بارہ ٹوٹی دھلی۔**

چند ضرورت کی چیزیں

انگریزی حروف کا جیبی چھاپے خانہ

ہر طالب علم اور کاروباری آدمی کو اس بات کا شوق ہوتا ہے کہ اپنے نام کی مہر ہو یا کارڈ اور لفافے جو وہ دوسروں کو بھیجے اس پر اپنا نام اور پتہ خود چھپا ہوا ہو۔ چھاپے خانہ میں چھپوانے یا مہر بنوانے میں بہت زیادہ روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ ان تمام دقتوں کو یہ پاکٹ پریس یعنی جیبی چھاپے خانہ دور کر سکتا ہے۔ اس کے حروف نہایت عمدہ و صاف ربڑ کے بنے ہوئے ہیں اور برسوں کام دیتا ہے یہ مختلف قسم کے ہوتے ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے فرمائش کے وقت نمبر ضرور لکھنا ہوگا

پریس نمبر ا۔ اس میں چھوٹے اور بڑے دونوں قسم کے حروف ہیں۔ دو لائن بیک وقت چھاپ سکتا ہے قیمت ۱۲ر

پریس نمبر ۲۔ اس میں بھی پریس نمبر ا کی بہ نسبت حروف زیادہ ہیں۔ تین بیلیں اور ۳ بڑی اور تین لائن الگ الگ چھپ سکتی ہیں۔ یہ پریس بیک وقت ۳ لائن چھاپ سکتا ہے یہ ... قیمت ۱ روپیہ ۱۲ر

پریس نمبر ۳۔ اس میں ۳۰۰ سے زیادہ نہایت عمدہ بڑے اور چھوٹے حروف ہیں۔ کئی قسم کی بیلیں بھی ہیں۔ تاریخ وغیرہ چھاپنے کے لئے نمبر بھی ہیں۔ ۳ بڑی اور ۳ چھوٹی لائن بیک وقت چھپ سکتی ہیں نہایت عمدہ پریس ہے۔ قیمت پانچ روپے چار آنے

جیبی گلاس

یہ گلاس ہر جگہ کام دیتا ہے سیر میں سفر میں تنگا میں
اس گلاس کے موجد نے اس کو اس طرح بنایا ہے
اس کے ٹکڑے کر کے ان کو اس طرح ملایا ہے کہ
جب چاہو کھول کر پانی پیو اور جب چاہو دبا کر جیب میں رکھ لو۔
نہایت کام کی چیز ہے۔ قیمت فی گلاس ۱۲ر

ڈیٹ پرنٹر (تاریخ چھاپنے کی مہر)

اس مہر میں تاریخ مہینے اور سنہ نہایت
صاف اور عمدہ ربڑ کے تراشے ہوئے لگائے
گئے۔ جو تاریخ مہینہ اور سنہ چاہو چھاپ لو
دیر تک خراب نہیں ہوتی قیمت صرف ۱۲ر

پنسل تراش

اس کے ذریعہ سے پنسل نہایت صاف اور عمدہ بنتی ہے۔ قیمت فی عدد ۲ پیسے
سلولائڈ کا بنا ہوا نہایت خوش رنگ، خوبصورت اور مضبوط۔ قیمت ۶ر

نوٹ۔ ہر چیز کا محصول بذمہ خریدار ہوگا۔

پتہ۔ ایس۔ ایم۔ اسحاق اینڈ کو بارہ ٹوٹی دہلی۔

باہتمام فیاض حسین نسیم پرنٹر و پبلشر جید برقی پریس دہلی میں طبع ہو کر دفتر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی سے شائع ہوا

THE HON-HAR DELHI.

AN ILLUSTRATED & MOST USEFUL URDU MAGAZINE FOR BOYS & GIR

Annual Subscription Including Postage Rs 3 4 0.

JANUARY, 1931

قواعد وضوابط

---

(۱) رسالہ ہونہار ہر ماہ کے وسط میں شائع ہوتا ہے۔

(۲) اگر کبھی اتفاقاً رسالہ پہونچنے میں دیر ہو جائے تو ۲۰ تاریخ تک دفتر کو رسالے کے وصول نہ ہونے کی اطلاع دیدینی چاہئے۔ اس کے بعد طلب کرنیوالوں کو قیمتاً بھیجا جائے گا۔

(۳) رسالہ ہونہار کا سالانہ چندہ تین روپے چار آنے۔ بذریعہ وی پی ہے اور ششماہی دو روپیہ ہے۔

(۴) خط وکتابت کرتے وقت اپنا پورا پتہ خوشخط مع خریداری نمبر تحریر فرمائیے۔

(۵) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ارکا ٹکٹ آنا چاہئے ورنہ تاخیر معاف۔

(۶) نمونہ کیلئے ہر کے ٹکٹ ضرور آنا چاہئیں۔

(۷) تمام خط وکتابت وترسیل زر بنام نیجر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی ہونی چاہئے۔

(۸) مضامین و دیگر شکایات کے متعلق تمام خطوط اڈیٹر صاحب رسالہ ہونہار کے نام آنا چاہئیں۔

(۹) مضامین مختصر اور عام فہم ہونے چاہئیں جنکو بچے نہایت آسانی کے ساتھ سمجھ سکیں اور جو بچوں کے اخلاق سدھارنے اور اُن میں ترقی کا جذبہ پیدا کرنے میں معاون ہوں۔

انعامات

(۱) جو طالب علم رسالہ ہونہار کیلئے سب سے زیادہ اور اچھے مضامین لکھے گا سال کے آخر میں اُسے ایک نقرئی تمغہ انعام میں دیا جائے گا اور اُس کا فوٹو بھی رسالہ میں شائع کیا جائیگا۔

(۲) رسالہ ہونہار کے لئے اچھے مضامین لکھنے والی لڑکیوں کو بھی انعامات دئے جائیں گے۔

"نیجر"

رسالہ ہونہار کے خریدار بنانیوالوں کیلئے انعامات

کتابیں۔ فاؤنٹین پن اور گھڑیاں مفت میں حاصل کیجئے

آپ نے دیکھا کہ رسالہ ہونہار روز بروز کیسی ترقی کر رہا ہے اور طالب علموں کے فائدے اور دلچسپی کے لئے اس میں کتنے اچھے مضامین شائع ہوتے ہیں ہندوستان کے کئی تعلیمی محکمے اس کو اپنے مدرسوں کے لئے منظور کر چکے ہیں اور یہی اس رسالہ کے اچھا اور مفید ہونے کا ثبوت ہے۔ لیکن آپ نے رسالہ ہونہار کے خریدار بڑھانے میں ابھی تک کوئی کوشش نہیں کی۔ حالانکہ آپ کو چاہئے تھا کہ جو چیز آپ کو پسند ہے اپنے دوستوں اور عزیزوں کے لئے بھی منگوائیں۔

اب ہم نے نئے سال کی آمد کی خوشی میں رسالہ ہونہار کے خریدار بنانے والوں کے لئے چند انعامات مقرر کئے ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ انھیں ضرور حاصل کریں گے۔

انعامات

ایک خریدار بنانے والے کے لئے حیاتِ رسول۔ مصنفہ مولانا عباس علی صاحب ایم اے

۲ " " " " " " دنیا کے بننے والے۔ مصنفہ جناب سید بشیر حسین صاحب زیدی بی اے

۳ " " " " " " تاریخ الامت حصہ اول (از مولانا اسلم جیراجپوری)

۴ " " " " " " مہاتما گاندھی کی خودنوشت سوانحعمری۔ دو حصے۔ یا ۶ ماہ کیلئے رسالہ ہونہار

۵ " " " " " " ایک نہایت عمدہ فاؤنٹین پین

۶ " " " " " " رسالہ ہونہار ایک سال کے لئے مفت

۱۰ " " " " " " ایک نہایت عمدہ اور قیمتی رسٹ واچ۔

فہرست مضامین - بابت ماہ جنوری ۱۹۳۱ء

علم اور کوشش

علم کی دولت کمائی جس نے وہ ہی مالدار
ہے یہ وہ دولت کہ ناممکن ہے دنیا سے شمار

کامیابی پاؤں چومے گی اگر ہے ہونہار
منحصر ہے تیری کوشش پر ترا دارومدار

جن کی سب عزت کریں کر وہ طریقے اختیار
اچھے لوگوں میں ہو آگے چل کے بھی تیرا شمار

جن کے طور اچھے ہیں غیروں کو بھی ہوتے ہیں عزیز
جن کے ڈھنگ اچھے نہیں اپنوں پہ ہو جاتے ہیں بار

علم کی دولت کا مالک ہے جہاں میں بے خطر
رہزنوں سے ہے نہ خائف وہ نہ چوروں کا شکار

عزم جو کچھ ہو مگر وہ پختگی کے ساتھ ہو
جو ارادہ دل میں پیدا ہو نہایت پائدار

محنتیں ضائع نہیں جاتیں کسی کی اے عزیز
سب کی محنت کا صلہ دیتا ہے خود پروردگار

بار آور کوششیں ہوتی ہیں ہر انسان کی
سینچتا ہے باغباں پودے تو آتی ہے بہار

رات دن تو دیکھتا ہے کوششوں کا ماحصل
پھونک کی محنت سے پگھلاتا ہے لوہے کو لہار

غم کے دریا میں بھی حاوی رہ کے استقلال پر
ناخدا کی کوششیں کشتی کو کر دیتی ہیں پار

تو جو چاہے میں بلا محنت کے کچھ حاصل کروں
غیر ممکن ہے یہ نشتر چاہے سر ٹپکے ہزار

نشتر بلرامی

آپس کی بات چیت

دوسرے سال کا آغاز

رسالہ ہونہار کو جاری ہوئے پورا ایک سال ہوگیا۔ اس قلیل عرصہ میں جو اس نے حیرت انگیز ترقی کی ہے وہ اب رسالہ کے ناظرین سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ہم اپنے چھوٹے بھائیوں اور بہنوں کے لئے ایسا لٹریچر مہیا کر رہے ہیں جس کے مطالعہ سے ان میں ترقی کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔ اُن کی قابلیت بڑھے۔ اُن کی معلومات میں اضافہ ہو۔ وہ بُری باتوں سے بچیں۔ اور اُن کے دماغ فرقہ دارانہ باتوں سے متاثر نہ ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم نے آج سے ایک سال پیشتر جنوری کے پہلے نمبر میں جن اغراض و مقاصد کو بیان کرکے رسالہ جاری کیا تھا اُس میں ہمیں کامیابی ہو رہی ہے۔ اور جیسا کہ آپ نے ہندوستان کے مشہور اخبارات اور رسائل کے ریویو اور بڑے بڑے معزز حضرات اور ماہرینِ تعلیم کی رایوں سے معلوم کیا ہوگا یہ رسالہ اس وقت طلبہ کا بہترین رسالہ تسلیم کیا جاتا ہے اور ہندوستان کے کتنے ہی سرکاری تعلیمی محکمے اس کو اپنے اپنے اسکولوں کی لائبریریوں کے لئے منظور کر چکے ہیں۔

ہمارے ساتھ کئی ادبی اور اخلاقی رسالے جاری ہوئے تھے لیکن افسوس کہ وہ سرمایہ کافی نہ ہونے یا قوم کی بے پروائی کی وجہ سے بند ہو گئے۔ ہمیں بھی اس عرصہ میں کافی نقصان برداشت کرنا پڑا لیکن ہم نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی بلکہ ہر نمبر پچھلے نمبر سے بہتر شائع کیا اور پابندیِ وقت کا بھی ہمیشہ خیال رکھا۔

رسالے کے صفحات میں اضافہ

رسالہ ہونہار کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے ہم برابر کوشش کر رہے ہیں اب تک مضامین کے صرف ۴۰ صفحے شائع ہوتے رہے ہیں لیکن ہم اس نئے سال سے مستقل طور پر چار صفحات کا اضافہ کر رہے ہیں اور رسالہ بجائے ۴۰ صفحات کے ۴۴ صفحات پر شائع ہوا کریگا۔ گویا کچھ مزید اخراجات ہم نے اپنے ذمے لے لئے ہیں۔ لیکن آپ کی مدد کی ہمیں سخت ضرورت ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اپنے دوست احباب میں تذکرہ کرکے رسالہ ہونہار کے خریدار بنا سکتے ہیں۔ اگر آپ میں سے ہر طالب علم رسالہ کا ایک ایک خریدار بنا دے تو ہم آپ کے فائدے کے لئے بہت سی مفید چیزوں کا اضافہ کر سکتے ہیں۔ اپنے دوستوں سے کہہ دیجئے کہ وہ نئے سال کے آغاز یعنی جنوری ۱۹۳۱ء سے رسالہ ہونہار کے خریدار بن جائیں تاکہ سال کے پورے پرچے اکٹھے کر سکیں

رسالہ ہونہار کے معاونین خصوصی

رسالہ ہونہار کی ترقی کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ اس میں ملک کے بہترین مضمون نگار حضرات کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں جن معزز حضرات کے مضامین شائع ہوئے اُن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

عالیجناب ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب ایم اے پی ایچ ڈی پرنسپل جامعہ ملیہ دہلی۔

حکیم محمد یوسف حسن صاحب ایڈیٹر نیرنگ خیال لاہور
حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب
ہلال احمد صاحب زبیری بی اے۔ ایڈیٹر الجمعیۃ دہلی
صوفی لچھمن پرشاد ایڈیٹر مستانہ جوگی۔
حضرت ظفر قریشی دہلوی۔
سید نصیر احمد ہیڈ ماسٹر جامعہ ملیہ برانچ اسکول دہلی
حضرت ملا رموزی صاحب۔
جناب ایم اسلم صاحب لاہور
نذیر نیازی صاحب بی اے استاد جامعہ ملیہ
جناب عابد مسیح صاحب بی اے جرنلسٹ مراد آباد
حضرت محوی صاحب لکچرار مدراس یونیورسٹی
جناب محمد فاروق حسن صاحب پانی پتی
محمد یٰسین خاں صاحب بی اے بی ٹی
جناب لالہ گنگا رام صاحب مدرس اوّل عیسیٰ پور
جناب محمد کامل صاحب شوخ جونپوری
جناب مولوی اللہ بخش صاحب انصاری
محترمہ کلثوم فریدہ بیگم دہلوی
محترمہ ایزی صاحبہ۔ لکھنؤ

مندرجہ ذیل حضرات کی سنہ ۱۹۳۰ء میں نظمیں شائع ہوئیں

مولانا حامد حسن صاحب قادری پروفیسر سینٹ جانس کالج آگرہ
مولانا اسلم جیراجپوری پروفیسر جامعہ ملیہ
مولوی شفیع الدین نیّر ٹیچر موڈرن ہائی اسکول دہلی
حضرت نشتر بلگرامی ازعلیگڑھ
حضرت ساغر صاحب ازعلیگڑھ
حضرت سروش از بمبئی
محترمہ امۃ الزہرا بیگم۔ مدیرہ عفت دہلی

ان کے علاوہ ہندوستان کے مختلف اسکولوں کے طلبہ کے بھی نہایت اچھے اچھے مضامین شائع ہوئے۔

شکریہ

ہم اپنے ان تمام معاونین کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے قلمی امداد فرما کر ہماری ہمت افزائی کی و نیز عالیجناب ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب ایم اے پی ایچ ڈی پرنسپل جامعہ ملیہ و حکیم محمد یوسف حسن صاحب ایڈیٹر نیرنگ خیال لاہور کا خاص طور سے شکریہ ادا کرتے ہیں جن کے مفید مشوروں سے ہم رسالہ کو اتنی ترقی دے سکے۔ ہم جناب محمد عمر صاحب مالک نیشنل واٹنگ کمپنی و جناب محمد اسحاق صاحب خلف جناب محمد فاروق صاحب سوداگر پتیل والے دہلی کے بھی شکر گذار ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ رسالہ ہونہار کی امداد کی اور اب تک کر رہے ہیں۔

اچھے مضامین لکھنے پر انعام

رسالہ ہونہار کے پچھلے نمبروں میں اعلان کیا جا چکا ہے کہ جو طالب علم ہونہار کے لئے سب سے زیادہ مضامین لکھے گا اُس انعام دیا جائے گا۔ اس وقت دو طالب علم خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں (۱) ملک غلام حیدر از سیالکوٹ (۲) مبشر علی ساغر بدایونی از کانپور ان میں ملک غلام حیدر صاحب کو رسالہ ہونہار کے لئے سب سے زیادہ مضامین لکھنے پر ایک نقرئی تمغہ انعام میں دیا جاتا ہے اور آیندہ کسی اشاعت میں دونوں صاحبان کے فوٹو بھی شائع کئے جائیں گے۔

رسالہ ہونہار کے مضامین

ہونہار میں شائع ہونے کے لئے دفتر میں اس کثرت سے مضامین موصول ہوتے ہیں کہ اُن سب کا بیک وقت شائع کرنا ہمارے لئے بہت مشکل ہے۔ ہم طویل کے بجائے مختصر مضامین کو سب سے پہلے شائع کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض حضرات کے لمبے لمبے مضامین آئے ہوئے رکھے ہیں اور اُن کے شائع ہونے کی نوبت بھی نہیں آتی۔ اس کے علاوہ ایسے مضامین بھی شائع نہیں کئے جاتے جن کی زبان مشکل ہو یا عام فہم نہو لہذا مضامین لکھتے وقت مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

(۱) مضمون مختصر ہو (۲) اپنی عقل اور قابلیت سے لکھا ہو کسی دوسرے کی مضمون یا کسی کتاب کی نقل نہو (۳) کسی کے مذہب پر حملہ نہو (۴) اس سے کوئی اخلاقی پہلو نکلتا ہو (۵) زبان اتنی آسان ہو کہ پرائمری اسکولوں کے بچے بھی اس کو سمجھ سکیں (۶) اگر کسی کتاب یا رسالہ سے ترجمہ کیا جائے تو اُس کا حوالہ ضرور دیا جائے۔

رسالہ ہونہار کا معیار

بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ رسالہ بہت چھوٹے بچوں کے لئے جاری کیا گیا ہے لیکن اس میں مضامین مڈل اور ہائی اسکول کے طلبہ کے لئے ہوتے ہیں۔ ہم نے سب سے پہلے نمبر میں اعلان کیا تھا کہ "یہ رسالہ صرف چھوٹے بچوں کے لئے نہیں ہے بلکہ اس کا معیار بڑھا کر اتنا کر دیا گیا ہے کہ ہائی اسکولوں کے طلبہ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں" ہم کوشش کرتے ہیں کہ اس میں آسان سے آسان زبان استعمال کی جائے۔ اس کا خط اتنا صاف اور واضح ہو کہ چھوٹے بچے بھی اس کو نہایت آسانی کے ساتھ پڑھ سکیں اور سمجھ سکیں۔ چھوٹے بچوں کے لئے پھول، پریم، گلدستہ، نہایت اچھے پرچے نکل رہے ہیں لیکن اس رسالہ میں ایسے مضامین شائع کئے جاتے ہیں جن سے چھوٹے بچوں کے علاوہ بڑے لڑکے بھی فائدہ اٹھا سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ رسالہ لڑکوں اور لڑکیوں کے ہائی، مڈل اور پرائمری اسکولوں کے لئے خریدا جاتا ہے اور تعلیمی محکموں نے اس کو اونچے درجوں کے طلبہ کے لئے منظور کیا ہے۔

(ادارہ)

نیبو کے تراشے ہوئے عجیب و غریب کھلونے
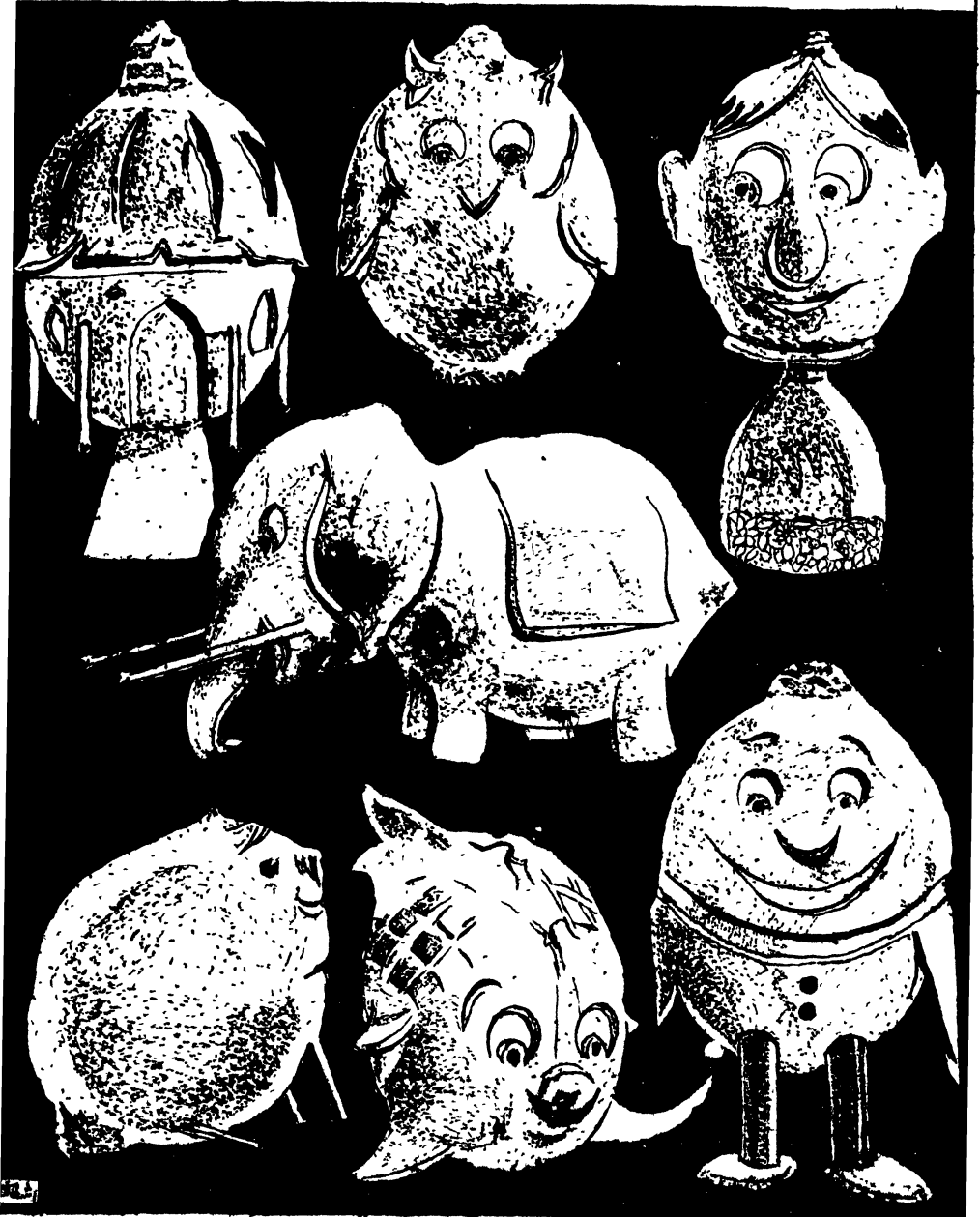
یہ دلچسپ کھلونے معمولی نیبوؤں کے چھلکے تراش کر بنائے جاسکتے ہیں۔ اُن کی ٹانگوں اور بازو وغیرہ کے لئے دیاسلائی کے ٹکڑے استعمال کیجئے۔ اور نیچے موٹی ٹانگوں کے لئے سرکنڈوں کے ٹکڑے کام آسکتے ہیں۔

آنسو

(از حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب)

بچے پٹتے ہیں تو روتے ہیں اور رونے میں آنسو بہنے لگتے ہیں۔ کسی کا کوئی مرجاتا ہے تو وہ بھی غم میں روتا ہے اور اس کے بھی آنسو بہتے ہیں

آنسو پانی کے قطرہ کو کہتے ہیں جو روتے وقت آنکھوں میں خود بخود آجاتا ہے اور رخسار پر آنسو بہنے لگتے ہیں۔

مگر آنسو رونے ہی میں نہیں زیادہ ہنسی کی حالت میں بھی نکل آتے ہیں۔ اکثر ہنسنے والے جب ہنستے ہنستے لوٹ جاتے ہیں تو اُن کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔

ایک آنسو خوشی کے ہوتے ہیں جن کو رونے اور ہنسنے سے کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ اگر کسی ماں کا کوئی بچہ کھو جائے اور پھر بہت ڈھونڈھنے کے بعد مل جائے تو ماں بچے کو چھاتی سے لگا کر خوب پیار کرتی ہے اور اُس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگتے ہیں۔ اُن آنسوؤں کو خوشی کے آنسو کہتے ہیں

آدمی کے اندر شاید غم اور خوشی کی گنگا جمنا بہتی رہتی ہے اور جب آدمی غمگین ہوتا ہے تو غم کی گنگا جمنا آنسو بھیج دیتی ہے اور جب خوش ہوتا ہے یا ہنستا ہے تو خوشی کی گنگا جمنا سے آنسو آجاتے ہیں۔ یہ آدمی کیا ہے اللہ کی قدرت کا ایک تماشہ ہے (خواجہ سکول گرلز دہلی

مولانا محمد علی کا لندن میں انتقال

۵ جنوری ۱۹۳۱ء کو یہ اندوہناک خبر موصول ہوئی کہ ۴ جنوری ۱۹۳۱ء کو مولانا محمد علی کا لندن میں انتقال ہو گیا۔ ان کو عرصہ دراز سے دل [illegible] بیماری تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی دیگر بیماریوں میں مبتلا تھے۔ بیماری کے باوجود وہ گول میز کانفرنس میں تشریف لے گئے اور وہاں اپنے ملک کی صحیح نمایندگی کی۔ زیادہ کام کرنے کی وجہ سے اُن کی صحت پر بہت بُرا اثر پڑا اور اسی سے ان کی موت واقع ہوئی اُن کی موت پر ہر جگہ ماتم کیا جا رہا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ ان کی وصیت کے مطابق اُن کی لاش بیت المقدس میں دفن کی جائے گی۔

اسکول کی زندگی

عرف ناگناتھن

بچوں کے لئے ایک نہایت دلچسپ ڈرامہ

(خاص ہونہار کیلئے)

اشخاص ڈراما

۱۔ شعیب
۲۔ سبا راؤ } مدرسہ کے دو شریر طالب علم

۳۔ ناگناتھن
۴۔ گووند راؤ } مدرسہ کے دو محنتی طالب علم

۵۔ تین مدرس۔
۶۔ تین اور طالب علم۔
۷۔ ساہوکار
۸۔ ڈاکیہ
۹۔ چپراسی
۱۰۔ چائے بیچنے والا۔

پہلا منظر

(مدرسہ کی دوسری گھنٹی بجتے ہی تمام طلبہ حاضری کے لئے قطاروں میں کھڑے ہوجاتے ہیں۔ ماسٹر حاضری لیتا ہے حاضری کے بعد دو طالب علم ایک طرف ہوکر حالی کی مندرجہ ذیل نظم پڑھتے ہیں جسے تمام طلبہ ایک ساتھ اسی طرح دہراتے ہیں)

کامل ہے جو ازل سے وہ ہے کمال تیرا
باقی ہے جو ابد تک وہ ہے جلال تیرا

ہے عارفوں کو حیرت اور منکروں کو سکتہ
ہر دل پہ چھا رہا ہے رعب جمال تیرا
کاوش میں ہے الٰہی دگرا میں ہی طبیعی
جو حل ہوا نہ ہوگا وہ ہے سوال تیرا
چھوٹے ہوئے ہیں گو جی پڑل بندھے ہوئے ہیں
ملنے سے بھی سوا ہے چھٹنا محال تیرا
ہے پاس دوستوں کے تیری یہی نشانی
یارب کبھی نہ پائے زخم اندمال تیرا
بیگانگی میں حالی یہ رنگ آشنائی
سن سن کے سر دھنیں گے قال اہل حال تیرا

(نظم ختم ہوتے ہی تیسری گھنٹی بجتی ہے اور تمام طلبہ اپنی اپنی جماعتوں میں چلے جاتے ہیں)

دوسرا منظر

(مدرسہ کا دفتر۔ دفتر میں ہیڈ ماسٹر اور کلرک کام کر رہے ہیں وقفہ کی گھنٹی بجتی ہے۔ تین اساتذہ داخل ہوتے ہیں اور ہیڈ ماسٹر کے پاس کی کرسیوں پر بیٹھ جاتے ہیں)

ہیڈ ماسٹر۔ میں نے آپ لوگوں کو اس لئے تکلیف دی ہے کہ ہمارے یہاں جو ہاؤس سسٹم

کا قاعدہ: آج ہے ارادہ ہے کہ اس کو اپنے سکول میں بھی جاری کیا جائے۔
بہاری مل (بغیر سوچے ہاں میں ہاں ملاکر) ضرور رائج کیا جائے
ہیڈ ماسٹر۔ (بہاری مل سے) آپ کے یہاں اس سسٹم کو کن اصول پر چلایا جاتا ہے؟
بہاری مل۔ جی ہمارے ہاں تو.......
(گھبرا کر اپنے دل میں۔ ہائے کیا کروں؟ میں نے تو یوں ہی ہاں میں ہاں ملادی تھی۔ سر کھجانے لگتا ہے)
ہیڈ ماسٹر (گفتگو جاری رکھتے ہوئے) ہمارے ہاں تو یہ قاعدہ ہے کہ طلبہ کے کئی گروپ بنائے جاتے ہیں اور ہر گروپ ایک اُستاد کی نگرانی میں ہوتا ہے۔ ان "گروپس" کا سپورٹس۔ سپیچ۔ تعلیم وغیرہ کا آپس میں مقابلہ ہوتا ہے اور اچھے گروپ کو زیادہ نمبر دئے جاتے ہیں۔
بہاری مل۔ صاحب بہت ہی اچھا قاعدہ ہے۔
(ایک نوجوان مدرس کچھ کہنے کے لئے اٹھتا ہے۔ بہاری مل زور سے اس کی چٹکی لیتا ہے۔ نوجوان مدرس پیچھے مڑکر دیکھتا ہے۔ بہاری مل آنکھ سے بیٹھ جانے کا اشارہ کرتا ہے۔ مدرس بیٹھ جاتا ہے)
ہیڈ ماسٹر۔ ہر ایک گروپ کی قیامگاہ کا نام بڑے آدمیوں کے نام پر رکھا جاتا ہے مثلاً گلیڈسٹون شکسپیر۔ ملٹن وغیرہ۔ ہمارے اسکول میں فی الحال پانچ گروپ ہونے چاہئیں۔
نوجوان مدرس (ایک تجویز پیش کرنے کے لئے کھڑے ہوتے ہوئے) صاحب!.....
(بہاری مل اس کا کرتہ پیچھے سے زور سے کھینچتا ہے اور خاموش رہنے کا اشارہ کرتا ہے)
بہاری مل۔ ہاں صاحب ۵ گروپ ٹھیک ہیں۔
ہیڈ ماسٹر۔ اب آپ لوگ بتائیے کہ کن لوگوں کے نام سے یہ گروپ بنائے جائیں؟
(نوجوان مدرس پھر اُٹھتا ہے۔ بہاری مل بدستور پیچھے سے اس کا کرتہ کھینچتا ہے لیکن اب کی بار نوجوان برابر اپنی گفتگو جاری رکھتا ہے)
نوجوان مدرس۔ میرے خیال میں گوکھلے۔ ٹیگور تلک۔ محمد علی کے نام سے یہ گروپ رکھے جائیں تو بہتر ہے۔
بہاری مل۔ صاحب یہ تجویز بالکل پالیٹکس سے متعلق ہے۔ سرکاری حکم اس کی بالکل اجازت نہیں دیتا۔
ہیڈ ماسٹر (جس کا تقرر حال ہی میں ہوا ہے) میں نہیں سمجھتا کہ سرکاری احکامات اس قسم کی تجویز کی مخالفت کر سکتے ہیں۔
بہاری مل۔ صاحب گورنمنٹ سرکلر نمبر ۸۰۹ مورخہ ۱۰ جون صاف صاف بتلاتا ہے کہ طلبہ اور استادوں کو پالیٹکس میں حصہ لینے کی سخت ممانعت ہے۔
ہیڈ ماسٹر۔ میرے خیال میں یہ کوئی سیاسی تجویز نہیں ہے۔
بہاری مل۔ میں پندرہ سال سے گورنمنٹ کی نوکری کر رہا ہوں۔ ایسے واقعے میرے سامنے بہت ہو چکے ہیں۔
ہیڈ ماسٹر۔ لائیے ذرا اس سرکلر کو دیکھیں۔
بہاری مل تیزی سے دفتر کے کلرک کے پاس جاتا ہے اور

ہیڈ ماسٹر کا نام لے کر سر کلر تاگتا ہے۔ ہیڈ ماسٹر کا نام سنتے ہی
دفتری کی بُری حالت ہو جاتی ہے۔ اسی بدحواسی اور گھبراہٹ
کے عالم میں جونہی وہ کرسی سے اُٹھتا ہے روشنائی تمام
کاغذوں پر گر جاتی ہے۔ بمشکل تمام سر کلر ڈھونڈھ کر لگاتا ہے
ایک جگہ سے ٹھوکر سے گر پڑتا ہے اور گونددانی اُلٹ جانے
کی وجہ سے تمام گوند فائل پر گر جاتا ہے۔ وہ اپنا کوٹ
صاف کرتے ہوئے اُٹھتا ہے اور کانپتا ہوا ہیڈ ماسٹر کے
پاس پہونچتا ہے لیکن فائل پیش کرتے وقت ہاتھ سے
چھوٹ جاتا ہے۔ گھبرا کر اُسے اٹھاتا ہے اور پیش کرتا ہے)

ہیڈ ماسٹر (سرکلر دیکھنے کے بعد نوجوان مدرس سے مخاطب ہو کر) مسٹر میں آپ کی تجویز قبول کرنے سے مجبور ہوں۔

نوجوان مدرس۔ بہت بہتر ہے۔ اب نام لالہ بہاری مل صاحب ہی بتلائیں گے۔

بہاری مل۔ ہاں صاحب لکھئے۔ اِس ضلع کے مشہور کلکٹر مسٹر روس راتش۔ کپتان ایک مشہور انجنیر۔ پادری جج۔ اللہ بخش انسپکٹر۔

ہیڈ ماسٹر نام نوٹ کرتا ہے۔ پڑھائی کا گھنٹہ
بجتا ہے۔ اساتذہ چلے جاتے ہیں۔ ناگنا تھن
ایک نیا طالب علم داخلہ کے لئے آتا ہے۔ اساتذہ
کی تصدیق کے بعد فارم کلرک کو دیتا ہے۔ کلرک
ہیڈ ماسٹر کے سامنے پیش کرتا ہے۔ ہیڈ ماسٹر
ناگنا تھن کا داخلہ آٹھویں جماعت میں کر لیتا
ہے)

تیسرا منظر

(مدرسہ کے دو شریر طالب علم شعیب اور سباراؤ
آپس میں گفتگو کر رہے ہیں)

شعیب۔ مسٹر سباراؤ اس سال ہمارے مدرسہ میں چند عجیب و غریب ہستیاں داخل ہوئی ہیں۔ سال تو بڑے مزے سے گذرے گا دوست!

سباراؤ۔ بھائی زندہ دلوں کے لئے کبھی ایسی ہستیوں کی بھی کمی رہی ہے؟

شعیب (سامنے کی طرف اشارہ کرکے) دیکھو سامنے سے کوئی نیا شکار چلا آ رہا ہے۔ صورت سے تو چے غین۔ دال معلوم ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے مذاق ہی رہے۔ دیکھو میں تو بنتا ہوں اُستاد۔

سباراؤ۔ اور میں؟

شعیب۔ شاگرد۔

سباراؤ اس موقعہ پر کھسیانا سا ہو جاتا ہے لیکن شرارت
پوری کرنے کیلئے راضی ہو جاتا ہے)

سباراؤ۔ اچھا۔ پھر

شعیب۔ بس تم ایک طرف چھپ جاؤ۔ جب میں آواز دوں چلے آنا۔ پھر دیکھنا کیا تماشہ ہوتا ہے۔

سباراؤ ایک طرف چھپ جاتا ہے۔ شعیب اپنے کپڑوں
اور ٹوپی کو جلدی جلدی ٹھیک کرتا ہے۔ اتنے میں
ناگنا تھن داخل ہوتا ہے)

شعیب (سنجیدگی سے) تمہارا نام؟

ناگنا تھن۔ میرا نام ناگنا تھن ہے۔

شعیب (اسی سخت لہجہ میں) تم پہلے کس مدرسہ میں تعلیم پاتے تھے اور تمہارا استاد کون تھا؟

ناگنا تھن (مرعوب ہوکر) صاحب میں بلند شہر کے مدرسہ میں پڑھتا تھا اور میرے استاد کا نام نارائن راؤ ہے۔

شعیب۔ کیا مسٹر نارائن راؤ نے اس آوارہ گردی کے علاوہ تمہیں کچھ نہیں سکھایا؟

ناگنا تھن (ڈرتے ہوئے) صاحب انھوں نے بہت کچھ سکھایا ہے وہ بہت اچھے ماسٹر ہیں۔

شعیب (سرہلاکر) خوب جیسے استاد ویسے شاگرد۔ میں کتنی دیر سے دیکھ رہا ہوں کہ تم سبق یاد کرنے کی بجائے اِدھر اُدھر مارے مارے پھر رہے ہو (سبا راؤ کو آواز دیتے ہوئے) سبا راؤ! سبا راؤ!!

سبا راؤ (آکر) آداب عرض ہے۔ کہئے ماسٹر صاحب۔

شعیب۔ جاؤ جلدی سے ایک چھڑی اور سٹول لے آؤ۔

سبا راؤ (آہستہ سے) ماسٹر صاحب! ابھی تیسرا گھنٹہ تو شروع نہیں ہوا۔

شعیب (غصہ ہوکر) بے وقوف مجھے اس وقت چھڑی کی ضرورت ہے۔

سبا راؤ (ڈرتے ہوئے) ابھی لایا ماسٹر صاحب۔

(جاتا ہے)

(ناگنا تھن کے آنسو بھر آتے ہیں اور وہ آہستہ آہستہ روتا ہے۔ سبا راؤ چھڑی اور اسٹول لاتا ہے)

شعیب۔ (اسٹول کی طرف اشارہ کرکے) ناگنا تھن اسٹول پر کھڑے ہوجاؤ اور ۱۰۰ دفعہ اپنی کاپی پر یہ جملہ لکھ کر دکھاؤ "کہ میں آئندہ سے جماعت کے باہر کبھی اِدھر اُدھر نہ پھروں گا"

(ناگنا تھن اسٹول پر چڑھنے میں دیر لگاتا ہے۔ سبا راؤ ناگنا تھن سے کہتا ہے)

سبا راؤ (آہستہ کان میں) جلدی کھڑے ہوجاؤ ورنہ یہ ماسٹر بہت ماریں گے۔

(ناگنا تھن روتے ہوئے اسٹول پر کھڑا ہو جاتا ہے اور جملے لکھتا ہے۔ شعیب چلا جاتا ہے۔ سبا راؤ ایک طرف کونے میں خوب قہقہے لگاتا ہے۔ تھوڑا وقت اسی میں گذر جاتا ہے۔ گھنٹی بجتی ہے شعیب یکایک داخل ہوتا ہے۔)

شعیب۔ بے وقوف ۱۰۰ جملے لکھنے میں اتنی دیر! زیادہ سے زیادہ دس منٹ کا کام تھا۔ گھنٹہ بج گیا ہے۔ کیا جماعت سے بھاگنا چاہتا ہے؟ اس سستی سے کام نہیں چلے گا۔

(شعیب ناگنا تھن کا کان پکڑ کر اُتارتا ہے)

شعیب۔ دیکھو وہ سامنے تمہاری جماعت پڑھ رہی ہے۔ سیدھے چلے جاؤ اور آخر میں ایک طرف کھڑے ہوجاؤ۔ اگر کہیں اور بھاگے تو اس چھڑی سے خبر لوں گا۔

چوتھا منظر

(ایف اے کلاس میں تاریخ اسلام کا درس ہو رہا ہے استاد طلبہ کو لیکچر دے رہا ہے۔)

پروفیسر۔ بہادری عرب کا وصف عام تھا۔ کرم

اور مہمان نوازی سے بھی زیادہ ان کے اشعار میں بہادری کا ذکر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کرم کا ظہور زیادہ تر مالداروں سے ہوتا ہے اور شجاعت کا اظہار ہر شخص کر سکتا ہے۔ چنانچہ اُن میں بہت سے نامور بہادر اور شجاع گذرے ہیں اُن کی شجاعت تہوّر کی حد تک پہونچ گئی تھی۔ لڑائی کے لئے صرف ایک آواز پر تیار ہو جاتے تھے۔

(اثناء تقریر میں ناگناتھن چپکے سے کلاس میں داخل ہو کر سب کے پیچھے کھڑا ہو جاتا ہے۔ استاد تقریر جاری رکھتا ہے)

اور بلا انجام سوچے ہوئے سخت سے سخت مہموں پر پیش قدمی کر گذرتے تھے۔ میدان میں تلوار کی دھار پر جان دینے کو شرافت سمجھتے تھے۔

(ناگناتھن کے آہستہ آہستہ رونے کی آواز کان میں آتی ہے اور اُستاد اور شاگرد تعجب سے اس طرف دیکھنے لگتے ہیں)

پروفیسر۔ لڑکے تم وہاں کیا کر رہے ہو؟

ناگناتھن (سسکیاں لیتے ہوئے) ماسٹر صاحب! مجھے ــ آج ــ دیر ــ ہو ــ گئی ــ ہے

(تمام طلبہ کھلکھلا کر ہنس پڑتے ہیں لیکن پروفیسر اپنی ہنسی چھپانے کی کوشش کرتا ہے)

پروفیسر۔ اس لڑکے کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔ عزیز اللہ صاحب! آپ اس کو اُس کی جماعت میں پہونچا آئیے۔

(عزیز اللہ ناگناتھن کو پہونچانے جاتا ہے)

پانچواں منظر

(راستہ میں عزیز اللہ ناگناتھن سے دریافت کرتا ہے)

عزیز اللہ۔ تمہارا داخلہ کس جماعت میں ہوا ہے؟

ناگناتھن (بدستور سسکیاں لیتے ہوئے) آٹھویں جماعت میں۔

(اسی وقت شعیب بھی روتا ہوا پاس سے گذر جاتا ہے
عزیز اللہ شعیب کے رونے کی نسبت ایک طالب علم سے پوچھتا ہے)

عزیز اللہ۔ شعیب روتا ہوا کیوں گیا؟

طالب علم۔ آج اُس نے جماعت میں شرارت کی اور ماسٹر صاحب کی میز پر تمام روشنائی گرا دی

عزیز اللہ۔ کمبخت کو ہر وقت شرارت سوجھتی ہے۔

ناگناتھن (سسکیاں بند کر کے تعجب سے عزیز اللہ سے کہتا ہے) یہ تو ماسٹر صاحب تھے۔

عزیز اللہ (تعجب سے) ماسٹر! ارے یہ تو گذشتہ سال نویں جماعت میں فیل ہو گیا تھا اور اس وقت نویں جماعت میں پڑھتا ہے۔

ناگناتھن۔ سچ مچ!

عزیز اللہ۔ ہاں ہاں دنیا بھر کا شریر ہے۔ دوسروں کو بے وقوف بناتا ہے۔ تم تو اس کے پھندے میں نہیں آگئے؟

ناگناتھن۔ مجھے تو اُس نے ماسٹر بن کر سزا بھی دی تھی۔

(عزیز اللہ اس مذاق پر زور سے ہنستا ہے۔ ناگناتھن مبہوت کھڑا رہتا ہے۔ پردہ جلدی سے گرتا ہے) باقی آیندہ

(عبد الغفار صاحب صدر مدرس پرائمری اسکول جامعہ ملیہ)

بچپن کا ایک انوکھا مذاق

(۱)

رشید اور آمنہ ایک جھرنے کے قریب ہی رہتے تھے۔ وہ اکثر ہری بھری گھاس پر بیٹھا کرتے تھے جو جھرنے کے کنارے لگی ہوئی تھی۔

سمندر میں جھرنے سے پانی کے گرنے کی آواز۔ نیلے آسمان پر چڑیوں کی آواز اور گھنی گھنی جھاڑیوں میں ہوا کی آواز دونوں کو بہت اچھی معلوم ہوتی تھیں۔

(۲)

ایک دن رشید اور آمنہ دونوں جھرنے کے کنارے کھیل رہے تھے۔ آمنہ کی ایک گڑیا تھی وہ بھی اس کے ساتھ تھی۔ آمنہ نے اپنی گڑیا کے سفید کپڑے دھونے کے لئے اتار لئے تھے۔ رشید ایک بڑا مینڈک پکڑ کر لایا۔ وہ آبی جانور پانی میں رہنے کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ اپنے جسم پر سبز کوٹ پہنے ہوئے ہے۔

(۳)

رشید نے کہا "آمنہ کیا تم اس مینڈک کو دیکھ رہی ہو"؟ ذرا اپنی گڑیا کے کپڑے دے دو۔ میں اس کو پہناؤں گا۔ یہ بہت پُرلطف مذاق ہوگا۔ رشید کی یہ باتیں سن کر آمنہ کھِل کھلا کر ہنس پڑی۔ دونوں نے مینڈک کو گڑیا کے کپڑے پہنا دئے۔ تب رشید نے کہا اہا ہا کیسا اچھا مذاق ہے۔ اہاہا کیسا اچھا مذاق ہے۔

(۴)

اس پر دونوں ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گئے لیکن ہنسی نہ رکی وہ برابر ہنستے رہے لیکن وہ کپڑے مینڈک نے بالکل پسند نہ کئے اور وہ رشید کے ہاتھ سے چھوٹ پڑا اور

ایک چھلانگ میں وہ جھرنے کے کنارے جا پہونچا اور دوسری چھلانگ میں پانی کے اندر — اور بیچاری گڑیا کے کپڑے بھی پانی کے اندر —

اے روشنیِ طبع تو برمن بلاشدی

کا مضمون ہو گیا۔

(۵)

رشید اور آمنہ حیرت میں آکر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ تب انھوں نے اپنی غریب گڑیا پر نظر ڈالی جو بغیر کپڑے پہنے پڑی ہوئی تھی۔ جب آمنہ نے اپنی پیاری گڑیا کو اس خراب حالت میں دیکھا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے ہی کو تھی کہ اُس کی نظر پھر اُسی مینڈک پر پڑ گئی جو پانی میں لکڑی کے ایک بہت بڑے ٹکڑے پر بیٹھا تھا۔ دونوں بچے اُسے دیکھ کر بے تحاشا ہنس پڑے۔

(۶)

وہ مینڈک گڑیا کے کپڑے پہن کر دور لکڑی پر بیٹھا ہوا آنکھیں نکال نکال کر ان دونوں بھائی اور بہن کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اُس کی آواز سے یہ بات ظاہر ہوتی تھی کہ وہ خود بھی ایسے مذاق پر تعجب کر رہا تھا۔ وہ دونوں بچے بھی اُس کی طرف دیکھتے تھے اور کہتے تھے:- واہ وا کیا انوکھا مذاق ہے! واہ وا کیا انوکھا مذاق ہے!! (ترجمہ)

(ثریا بیگم بنت سراج الدین صاحب از کلکتہ)

رسالہ ہونہار

یہ بخشے گا راحت تمہارے دلوں کو
بہت رشک ہے اس پر اکثر گلوں کو
ہے غم خوار و ہمدم یہ بچو تمہارا
رہے گا یہ ہر دم معاون تمہارا
سکھائے گا علم و ہنر بن کے رہبر
پڑھو تم ہمیشہ لے جا کے گھر پر
روش اس کی دیکھی ہے سب سے نرالی
لکھائی چھپائی بہت صاف ستھری
ہر احباب سے ہے یہی میرا کہنا
مگن ہو کے اس کے خریدار بننا

(گنگا رام مگن مدرس اول عیسیٰ پور)

سردی کا موسم

ٹھنڈی رُت جب سے دنیا میں آئی
ہے اُداسی درختوں پہ چھائی

دیکھو پتّوں کو لاچار سے ہیں
پیلے پیلے وہ بیمار سے ہیں

چند دن میں یہ جھڑ جائیں گے اب
ٹھنڈ ہو جائیں گی ڈالیاں سب

ننگے ہوں گے بس اب پیڑ سارے
جیسے بیکس ہوں آفت کے مارے

موتیا ہوگا اب اور نہ بیلا
بس بنفشہ رہے گا اکیلا

یا گلاب اور گیندا کھلے گا
سنترہ اور شریفہ ملے گا

کمرکھ، امرود، انار اور ہی سیب
اِن کے کھانے سے بھاگے گا آسیب

گوبھی، شلجم، چقندر، ٹماٹر
سیب، آلو، مٹر اور گاجر

سبزیاں یہ اور اِن کے علاوہ
ایک سے ایک ہوگی زیادہ

پک گئی ایکھ گنے کھڑے ہیں
بوئے لوگوں نے جَو اور چنے ہیں

ہوں گے بادام، کاجو اور اخروٹ
خشک میووں پہ جائے گا دل لوٹ

خوب موسم ہے سردی کا نیّر
ہوتے میوے ہیں بہتر سے بہتر

محمد شفیع الدین نیّر

ملا رموزی صاحب کا خط

(استاد)

السلام علیکم رسالہ ہونہار کے ایڈیٹر صاحب

بعد مزاج شریف اور خیریت اور خیر و عافیت کے معلوم ہو کہ عرصہ دراز سے ہمارا خط آپ کے پاس نہیں آیا جس سے آپ کے دل کو از حد فکر ہوگی تو اب سُن لیجئے کہ یہاں

دیگر احوال یہ ہے کہ ہم اس قدر کام میں مصروف رہتے ہیں کہ اگر بھائی مسلمان ہو تو یقین ماننا کہ سر اٹھانے کی فرصت نہیں ملتی۔ بس جب صبح کو اٹھتے ہیں تو تکیہ سے سر اٹھا لیتے ہیں۔ اور آپ تو دانا بینا ہیں جانتے ہی ہوں گے کہ یہ دن بھر لڑکوں کے ساتھ کھیلتے رہنا۔ بازاروں میں بے وجہ پھرتے رہنا یا تاش اور ہاکی میں حد سے زیادہ وقت کھونا تو نقصان پہونچاتا ہے مگر کاہلی سستی اور بیکاری سے بہتر یہ ہے کہ آدمی دن بھر عمدہ عمدہ کاموں میں مصروف رہے مثلاً کھیتی کے کاموں میں لگا رہے۔ دوکان پر بیٹھا سودا سلف فروخت کرتا رہے۔ یا مدرسہ میں دن بھر پڑھتا رہے۔ یہ نہیں کہ مدرسہ سے بار بار پیشاب کے بہانے اٹھ کر باہر ٹہلتا رہے۔ یا استاد سے بہانہ کر کے مدرسہ سے چل دے یا بھاگ جائے یا خواہ مخواہ غیر حاضر ہو جائے تو بس سمجھ لیجئے کہ الحمدللہ ہم بھی ایسے ہی مفید کاموں میں لگے رہتے ہیں۔

اول تو کسی وقت بھی دل نہیں گھبراتا۔ دوسرے کام میں لگے رہنے سے کبھی بیمار نہیں ہوتا۔ تیسرے یہ کہ ماں باپ خوش رہتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ کام میں لگے رہنے سے روپیہ ملتا ہے۔ غرض ایڈیٹر صاحب! کام کرتے رہنے سے اتنے فائدے ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتے۔ اچھا تو اب ذرا آپ سب، کام چھوڑ کر یا دو چار کام چھوڑ کر ہماری ایک بات کو غور سے سُن لیجئے۔ دیکھئے بیچ میں ادھر اُدھر نہ دیکھئے گا۔ اچھا اس بات کا ....

دیگر احوال یہ ہے کہ

استاد اس مرد یا عورت کو کہتے ہیں جو کسی دوسرے مرد یا عورت یا لڑکے یا لڑکی کو کوئی ایک بات یا کوئی ایک کام یا زیادہ بات یا زیادہ کام سکھائے یا سکھاتا رہے یا سکھاتی رہے پس حدیث شریف میں لکھا ہے کہ جو شخص کسی کو ایک حرف بھی سکھائے وہ نہایت قابلِ عزت ہے لیکن جناب آج کل اُستاد کو یہ فیشن ایبل لڑکے اپنا غلام۔ ماتحت اور حقیر اسی سمجھتے ہیں۔ تو پھر آپ بھی دیکھ لینا کہ ایسے تمام لڑکے اور لڑکیاں آج نہیں تو کل اور کل نہیں تو پرسوں دوزخ میں جھونک دئے جائیں گے اور جھونک دی جائیں گی۔

خاص کر جو اُستاد کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے گھر پر پڑھانے جاتا ہے وہ تو اتنا بڑا **لاحول ولا** سمجھا جاتا ہے کہ بیان نہیں کر سکتے۔ تو اس کا سبب یہ ہے کہ آج کل کے ماں باپ ہوتے ہیں بی اے پاس۔ یہ خود اُستاد کی عزت کرنا نہیں جانتے کیونکہ بہت سے بی اے ایم اے پاس لوگ مذہب کے احکام اور قاعدوں سے خود بے خبر ہوتے ہیں ہاں جغرافئے اور حساب کی باتیں خوب جانتے ہیں۔ اس لئے جب وہ خود اُستاد کی عزت کرنا نہیں جانتے تو اُن کی اولاد کیا خاک اُستاد کی عزت کر سکتی ہے اس لئے آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب کوئی ماسٹر کسی کے گھر پڑھانے جاتا ہے تو وہ اُلٹا لڑکے کے باوا کو جھک کر سلام کرتا ہے اور اپنے اُس شاگرد کو "میاں" کہتا ہے۔ پہلے زمانہ میں بادشاہ تک اُستاد کو جھک کر سلام کرتے تھے۔ اسی لئے جو لڑکے اُستاد کی عزت نہیں کرتے آپ نے ہر جگہ دیکھا ہوگا کہ وہ عمر بھر افلاس اور طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا رہتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

الغرض روپیوں کو اسی تھیلی میں رکھ کر صندوق میں بند کر دیا اور دونوں میاں بیوی ہاتھ منہ دھو کر نہایت اطمینان سے بیٹھے میاں نے حقّہ بھرا۔ بیوی نے پاندان کھولا۔ ایک پان آپ کھایا اور ایک گلوری میاں کو دی پھر دوپہر کے کھانے کی بات چیت شروع ہوئی وضعدار خاں نے پوچھا "آج دوپہر کو کیا پکے گا؟" بیوی نے کہا "گوشت کھاتے کھاتے اتنی عمر ہو گئی۔ آج تو کوئی دال پکانا چاہیئے"

وضعدار خاں "۔ تمہارا تو بلا گوشت کے نوالہ ہی نہیں اُٹھتا۔ دال کھالو گی" ؟

بیوی ۔" گوشت میں بڑا خرچ پڑتا ہے اب جس طرح ہو سکے خرچ کم کرنا چاہیئے نہیں تو وہ ایک روپیہ کیسے جُڑے گا" ؟

وضعدار خاں ۔" خیر جو تمہاری مرضی - یہ لو کل کی مزدوری کے بچے بچائے پیسے میرے پاس ہیں۔ تم جس طرح چاہنا خرچ کرنا"

المختصر بیوی نے ایک پیسہ تو پانوں میں کم کیا آدھ آنہ ترکاری میں سے بچایا اور بچائے چار پیسے کے گھی کے صرف ایک پیسے کے تیل میں بھونکر دال پکائی۔ اس طرح دو آنے بچائے اور روزانہ ایسا ہی عمل ہونے لگا۔ اب گوشت کا نمبر ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ آتا تھا۔ غرضکہ اس طرح کفایت شعاری سے بارہ دن میں ایک روپیہ جمع کر لیا اور تھیلی میں پورے ننّو روپئے رکھ دئے۔ دس بارہ دن کے اس عمل سے کفایت شعاری کی بھی عادت پڑنے لگی اور بچت کی طرف خیال ہونے لگا۔

غرضکہ وہ پہلے جھنکارے تمام غائب ہو گئے وہ خوشبو کی لپٹیں ساری کی ساری کافور ہو گئیں اور کپڑوں میں بھی سادگی پیدا ہو گئی۔ اب دونوں میاں بیوی روپیہ جمع کرنے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔

ایک دن سیٹھ جی کو تھیلی والا قصّہ یاد آ گیا سوشیلہ سے پوچھنے لگے۔

سیٹھ جی ۔" کہو سیٹھانی! اب وضعدار کے جھنکاروں کی کیا حالت ہے" ؟

سوشیلہ " لالہ جی اب تو جھنکاروں کی آواز

بالکل نہیں آتی اور نہ وہ مہک اُڑتی ہے۔ اس کے سوا اب تو ہر بات میں پہلے سے کمی نظر آتی ہے۔ کل میں نے دیکھا تھا کہ اوڑھنے کا دوپٹہ بھی بیوی آپ ہی رنگ رہی تھیں ورنہ کیا مجال کہ رنگریز کا رنگا ہوا نہ ہو۔"

چھدامی۔ سیٹھانی اب وہ ننانوے کے پھیر میں آ گئے ہیں۔ اب تم اُن کے چٹکارے نہ سنوگی۔ اُن کی نگاہ ہمیشہ جوڑنے کی طرف ہی لگی رہے گی۔

(مولوی اللہ بخش انصاری بلیسری)

پانچ شہزادے

(۲)

سارس تالاب میں پھر رہے تھے جنگلی شہد کی مکھیاں درختوں میں بھنبھنا رہی تھیں ہرن جنگل میں کلیلیں کر رہے تھے۔ مردہ شاہزادہ ہاتھ میں ترکش لئے تالاب کے کنارے پڑا تھا اور اُس کے چاروں بھائی اپنے مقام پر اُس کے منتظر تھے۔

بادشاہ نے نہایت بے تابی سے کہا:۔ اُمنت۔ لکل اب تک واپس نہیں لوٹا۔ پیاس سے ہمارے لب خشک ہو رہے ہیں۔ سہدیو! اب ہم سے زیادہ انتظار نہیں ہو سکتا۔ نہ معلوم تمہارے بھائی نے اتنی دیر کیوں کر دی؟ تم جاؤ اور بہت جلد ہمارے لئے کچھ پانی لاؤ۔ ہم پر غشی کی سی حالت طاری ہو رہی ہے یہاں تک کہ ہمارا حرکت کرنا ناممکن ہوا جاتا ہے۔ اُسی راستہ سے جاؤ جس راہ سے تمہارا بھائی گیا تھا۔

جب سہدیو تالاب پر پہونچا اس نے اپنے مردہ نوجوان بھائی کو دیکھا اور رنج سے اس کا دل اُمڈ آیا۔ لیکن وہ پیاس کی وجہ سے ایسا بے حال ہو رہا تھا کہ اپنے گمشدہ بھائی کی لاش پر چند آنسو بھی نہ بہا سکا اور پانی پینے کے لئے جھک گیا۔

ایک بلند آواز نے کہا "ٹھہرو! اس پانی کا
ایک قطرہ بھی تم نہیں پی سکتے جب تک میرے
سوالوں کا جواب نہ دے لو ورنہ یاد رکھو
موت سے ہم کنار ہونا پڑے گا"

شہزادہ بغیر جواب دئے ہوئے پانی
پینے کے لئے تیار ہوا اور پیشتر اس کے کہ
وہ ایک گھونٹ بھی پی سکتا مردہ جسم میں
تبدیل ہو کر لڑکھڑاتا ہوا اپنے بھائی کے پہلو میں
جا لیٹا۔

رانی مادری کے دونوں بیٹے تالاب
کے کنارے مردہ پڑے ہیں۔ جنگل کے درندے
خوراک کی تلاش میں پھر رہے ہیں اور شیر کی
آنکھیں لال انگارہ سی دور سے چمکتی ہوئی
نظر آتی ہیں۔

دو بھائی مردہ ہو چکے تھے۔ تین بھائی
ابھی زندہ تھے اور تینوں پیاس کی وجہ سے
نڈھال ہو رہے تھے۔ بادشاہ نے کہا:۔

برادر من ـــــ ارجن کیا تم میں اتنی
طاقت ہے کہ تالاب پر جا کر ہمارے لئے پانی
لاؤ، تمہارا بھائی اور میں پیاس کے مارے
کتنے کمزور ہو رہے ہیں۔ ارجن ضرور جاؤ
اور ہمارے لئے جلد پانی لاؤ"۔

جب ارجن نے اپنے مردہ بھائیوں کو
دیکھا تو وہ رنج اور غصہ سے کانپنے لگا۔ اس
نے کمان میں تیر جوڑا اور چاروں طرف نگاہ
دوڑائی کہ شاید کہیں دشمن نظر آئے اور وہ قاتل
کو ظلم کا مزا چکھائے لیکن اسے کوئی شخص نظر نہ
آیا۔ وہ اس قدر پیاسا تھا کہ زیادہ انتظار نہ کر سکا
اور پانی پینے کے لئے دو زانو ہو گیا۔

"خبردار" ایک آواز آئی "پانی کو مت
چھونا جب تک کہ میرے سوالات کا جواب نہ دے
لو پانی پینا تمہاری موت کا باعث ہو گا"

ارجن کو یہ سن کر سخت طیش آیا اور چلایا
بے وقوف۔ پاجی انسان تو کون ہے جو مجھے
پانی پینے سے روکتا ہے۔ میرے بھائیوں کا
قاتل تو ہی ہے" یہ کہکر اس نے ہر چہار اطراف
میں۔ سرکنڈوں میں۔ درختوں میں۔ اوپر ہوا
میں۔ زمین کی طرف۔ شمال میں، جنوب میں،

مشرق میں اور مغرب میں غرضکہ جنگل کے
گوشہ گوشہ میں پے در پے بیسیوں تیر چھوڑے
مگر اُسے کوئی انسان کی صورت نظر نہ آئی۔
"ہا ہا ہا" ایک قہقہے کی آواز آئی۔
"شہزادے! تم مجھے نہیں مار سکتے۔ اگر زندہ
رہنے کی خواہش ہے تو پانی پینے سے پیشتر
میرے سوالوں کا جواب دو"
ارجن خاموشی سے پانی پینے کے
لئے جھکا اور وہ بھی مردوں میں شامل ہو گیا۔
تین بھائی تالاب کے کنارے مردہ پڑے
ہیں اور دو بھائی جنگل میں پاس پاس بیٹھے
شدت پیاس سے بیتاب ہو رہے ہیں۔
بادشاہ نے سرد آہ بھر کر کہا "افسوس
وہ واپس نہیں آتے۔ آخر انھیں کیا ہو گیا؟
خدا جانے انھیں کس مصیبت سے دو چار ہونا
پڑا ہے۔ شاید وہ کمزوری کے باعث چلنے
سے معذور ہوں! عزیز بھیم! کیا تم ہمارے
پینے کے لئے پانی لاؤ گے"؟
بھیم خاموشی سے اٹھا اور آہستہ آہستہ
بدقت تمام تالاب پر گیا۔ اس کے رنج وملال
کی کوئی انتہا نہ رہی جب اُس نے بھائیوں
کو مرا ہوا پایا۔ لیکن پیاس کی وجہ سے اُس کا
حلق ایسا سوکھ رہا تھا اور لب اتنے خشک
ہو رہے تھے کہ وہ ماتم بھی نہ کر سکا۔
پھر ایک آواز آئی "پانی مت پینا۔
پانی اُس وقت تک تمہارے لبوں سے نہ
چھوئے جب تک تم میرے سوالوں کا جواب
نہ دے لو۔ ورنہ تمہاری روح تمہارے
جسم سے نکل جائے گی"۔
بھیم نے پانی پینے کی کوشش کی اور
مر گیا۔ وہ اور اس کے تینوں بھائی تالاب
کے کنارے مردہ پڑے ہیں۔ (باقی آئندہ)

از محمد یاسین بی اے بی ٹی

فروری کے رسالہ میں اس مضمون کے
بقیہ حصے کی تیسری اور آخری قسط
شائع ہو گی جو نہایت دلچسپ اور
سبق آموز ہے۔ ناظرین انتظار کریں۔

ایڈیٹر

رونے کی وجہ

ایک آدمی کے پاس ایک شکاری کتا پلا ہوا تھا۔ ایک دِن وہ مع کتے کے شکار کو گیا۔ مگر بدقسمتی سے بیچارہ کتا دریا میں ڈوب کر مر گیا۔ جب وہ آدمی شکار سے واپس آکر گھر میں گیا تو تھوڑی دیر بعد اُس کو نوکر کے رونے کی آواز سنائی دی۔ وہ گھبرا کر باہر گیا۔ کہ نوکر کے رونے کا سبب دریافت کرے۔

آقا۔ کیوں بھئی! یہ اِس قدر کیوں رو رہے ہو؟

ملازم۔ حضور کُتّا مر گیا۔

آقا نے دل میں کہا کہ یہ نوکر بڑا وفادار ہے جو ہمارے کتے کے مرنے پر بھی اِس قدر رو رہا ہے

آقا۔ بھئی ہمارا کتا تھا ہم تو روئے نہیں تم کیوں اس قدر روتے ہو۔ مر گیا اُس کی قضا آئی تھی۔

نوکر۔ جی نہیں حضور! مجھے کتے کے مرنے کا کچھ غم نہیں۔ مرے چاہے جئے۔ فکر تو یہ ہے کہ اب مجھے برتن مانجھنے پڑا کریں گے۔ پہلے تو کتا چاٹ لیا کرتا تھا۔ اب کون چاٹے گا (محمد شان الحق از پشاور)

تالاب کا معمہ

اس معمے کو اپنے دوستوں کے سامنے پیش کرکے اُن کو تعجب میں ڈال سکتے ہو۔

پہلے شکل نمبر۱ بناؤ جو مربع کی شکل کی ہو اُس کے چاروں کونوں پر چار درخت کھڑے کر دو پھر اپنے دوستوں سے کہو کہ یہ تالاب ایک کسان کا ہے جو اُس کو وسیع کرنا چاہتا ہے لیکن چاہتا یہ ہے کہ تالاب بڑا بھی ہو جائے اور مربع کی شکل کا رہے۔ درخت بھی پہلے کی طرح اُس کے کناروں پر رہیں۔ کیا یہ ممکن ہے؟

تم اپنے دوستوں سے دریافت کرو وہ بار بار اِس پر غور کریں گے لیکن اُن کی سمجھ میں اس کا حل نہیں آئیگا پھر تم اُن سے کہو کہ یہ تو بہت آسان معمہ ہے اب تم اس مربع کے چاروں طرف شکل نمبر۲ کی طرح ایک اور مربع بناؤ جو پہلے مربع سے بڑا نظر آئے گا اور درخت بھی ویسے ہی قائم رہیں گے

(اسحاق)

بہادر بھیشم

زمانہ قدیم میں موجودہ شہر دہلی سے پچاس کوس کے فاصلے پر ہستناپور نامی ایک شہر آباد تھا وہاں شانتو نامی راجہ راج کرتے تھے اُن کی رانی کا نام گنگا تھا۔ راجہ اور رانی دونوں بہت بڑے عالم اور دھرماتما تھے۔ مگر ان کے ہاں کوئی لڑکا بالا نہ تھا اس لئے وہ بہت ملول رہتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد اُن کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام بھیشم رکھا گیا۔ خدا کی قدرت کہ تھوڑے عرصہ کے بعد بھیشم کی پیاری ماں کا انتقال ہوگیا جس کی وجہ سے باپ اور بیٹے کو سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔

ایک دفعہ راجہ اپنے رنج اور غم کو دور کرنے کے لئے دریا کے کنارے سیر کے لئے گئے وہاں یکایک ان کی نظر ایک ملّاح کی خوبصورت لڑکی پر پڑی اور وہ اس پر فریفتہ ہوگئے اور دل میں سوچا کہ اس لڑکی کے باپ کے پاس جاکر کہنا چاہیئے کہ تم اپنی لڑکی کی شادی میرے ساتھ کردو۔

یہ سوچتا ہوا ملاح کے پاس گیا اور اپنی خواہش ظاہر کی۔ ملّاح نے دست بستہ عرض کیا کہ جہاں پناہ مجھے اپنی لڑکی کی شادی آپ کے ساتھ کرنے میں ذرا بھی عذر نہیں ہے لیکن بندۂ ناچیز کی ایک شرط آپ کو ضرور ماننی پڑے گی۔

راجہ نے دریافت کیا "وہ کیا"؟

ملّاح نے جواب میں کہا کہ "میں چاہتا ہوں کہ آپ کے بعد میری لڑکی کی اولاد آپ کے تخت پر جانشین ہو"۔

راجہ نے یہ سن کر ایک سرد آہ بھری۔ (کیونکہ وہ بھیشم کو پہلے ہی ولی عہد بنا چکا تھا) اور نامراد گھر کو واپس لوٹ آیا۔

جب راجہ محل میں پہونچا تو اسے ملّاح کی لڑکی کی یاد رہ رہ کر ستانے لگی اور نہایت ہی

ملول طبیعت بنائے ہوئے محل کے ایک کمرے میں بیٹھے رہے۔ تھوڑی دیر بعد بھیشم بھی آدھر آنکلا اور اُس نے اپنے پتا سے رنجیدہ ہونے کا سبب پوچھا۔ مگر شانتو نے ظاہری مسکراہٹ کے ساتھ لڑکے کو ٹال دیا۔

لڑکے کو تسلی نہ ہوئی۔ بھاگا بھاگا وزیر کے پاس گیا اور اپنے باپ کی رنجیدگی کا سبب دریافت کیا۔ وزیر نے لڑکے کو تمام حال سنا دیا کہ آپ کے پتا سیر کرنے کے لئے دریا کی طرف گئے تھے۔ وہاں اتفاقیہ طور پر ملاح کی ایک حسین لڑکی پر نظر پڑ گئی وہ اُس پر فریفتہ ہو کر اُس کے باپ کے پاس پہونچے کہ وہ اپنی لڑکی کی شادی اُن کے ساتھ کر دے۔ مگر ملاح نے ایک شرط پیش کی کہ اگر راجہ کے بعد میری لڑکی کی اولاد تخت کی وارث ہو تو مجھے شادی کرنے میں کچھ عذر نہیں۔ ورنہ میں شادی کے لئے رضامند نہیں۔

بھیشم تمام حال معلوم کرنے کے بعد سیدھا ملاح کے پاس پہونچا اور کہا کہ اپنی لڑکی کی شادی میرے باپ کے ساتھ کر دو۔ ملاح نے وہی جواب دیا کہ مجھے شادی کرنے میں کوئی اعتراض نہیں صرف یہ شرط ہے کہ آپ کے پتا کے بعد میری لڑکی کی اولاد جانشین ہو"۔

لڑکے نے خوشی کے ساتھ ملاح سے عہد کیا کہ وہ ہرگز ہرگز تخت پر نہیں بیٹھے گا ملاح نے کہا کہ اِس جواب سے میری تسلّی نہیں ہوئی کیونکہ بے شک آپ تخت پر نہ بیٹھیں گے مگر مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کی اولاد جو جائز وارث ہو گی کہیں میری لڑکی کی اولاد سے تخت نہ چھین لے۔ اس لئے میں آپ کے باپ سے شادی کرنے کے لئے رضامند نہیں "

اس پر بہادر بھیشم نے کہا " آپ کی تسلی کے لئے میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں عمر بھر شادی نہ کروں گا"۔

اب ملاح خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ اس نے کہا " اب مجھے آپ کے پتا کے ساتھ اپنی لڑکی

کی شادی کرنے میں کوئی چون وچرا نہ ہوگی۔
میرے پیارے بھائیو! بہادر بھیشم
نے اپنے باپ کے آرام کی خاطر عمر بھر شادی
نہ کی۔ اور اپنے باپ کے دل کی مراد کو پورا کر دیا

اس لئے تم بھی اپنے ماں باپ کا دل کبھی نہ
دکھاؤ۔ بلکہ جس طرح ہوسکے ان کا رنج اور
تکلیف دور کرنے کی کوشش کرو
(گنگا رام مدرس اول عیسیٰ پور)

کیلنڈر رسال ۱۹۳۱ء

جنوری۔ اکتوبر	جمعرات	جمعہ	سنیچر	اتوار	پیر	منگل	بدھ
مئی	جمعہ	سنیچر	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات
اگست	سنیچر	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
فروری۔ مارچ۔ نومبر	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	سنیچر
جون	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	سنیچر	اتوار
ستمبر۔ دسمبر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	سنیچر	اتوار	پیر
اپریل۔ جولائی	بدھ	جمعرات	جمعہ	سنیچر	اتوار	پیر	منگل
	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴
	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱
	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸
	۲۹	۳۰	۳۱	۰	۰	۰	۰

(غنچہ)

بچپن کی یاد

(ایک ہونہار بچے کے قلم سے)

میرا رونا غضب کا رونا تھا | آنسوؤں سے منہ اپنا دھوتا تھا
بھوک میں جان کو اپنی کھوتا تھا | بچوں بوڑھوں کا میں کھلونا تھا

آغوں آغوں بھی خوب کرتا تھا
اپنی ماں کے لئے میں مرتا تھا

جھنجھنا ہاتھ میں دیا ماں نے | ہم نہیں اس کو کچھ بھی پہچانے
بجا دو دہ اس کو ہم جانے | ہم لگے اس کو منہ میں لے جانے

کبھی میں اس سے کھیل کرتا تھا
اور کبھی اس سے ڈر بھی جاتا تھا

مرا ننھا کھلونا پیارا تھا | کھیلنے کا مرے سہارا تھا
ننھے ہاتھوں کا یہ دلارا تھا | باغِ عالم کا گل ہزارہ تھا

دل مرا جب ذرا بہلتا تھا
پھینکتا تھا کبھی پکڑتا تھا

گدگدے میں سلا دیا کس نے | رونا ہنسنا بھلا دیا کس نے
شور و غل سے اٹھا دیا کس نے | خواب راحت بھلا دیا کس نے
لاکھ کوشش ہو میں سوتا تھا | خوب ہی مِن ملک کے روتا تھا

ننھے بچے مرے ذرا سو جا | میرے پیارے دلارے آ سو جا
اچھے راجہ مرے ذرا سو جا | سو دلواں کی تو میری جان سو جا

ماں بھی کہتی تھی باپ کہتا تھا
باپ سو سو بلائیں لیتا تھا

سوتے سوتے جو دیر ہو جاتی | دودھ جلدی پلانے ماں آتی
نوچتی لوریاں کبھی گاتی | بن کھلائے مرے نہیں کھاتی

چھوڑ اکیلا نہ کوئی جاتا تھا
میں اکیلے میں ڈر بھی جاتا تھا

ہم لگے اس طرح سے جب بڑھنے | ہم لگے پھر کسی قدر چلنے
دو قدم گر چلے لگے گرنے | کچھ لگا ڈر تو سب لگے جلنے

سب سے بے غم رشید رہتا تھا
عہدِ طفلی بھی کیا زمانہ تھا

ایم۔ عبد الرشید خان
متعلم درجہ ہفتم۔ کاشی پور
نینی تال

طلبہ کے مضامین

غصہ کی برکتیں

حامد ایک بڑا ہوشیار لڑکا ہے۔ ہمیشہ جماعت میں اول رہتا ہے۔ سب مضمونوں میں خوب تیز ہے۔ انگریزی بھی خوب جانتا ہے۔ ریاضی میں کمال حاصل ہے۔ تاریخ و جغرافیہ بھی خوب یاد ہے اردو وغیرہ میں بھی کسی چھوٹے موٹے مولوی سے کم نہیں۔ مگر ہوشیار نہیں تو صرف گرامر میں۔ گرامر سے اسے سخت نفرت ہے اور اس سے کوسوں دور بھاگتا ہے۔ جب کبھی موقع ملتا ہے تو گرامر بنانے والوں کو خوب کوستا ہے "بھلا ہو ان نیسفیلڈ صاحب کا جنہوں نے ایک موٹی سی بہت بھاری بوجھ کی گرامر بنا ڈالی۔ خدا جانے اس میں کیا اول جلول لکھ رکھا ہے۔ صبح سے شام تک یاد کرنے کے بعد بھی ذہن میں خاک نہیں اترتا۔ نہ جانے گرامر بنانے سے کیا فائدہ ہوا؟ جی چاہتا ہے کہ سائمن رپورٹ کی طرح سے اس کا بھی جنازہ نکالوں۔

حامد صرف کتابوں ہی کا کیڑا نہیں بلکہ اُس کو کھیلنے میں بھی کمال حاصل ہے۔ فٹ بال میں تو وہ دور دور تک اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ ایک دبلا جسم دو برس کا ہونے کے باوجود بھی وہ ایسے کھلاڑی کو جو ۲۰ برس تک زمین کا بوجھ بن چکے ہوں اپنے سامنے ٹھہرنے نہیں دیتا جب وہ لٹو کی طرح ناچتا کودتا پھاندتا ہوا اِدھر سے اُدھر فٹ بال نچاتا ہوا دوڑتا ہے تو پھر کس کی مجال ہے جو اُسے ٹھہرا سکے۔ ان خوبیوں کے باوجود بھی اس میں ایک عیب ہے جو اس کا بڑا دشمن ہے۔ وہ دشمن اور عیب اُس کا غصہ ہے غصہ کی پلٹن ہر وقت اس کی پیشانی میں موجود رہتی ہے۔ کچھ پلٹن بھوؤں میں۔ کچھ آنکھوں میں کچھ ناک کے نتھنوں میں بھی پوشیدہ رہتی ہے

بس جب دل کے کمانڈر صاحب نے حکم دیا تو غصّہ کی سب پلٹنیں ایک ہی ساتھ "کوئک مارچ" کر دیتی ہیں۔ حامد کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں بھویں اوپر کو تن جاتی ہیں۔ آنکھوں سے شعلے نکلنے لگتے ہیں۔ چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور نتھنے پھول جاتے ہیں۔ بس اس وقت حامد میاں آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور پھر کس کی مجال ہے کہ آپ کے سامنے ٹھہر سکے۔

ایک دن انور نے جو لڑکوں میں گول گپّے کے نام سے زیادہ مشہور ہے آپ کے غصہ کا سامنا کرنا چاہا اور انور اور حامد میں جوتا چل گیا۔ بس پھر کیا تھا حامد کے غصّے کے دریا میں سیلاب آگیا اور اس کا خون اُبلنے لگا۔ اس نے گول گپّے کے پیٹ میں ایسا تُلا ہوا ہاتھ مارا کہ بس بیچارے کی توند ہی تو پچک گئی اور ایسا معلوم ہوا کہ فٹ بال کا بلیڈر پھٹ گیا۔ اور گول گپّے کو بھاگتے ہی بن پڑی۔ خیر یہ تو آپ کے غصہ کی ادنیٰ سی مثال ہے۔ جب آپ کو بہت زیادہ غصّہ لگتا ہے اور مار پیٹ کرکے دل سیر نہیں ہوتا تو دیواروں سے مقابلہ ہو جاتا ہے شروع۔ یا خواہ مخواہ اپنے چھوٹے بھائی ننھے میاں کو کوئی بہانہ ڈھونڈھ کر غصہ کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ یہ سب غصّہ کی برکتیں ہیں۔ حامد میاں اس غصہ کی وجہ سے بہت نقصان اٹھاتے ہیں اور جب آپ کے غصہ کا پارہ اُتر جاتا ہے تو آپ بہت نادِم ہوتے ہیں۔

اچھا اب ہم اُن کے غصہ کی ایک کہانی سناتے ہیں کہ وہ حامد کا کتنا بڑا دشمن ثابت ہوا۔

اکتوبر کی پہلی تاریخ کو وظیفہ کا امتحان شروع تھا۔ وظیفہ بھی کچھ کم نہ تھا چمکتے ہوئے چہرہ شاہی پورے دس روپے ماہوار کا اور وہ بھی لگاتار دو سال کے لئے! ہاں تو حامد صاحب نے امتحان کے لئے خوب وسیع پیمانے پر تیاری شروع کی۔ انگریزی کی کتاب اس طرح یاد کی کہ بس کتاب کا ایک ایک لفظ اپنے دماغی قید خانے میں ڈال لیا حساب کے تو کہنے ہی کیا تھے۔ اگر زیادہ نہیں تو پچاس میں سے ۴۹ نمبر ملنے کی ضرور امید تھی۔ جغرافیہ کا یہ عالم تھا کہ ان کے دماغ ہی میں ایک چھوٹی سی خیالی دنیا گھوم رہی تھی۔ اب ہا

ایک مضمون جس کا نام سنتے ہی سانپ کاٹنے کھاتا تھا۔ وہ مضمون کیا تھا؟ وہ تھی ظالم گرامر جس کا نام سنتے ہی حامد کی روح خشک ہوتی تھی اس کو یاد کرنے کے لئے حامد نے ایک ترکیب نکالی کہ وہ امتحان کے روز صبح ۴ بجے اٹھ کر گرامر یاد کرے گا جس سے وہ یاد بھی ہو جائے گی اور امتحان کے وقت تک یاد بھی رہے گی۔

دوسرے دن اس نے سوتے وقت ۴ بجے پر الارم لگا دیا مگر بدقسمتی سے چار کے بجائے وہ دو پر لگ گیا۔ اب رات کے دو بجے الارم گھڑی نے ٹن ٹن ٹن کر کے حامد کے کان کھانے شروع کئے۔ حامد جاگ پڑا۔ آنکھیں ملیں۔ انگڑائی لی اور اس طرح نیند کو بھگا کر وہ چارپائی سے اٹھا۔ لیمپ روشن کیا اور پڑھنے لگا۔ مگر بدقسمتی سے اس کی نظر گھڑی پر پڑ گئی دیکھا تو دو بج رہے ہیں۔ غصہ کا پارا پوری ۱۰۲ ڈگری پر پہونچ گیا۔ پہلے تو اپنے پر غصہ آیا کہ تو نے الارم کیوں غلط لگایا۔ چنانچہ غصہ میں آکر اپنے ہاتھ پر زور سے کاٹ کھایا۔ اور باقی ماندہ غصہ بیچاری گھڑی پر آیا کہ وہ دو بجے کیوں بجی؟ اور اس غریب گھڑی کو جو کہ پہلے ہی سے سردی کے ہاتھوں تنگ تھی زمین پر دے مارا جس کی وجہ سے اس کے سخت چوٹ آئی اس کے دل کی دھڑکن بند ہو گئی اور وہ مر گئی

حامد نے پھر چار بجے پر الارم لگایا مگر اس کو کیا معلوم تھا کہ گھڑی نے ٹک ٹک کرنا بند کر دیا ہے اور اس کی روح جسم سے نکل بھاگی ہے۔ آپ پھر خراٹے لینے لگے۔ لیکن کتاب جو بھول سے بستر پر ہی پڑی رہ گئی تھی حامد کی نیند میں خلل انداز ہونے لگی۔ بس پھر کیا تھا۔ بیچاری کتاب پر بھی قہر نازل ہوا اور اس کو دور زمین پر پھینک دیا جس کی وجہ سے کتاب پھٹ گئی اس کے اوراق پریشان اِدھر اُدھر گھومنے لگے اور ہوا کی مہربانی سے کچھ تو کمپنی باغ میں پہونچ گئے اور کچھ بازار کی سیر کرنے چلے گئے۔

حامد میاں سوتے رہے اور ان کو الارم نے نہیں بلکہ پاس والے بڈھے میاں کی سریلی آواز کے ارے کمبخت سلیم! اٹھ دن چڑھ آیا۔

اب اُٹھتا ہے کہ خبر لوں " نے جگا دیا۔ دیکھا تو دن چڑھ آیا تھا۔ سات بج چکے تھے۔ بڑے گھبرائے۔ لگے کتاب ڈھونڈھنے۔ آخر بڑی مشکل سے کتاب ملی۔ پھر اُس کے پھٹے ہوئے اوراق تلاش کئے مگر وہ کہاں سے ملتے وہ تو باہر سیر کرنے گئے تھے۔

نتیجہ کیا ہوا؟ حامد گریمر یاد نہ کر سکا اور وہ امتحان میں جس کے لئے کامیابی یقینی تھی ناکامیاب رہا اور دس روپے کے وظیفے سے ہاتھ دھونے پڑے۔

یہ سب غصّے کی برکتیں ہیں۔ ہونہار بھاؤ دیکھا غصہ کتنی مفید چیز ہے۔

(جے رتن لال از بلارم دکن)

بدی کا پھل بدی ہے

جاڑے کا موسم ہے۔ اندھیری رات ہے کڑاکے کی سردی پڑ رہی ہے۔ رات کے بارہ بج چکے ہیں۔ رام لال اور کرشنا، دو بھائی طویل سفر طے کر کے تھکے ماندے ایک بستی کی طرف جا نکلے۔ انھیں ایک اجنبی ملا۔

اجنبی۔ کہئے بھائی صاحب! کہاں سے آئے ہو؟

رام لال۔ جناب! ہم دونوں بھائی ہیں۔ بیس میل کا سفر کر کے بمشکل تمام یہاں پہونچے ہیں۔ ہم اپنے وطن کو واپس جا رہے ہیں۔ رات کاٹنی ہے۔ صبح چلے جائیں گے۔

اجنبی۔ اگر آپ چاہیں تو بڑی خوشی سے میرے غریب خانہ پر رات بسر کر سکتے ہیں

رام لال (کرشنا کو مخاطب کر کے) کہو بھائی تمہارا کیا ارادہ ہے؟

کرشنا۔ ارے بھائی آدھی رات تو گذر چکی ہے۔ جلد وکہیں پر آرام کرنے کا بندوبست کرو۔

اجنبی۔ چلئے بھائی صاحب میرے ساتھ چلئے میں جلدی سے سب کچھ انتظام کئے دیتا ہوں

رام لال۔ مہربانی جناب۔ ہم آپ کو تکلیف دینا تو پسند نہیں کرتے۔ یہاں کوئی سرائے تو نہیں ہے؟

اجنبی۔ واہ بھائی تم نے سرائے کی بھی خوب کہی ایسی باتیں مجھے اچھی نہیں لگتیں۔ میرے غریب خانہ پر چلئے میں سب کچھ انتظام کر دوں گا۔

آخر کار رام لال اور کرشنا دونوں بھائی اس کے ساتھ ہولئے اور دل میں بہت خوش ہوئے کہ بہت اچھا آدمی مل گیا۔ ورنہ یہاں ہم کو کوئی پوچھنے والا بھی نہ تھا۔" وہ سب بستی سے جنوب کی طرف ایک فرلانگ کے فاصلے پر جاکر ایک کچّے مکان میں داخل ہوئے یہ مکان نہایت وسیع اور کھُلے میدان میں واقع تھا۔

اجنبی۔ لیجئے بھائی صاحب یہ چارپائی پڑی ہے اس پر بیٹھ جائیے۔ میں آپ کے واسطے کھانا لے آؤں۔

دونوں بھائی چارپائی پر بیٹھ گئے اور جیب سے سگرٹ نکال کر سلگانے لگے اُدہر اجنبی ایک کمرے میں داخل ہوا اور اپنے ساتھیوں کو بُلایا۔

ایک ساتھی۔ ہیرا! کیا معاملہ ہے؟

ہیرا (آہستہ سے) دو مسافر آئے ہیں اور دیکھنے میں سوداگر معلوم ہوتے ہیں۔ اور امید ہے کہ اُن کے پاس کافی رقم ہوگی۔

دوسرا ساتھی (خوشی سے) واہ ہیرا واہ تمنے تو آج بڑا کام کیا۔ مگر دیر نہیں کرنی چاہیئے کلہاڑی میرے پاس ہے۔

اُدہر رام لال نے کرشنا سے کہا کہ "جاکر معلوم تو کرو کہ وہ اجنبی کہاں گیا؟ اگر کھانا تیار نہ ہو تو ہرج نہیں بلکہ اس کو منع کر آؤ کہ اب تکلیف نہ کرے۔"

کرشنا اجنبی کی تلاش میں گیا اور کمرے کے باہر کھڑے ہو کر اُس کی اور اُس کے ساتھیوں کی تمام باتیں سُنیں اور جلدی سے واپس آکر اپنے بھائی سے کہا۔

کرشنا۔ بس بھائی کچھ نہ پوچھو ہمارا یہاں سے نکلنا مشکل ہے۔ اجنبی اور اس کے ساتھی ہمارے قتل کا منصوبہ باندھ رہے ہیں اور ایک ساتھی نے یہ بھی کہا کہ کلہاڑی بالکل تیار ہے۔

رام لال (کانپتے ہوئے) اب میرے خیال میں بھاگ جانا بہتر ہے۔

کرشنا۔ اب بھاگنے کا موقع نہیں ہے کیونکہ لوگ ہمیں چور سمجھ کر پکڑ لیں گے۔ اب بچنے کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ اِس گھنے

درخت پر چڑھ جائیں تو بہتر ہے۔ صبح اتر آوینگے
یہ کہکر دونوں بھائی پاس کے گھنے
درخت پر چڑھ کر پتوں میں چھپ گئے اور
تماشہ دیکھتے رہے۔ اُدہر ہیرا اپنے ساتھیوں
کو لے کر چارپائی کے پاس آیا تو وہ کیا دیکھتا
ہے کہ ایک آدمی کپڑا تانے ہوئے سو رہا ہے
اور دوسری چارپائی خالی ہے۔ ہیرا نے کہا۔
"معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دوسرا ساتھی بھاگ
گیا ہے اور اسے اکیلا یہاں چھوڑ گیا ہے"۔
ہیرا نے کلہاڑی ہاتھ میں لے کر ایک ہی وار
میں اس کا کام تمام کر دیا اور پھر لاش کو اٹھاکر
اس کی دیکھ بھال کی تو معلوم ہوا کہ یہ تو اُن
کا ہی ایک ساتھی بختو تھا جو مولا پور سے آیا
تھا اور تھکا ماندہ اسی رات کو اُسی چارپائی
پر سو رہا تھا۔ اب کیا تھا ہیرا اور اُس کے
ساتھیوں میں ماتم ہونے لگا۔ اب کیا ہو سکتا تھا
اب پچھتائے ہوت کیا جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔
ناچار اس کو وہیں اپنے احاطہ میں دفن کر دیا
تاکہ کسی کو بھید نہ معلوم ہو جائے۔

ادہر رام لال اور کرشنا درخت پر
یہ سب ماجرا دیکھ رہے تھے دل میں خدا
کا شکر کرنے لگے کہ آج ہماری جان خوب بچی
جب سویرا ہو گیا تو دونوں بھائی درخت سے
اتر کر اپنے وطن کی طرف چل دئے اور ہیرا
اور اُس کے ساتھی دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے
یہ بالکل سچا واقعہ ہے۔ اس سے یہ
نتیجہ نکلتا ہے کہ کسی کے ساتھ بدی نہیں
کرنی چاہئے۔

(نذیر احمد صابر۔ از میانی۔ پنجاب)
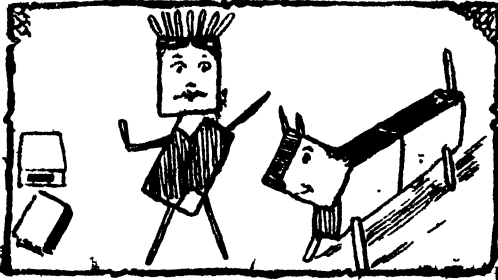
اس چھوٹے آدمی کا سر دیا سلائی کے پورے بکس کا
بنا ہوا ہے جو کہ دوسرے بکس کے کونے سے جڑا ہوا ہے
اس کے بازو ٹانگیں اور بال استعمال شدہ دیا سلائیوں
کے بنے ہوئے ہیں۔ کتے کا جسم دو بکسوں کا اور سر اپنے
آقا کی طرح ایک بکس کا بنا ہوا ہے۔ ذرا غور کرو
کتنی پر مذاق تصویریں بن گئی ہیں۔ (اشفاق)

تم کون سا پیشہ اختیار کروگے؟

ہر ایک نوجوان کو یہ سوال درپیش ہوتا ہے کہ مجھے کونسا پیشہ اختیار کرنا چاہیئے؟ اس سوال کے ٹھیک جواب پر اس کی آئندہ ترقی اور خوش حالی کا دارومدار ہوتا ہے۔ بہت کم نوجوان ایسے ہوں گے جو اس کا حل خود سوچتے ہوں گے اس سوال کے جواب کے لئے انھیں اپنے بزرگوں مثلاً استادصاحبان اور والدین سے صلاح ومشورہ کرنا چاہیئے۔ لڑکے اس کا حل خود نہیں سوچ سکتے ان کے بزرگ ان کو ٹھیک راستے پر لگا سکتے ہیں کیوں کہ انھوں نے زمانے کے نشیب وفراز دیکھے ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ ان کی بہتری کے لئے اچھی رائے دے سکتے ہیں۔

اگر کوئی شخص ایسا پیشہ اختیار کرتا ہے، کہ جس کے چلانے کی وہ قابلیت نہیں رکھتا۔ تو یہ اس کے لئے بہت ہی نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ آج کل کے تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لئے روزی کمانے کے لئے پیشہ اختیار کرنا مشکل کام ہو گیا ہے۔ آج کل کے نوجوان عزت والے اور دولت پیدا کرنے والے پیشے اختیار کرتے ہیں چاہے وہ اس کے قابل ہوں یا نہوں۔ چاہے وہ کرسکیں یا نہ کرسکیں لیکن پیشہ عزت والا ہو تاکہ نام ہو لیکن نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ یہی کہ وہ ناکامیاب ہوتے ہیں اور تمام عمر ہاتھ ملتے رہتے ہیں۔ ایک وکیل کے لئے لازمی ہے کہ وہ دلیر ہو۔ لائق ہو بحث کرنا جانتا ہو۔ اس سے زیادہ اس میں یہ خاصیت ہونی چاہیئے کہ وہ سچا ہو سچائی کو اپنے سامنے رکھے جھوٹ کو پاس تک نہ پھٹکنے دے ایک دوکان دار کے لئے لازمی ہے کہ وہ چست اور چالاک ہو منافع تھوڑا لے اور "ایک دام نقد دام" پر عمل کرے ڈاکٹر کے لئے لازمی ہے کہ وہ لائق ہو۔ بیماریوں کی پہچان ٹھیک کرسکے۔ وہ اپنا کام بطور ہمدردی کرے نہ کہ قاروں کا خزانہ حاصل کرنے کے لئے۔ استاد کو صابر اور لایق ہونا چاہیئے۔ اس کو دولت کی پرواہ نہیں کرنا چاہیئے۔ استاد میں یہ لیاقتیں ضرور ہونی چاہئیں کیوں کہ والدین کے بعد لڑکوں کے اخلاق کو سدھارنے

والا شخص ہوتا ہے۔ اگر استاد نیک اور لائق ہوگا تو طالب علم میں بھی وہی جوہر پیدا ہو جائیں گے۔ برخلاف اس کے اگر استاد نیک نہیں ہے۔ تو طالب علموں کا بھی وہی حال ہوگا۔ ایک سرکاری نوکر کے لئے لازمی ہے کہ وہ باقاعدہ ہو باقاعدہ بھی مشین کی طرح۔ ایک شرمیلا آدمی کبھی بھی۔ اس پیشہ میں کامیاب نہیں ہوسکتا جس میں کہ طاقت کو دخل ہو۔ اور بے صبر آدمی اس پیشہ میں کامیاب نہیں ہوسکتا جس میں کہ لیاقت اور صبر کو دخل ہو۔ ایک ایسے شخص کو جس کا دماغ جلد بگڑ جاتا ہے اور جس کے مزاج میں تیزی یا گرمی آنے میں کوئی دیر نہیں لگتی۔ کسی بھی ایسے پیشہ میں ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیے جس میں کہ آزمائش اور مقابلہ ہو۔ پیشہ اختیار کرنے کا سوال ہندوستانیوں کے لئے بہت مشکل ہوگیا ہے۔ ہندوستانی کئی ایک پیشوں مثلاً لوہاری۔ ترکھانی۔ زرگری وغیرہ کو اپنے لائق نہیں سمجھتے وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ سارے پیشے اپنی اپنی جگہ پر اچھے ہیں۔ وہ محنت۔ مزدوری کو ناپسند کرتے ہیں۔ وہ سرکاری نوکری کو بہت پسند کرتے ہیں اور اس کو دوسرے پیشوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ کیوں کہ ان کے خیال میں وہ ایک دن ضرور ترقی پائیں گے اور اچھا عہدہ حاصل کرکے۔ عیش و عشرت کی زندگی بسر کرسکیں گے۔ مگر یہ ان کی خام خیالی ہے۔ کیوں کہ دیکھا گیا ہے کہ بہت سے بی اے پاس جو اگر چاہتے تو کامیاب ڈاکٹر یا سائنسدان بن سکتے تھے۔ سرکاری نوکری حاصل کرنے کے باوجود وہی معمولی کلرک ہیں انہوں نے کوئی ترقی نہیں کی۔ اور نہایت معمولی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ آج کل بے روزگاری اس قدر بڑھ گئی ہے۔ کہ گریجوٹ طبقہ چھوٹی سے چھوٹی نوکری کرنے کے لئے طیار رہے۔ لیکن یہ صرف بے روزگاری کی وجہ نہیں بلکہ ان کے پیشہ اختیار کرنے میں غلطی کی وجہ سے وہ ایسا کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

ہمارے ملک میں اب اس کی ضرورت ہے کہ طالب علموں کو شروع سے ہی وہ پیشہ سکھانا چاہیئے جس کے وہ اہل ہوں ہر شخص

مختلف جوہر رکھتا ہے۔ اور کوئی بھی جوہر ایسا نہیں
کہ جس کا کوئی نہ کوئی فائدہ نہ ہو۔

ہر ایک شخص سوسائٹی کے لئے کارآمد
ثابت ہو سکتا ہے اگر اس کی توجہ اس کام
کی طرف لگا دی جائے جس کو وہ پسند کرتا ہو۔
ہندوستانی والدین کی یہ ایک اہم غلطی ہے کہ
وہ اپنے بچوں کی تعلیم کو بے فائدہ سمجھتے ہیں۔
جب تک کہ وہ کلرک۔ اوورسیر۔ ڈاکٹر یا وکیل
نہیں بن جاتا۔ اگر ایک لڑکا۔ راگی یا ملاح یا سپاہی
بن سکتا ہے تو کیوں نہ اسے یہ کام سکھائے
جائیں؟

ہونہار بھائیو! آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ
آپ کو کون سا پیشہ اختیار کرنا چاہیئے۔

(مترجمہ ایس کمار از بچوں)

بیربل

بچوں نے غالباً بیربل کا نام سنا ہوگا
اور ممکن ہے کہ اس کے لطیفے بھی سنے ہوں
گے۔ لیکن شاید یہ نہ معلوم ہوگا کہ یہ شخص کون
تھا۔ اور اکبر کے دربار میں کس طرح آیا تو یہ بھی
سن لو

بیربل کا باپ آگرہ کے قریب ایک گاؤں
کا رہنے والا تھا۔ وہ ایک معمولی حیثیت کا آدمی تھا
کچھ دنوں کے بعد وہ مرگیا۔ اس مرنے کے بعد
بیربل تمام پونجی لے کر آگرہ آگیا۔ اور وہاں
اس نے ایک چھوٹی سی دوکان کھول لی اس
کے یہاں چونہ وغیرہ زیادہ بکتا تھا۔ اسی زمانہ
میں مغل اعظم اکبر آگرہ میں تھا۔ ایک دن اکبر نے
اپنے نوکر سے پان لانے کو کہا

نوکر پان لگا کر لایا لیکن اتفاق سے چونہ۔
زیادہ لگ گیا۔ اور بادشاہ کا منہ پھٹ گیا۔ اس
پر بادشاہ کو بہت غصہ آیا لیکن اس نے اس۔
وقت کچھ نہ کہا۔ بلکہ دوسرے دن نوکر سے کہا
کہ بازار سے ایک روپے کا چونہ لے آؤ

نوکر نے حکم کی تعمیل کی اور اتفاق سے۔
بیربل کی دوکان پر پہنچا۔

نوکر۔ ایک روپے کا چونہ دیدو بادشاہ نے منگایا ہے
بیربل۔ کیا بادشاہ نے ایک روپے کا چونہ منگایا ہے

نوکر۔ جی ہاں۔

بیربل (اچھی سوچ سمجھ کر) اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو ایک روپے کا کچا گھی پی جاؤ

نوکر۔ ایسا کیوں؟

بیربل۔ اب تم جان بچانے کی فکر کرو۔ معلوم ہوتا ہے تم نے بادشاہ کا کوئی قصور کیا ہے

نوکر۔ ہاں میں چونہ زیادہ لگ گیا تھا۔

بیربل۔ تو اچھا گھی جاکر جلد پی لو

نوکر نے بیربل کے کہنے سے ایک روپے کا گھی پی لیا اور پھر بادشاہ کے پاس چونہ لیکر گیا

بادشاہ نے کہا اس چونے کو فوراً پیسو

نوکر نے حکم کی تعمیل کی جب چونہ پس چکا تو اکبر نے کہا " بس تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ یہ سب چونہ کھا جاؤ ورنہ گولی سے مار دیئے جاؤ گے۔

بیچارے غریب نوکر نے بہت منت کی لیکن اکبر نے ایک نہ مانی۔ آخر نوکر تمام پسا ہوا چونہ کھا گیا۔ چونہ کھاتے ہی وہ فوراً گھر کو چل دیا۔ چونکہ وہ گھی پیئے ہوئے تھا اس لئے اس کو راستے میں فوراً قے ہوگئی اور سارا چونہ نکل گیا۔ کچھ دنوں کے بعد نوکر اچھا ہوگیا اور اکبر کے دربار میں گیا۔ بادشاہ نوکر کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ تب نوکر نے تمام داستان سنائی بادشاہ نے فوراً بیربل کو اپنے یہاں بلالیا محل رہنے کو دیا۔ اور بہت سا انعام و اکرام دیا اور اسکی عقل پر بہت تحسین و آفریں کی

(بشیر علی ساغر بدایونی از کانپور)

انعامی معمہ

"مولانا محمد علی صاحب جوہر" میں جتنے حروف ہیں اُن سے ہندوستان کے مشہور شہر بناؤ۔ جو صاحب سب سے زیادہ شہر بنائیں گے اُن کو مولانا محمد علی مرحوم کا کلام جو کلام جوہر کے نام سے مشہور ہے انعام میں دیا جائے گا۔

صرف رسالہ ہونہار کے خریدار ہی اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔ تمام حل مہینہ کے آخر تک دفتر رسالہ ہونہار میں آجانے چاہئیں۔

(اسحاق)

ہنسی کی باتیں

ایک طفیلی (طفیلی اُسے کہتے ہیں جو بن بلائے کسی کے ساتھ کھانے لگے) کسی کے یہاں گیا۔ گھر کے آدمی کھانا کھا رہے تھے۔ طفیلی نے پوچھا کیا کھا رہے ہو؟ گھر کے آدمیوں نے کہا "زہر" یہ سنتے ہی طفیلی نے بھی اپنا ہاتھ طشت میں ڈال کر کھانا شروع کر دیا اور کہا کہ میری زندگی تمہارے بعد حرام ہے۔ (محمد سعید اللہ والے۔ دہلی)

ایک لڑکا کہیں جا رہا تھا راستے میں ایک مویشی خانے کے ڈاکٹر ملے اور انھوں نے دریافت کیا
ڈاکٹر۔ کیوں بھئی اب تم ہمارے یہاں نہیں آتے؟
لڑکا اب میرا کوئی جانور بیمار نہیں ہے۔ (صغرا بیگم)

ماں (رات کے وقت) ننھی باہر جا کر دیکھو کہ اب بارش تو نہیں ہو رہی؟
ننھی۔ جی ہاں اماں جان ابھی بارش ہو رہی ہے۔
ماں۔ تم نے کیوں کر معلوم کیا؟
ننھی۔ دیکھئے میری بلی بھیگی ہوئی ہے
(صغرا بیگم بنت الطاف حسین صاحب از اٹاوہ)

ایک بلند دیوار پر ایک معمار مرمت کر رہا تھا دیوار اس قدر بلند تھی کہ اوپر نظر کرنے والے کا سر چکرا جاتا تھا۔ راستہ کے لوگ اس کو حیرت سے دیکھنے کے لئے کھڑے ہو گئے مگر وہ راج (معمار) بے خطر اپنے کام میں مصروف رہا۔ اتفاقاً دو لڑکے بھی اس جگہ کھڑے ہو کر تماشہ دیکھنے لگے۔ مگر جب زیادہ دیر ہو گئی تو ان دونوں میں سے ایک لڑکا بولا۔ "ارے میاں چلو بھی یہ معمار گرتا ہوا نظر نہیں آتا"۔

ایک دن اکبر بادشاہ صبح کو جب محل سے برآمد ہوئے تو پہلے پہل جس دربان کی شکل نظر آئی وہ بہت ہی بدصورت تھا۔ اتفاق سے اس دن امور سلطنت میں کچھ ایسی مصروفیت رہی کہ دن بھر کھانا نصیب نہ ہوا۔ شام کے وقت بادشاہ نے دربان کو طلب کیا اور کہا کہ آج صبح کو ہم نے پہلے پہل تیری منحوس صورت دیکھی تو دن بھر کھانا نصیب نہ ہوا۔ تیری یہ سزا ہے کہ تجھے پھانسی دی جائے۔

دربان بہت حاضر جواب تھا۔ فوراً عرض کی۔ حضور آپ نے آج پہلے پہل میری صورت دیکھی تو آپ کو کھانا نصیب نہ ہوا اور میں نے جو پہلے پہل آپ کی صورت دیکھی تو مجھے پھانسی کا حکم ملتا ہے۔ اب آپ ہی انصاف فرمائیں کہ زیادہ منحوس کون ہے؟ بادشاہ یہ سن کر ہنس پڑے اور اُسے خلعت عنایت فرمایا (ملک غلام حیدر از سیالکوٹ)

دلچسپ معلومات

برطانیہ میں اس وقت عام لوگوں کے پاس ۲۹۵ ہوائی جہاز ہیں جن کے ۳۲۶ مالک ہیں۔

برطانیہ میں دس لاکھ آدمی ایسے ہیں جن کو ۴۰۰ پونڈ سے زیادہ سالانہ آمدنی ہوتی ہے۔

بچھو ۴۰۰ دن تک بغیر کھائے پیئے زندہ رہ سکتا ہے اور مکڑی ۱۷ مہینے بھوکی رہ سکتی ہے۔

ہندوستان میں افیون آج سے ۱۰ سال پہلے ۱۷ روپے سیر بکتی تھی۔ آج کل ۷۲ روپے سیر بکتی ہے۔ باوجود اس گرانی کے آج کل بکری زیادہ ہے۔

لندن میں ایک سوسائٹی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ میعاد گزرنے کے بعد جو قیدی رہا کئے جائیں ان کی مدد کرے اور ان کی آئندہ زندگی کو بہتر بنائے۔ یہ سوسائٹی ۲۴ ہزار رہا شدہ قیدیوں کو مدد دے رہی ہے۔

بلگریڈ کے ایک باشندے نے حال میں ۱۷ پونڈ وزنی روٹیاں۔ ۴ پونڈ کیک۔ ۲ پونڈ بھنا ہوا گوشت اور ۳۰ طشتریاں آئس کریم (ملائی کا برف) کی کھا کر ایک شرط جیت لی۔ اس سے پہلے اس نے ایک اور موقع پر جب کہ وہ فوج میں ملازم تھا وہ تمام کھانا کھالیا جو ۲۵ آدمیوں کے لئے تیار کیا گیا تھا۔

پیرس میں ایسے نئے لیٹر بکس بنائے گئے ہیں جو صرف ڈاک کی چٹھیاں ہی ڈالنے کے کام نہیں آتے بلکہ موسم کی تبدیلیوں اور درجۂ حرارت کو بھی بتلاتے ہیں۔ ان کے ایک طرف آلۂ مقیاس الموسم اور دوسری طرف تھرمامیٹر لگا ہوا ہے۔

ایک شخص نے معلوم کیا ہے کہ تمام دنیا کی آبادی تقریباً ایک ارب ۸۴ کروڑ اور ۹۵ لاکھ ہے جس میں براعظم ایشیا میں ایک ارب ۳۰ لاکھ آدمی رہتے ہیں۔

تنقید اور تبصرہ

چاند کا اسپیشل اڈیٹر نمبر

ہندی رسالہ چاند جو الہ آباد سے شائع ہوتا ہے. وہ ملک میں اتنا مقبول ہے۔ اُسکی اشاعت تقریباً ۱۵۰۰۰ ہے۔ اس کے کارکنوں نے ایک سال سے اسی رسالہ کو اردو میں نکالنا شروع کیا ہے جو اپنی شان کا ایک نرالا پرچہ ہے

دسمبر میں اردو چاند کا اسپیشل اڈیٹر نمبر شائع ہوا ہے جو $\frac{20 \times 30}{8}$ سائز کے ۸۰۸ صفحات پر مشتمل ہے اسمیں ہندوستان کے تقریباً تمام مشہور اخبارات اور رسائل کے اڈیٹر صاحبان کے مضامین مع ان کی تصاویر کے شائع کئے گئے ہیں اس میں چار سہ رنگی تصاویر بھی ہیں ــــ جناب منشی کنھیا لال صاحب ایم اے۔ ایل۔ ایل۔ بی نے یہ نمبر نکالکر ادب اردو پر ایک بڑا احسان کیا ہے یہ ایک تاریخی چیز ہے جس میں ہندوستان کے ۱۷۵ اڈیٹر صاحبان کے مختلف قسم کے بہترین مضامین شائع کئے گئے ہیں۔ اس میں ہر ایک کے ساتھ ساتھ اُن کے فوٹو بھی دیئے گئے ہیں۔ ایڈیٹر صاحبان کی تصاویر اگر ذرا اچھے کاغذ پر چھاپی جاتیں تو رسالہ کی شان دوبالا ہو جاتی۔ بہرحال یہ نمبر بحیثیت مجموعی بہت اچھا ہے۔ اور اردو ادب میں ایک نئی چیز کا اضافہ ہے جس کے لئے ہم منشی کنھیا لال اڈیٹر ایم اے اڈیٹر رسالہ چاند کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ اردو دان پبلک اسکی قدر کرے گی اس نمبر کی قیمت تین روپے ہے رسالہ کا سالانہ چندہ آٹھ روپے ششماہی پانچ روپے۔ مندرجہ ذیل پتہ سے طلب کیجئے۔

مینجر چاند۔ چندر لوک۔ الہ آباد

سلیس نظمیں

از جناب محمد یوسف صاحب ناظم انصاری سائز $\frac{22 \times 18}{8}$ ضخامت ۴۳ صفحے قیمت ۴؍

یہ نظمیں اردو پرائمری اسکول کی ابتدائی جماعتوں کے لئے لکھی گئی ہیں۔ زبان نہایت سادہ اور سلیس ہے جس کو چھوٹے بچے نہایت آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ ان نظموں میں خاص بات یہ ہے کہ عطف اور اضافت سے بالکل پرہیز کیا گیا ہے بمندرجہ ذیل پتہ سے ۵؍ کے ٹکٹ بھیجکر طلب کیجئے۔

مولوی فتح محمد صاحب صدر مدرس مدرسہ انجمن اسلام واقع سینڈھرسٹ روڈ بمبئی۔

نور ہدایت

از جناب ایم اسلم صاحب لاہور

بچوں کے پڑھنے کے لئے نہایت اچھی کتاب ہے اس میں حضرت جلیبیؓ کا قصہ درج ہے جو نہایت غریب تھے مسکین تھے آنحضرت صلعم ان سے بہت محبت رکھتے تھے۔ ان کے حالات ہر مسلمان بچے کو جاننا چاہئیں۔ سائز $\frac{20 \times 30}{16}$ ضخامت ۴۰ صفحے۔ قیمت ۴؍

خط تقدیر

از جناب ایم اسلم صاحب لاہور۔ سائز $\frac{20 \times 30}{16}$ ضخامت ۴۶ صفحے قیمت ۴؍

آسٹریلیا کے ایک محب وطن لڑکے کا قصہ۔ اس نے اپنے وطن کے لئے جو قربانیاں کیں وہ پڑھنے کے قابل ہیں۔

دونوں کتابوں کے ملنے کا پتہ **قسیم بک ڈپو بازار بارودخانہ لاہور**

کرشمہ تعلیم

مصنفہ جناب ڈاکٹر شفیع احمد صاحب ایم اے پی ایچ ڈی۔ ایڈیٹر رسالہ دستکاری دہلی۔

اس کتاب میں بچوں کے لئے چھوٹی چھوٹی کہانیاں آسان زبان میں لکھی گئی ہیں۔ یہ کتاب ریاست بہاولپور کے اسکولوں کے لئے منظور ہو چکی ہے۔ سائز $\frac{20 \times 22}{16}$ ۔ ضخامت ۸۲ صفحے۔ قیمت صرف چھ آنے

ملنے کا پتہ

مینجر صاحب رسالہ دستکاری دہلی۔

علی گڑھ فیشن کیوں مشہور ہے
دار العلوم علی گڑھ سر سید علیہ الرحمۃ کے زمانہ سے مسلمانوں کی محض تعلیم و تربیت کا ہی گڑھ نہیں
رہا ہے بلکہ یہاں کی طرز رہایش لباس و پوشاک بھی مسلمانان ہند کے لئے سبق آموز و قابل تقلید ہے
ہے۔ علی گڑھ کے شوق اور تہذیب کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم نے زر کثیر خرچ کر کے ترکی طرز کی شیر گولہ وغیرہ بہترین
عمدہ اور سستی ٹوپیاں جو اپنی نفاست اور عمدگی میں بے مثل ہیں کافی تعداد میں مہیا کی ہیں جو ہر مقام سے فرمایشات
میں بکثرت پسند کی جاتی ہیں آپ اس موقعہ سے فائدہ اٹھائیے خریداروں کو کفایت سے دوکاندار کو
رعایت سے مال روانہ ہوتا ہے۔ فہرست باتصویر مفت طلب کیجئے اور کیلنڈر ہمراہ آرڈر دیا جاتا ہوگا
ایس محمد دین اینڈ سنز جنرل کیپ مرچنٹ علی گڑھ

معزز ناظرین رسالہ ہونہار اور ہمارے خاص خریداروں کو
نیا سال مبارک ہو
اور سال نو کی خوشی میں رسالہ ہونہار دہلی بالکل مفت
جو اصحاب ماہ جنوری میں مبلغ عنہ روپے کا سامان کھیل ہم سے منگوائیں گے ان کے نام جاری کرادیا جائیگا۔ اور عہ روپے کا مال منگوانے والوں کو صرف چھ ماہ کے لیے رسالہ مل سکے گا۔
ممتاز ناظرین اگر آپ تعلیمی معاملات میں دلچسپی لینا چاہتے ہیں تو آجکل جبکہ سامان کھیل کی خریداری کے دن ہیں۔ اور ہر ایک مدرسہ میں سامان کھیل بکثرت خریدا جا رہا ہے اگر آپ نے ابھی تک اپنے سکول کیلئے سامان کھیل نہیں منگوایا تو ماہ جنوری کے اندر اندر منگوا کر رسالہ ہونہار سال بھر کیلئے مفت جاری کرالیں جو آرڈر کہ عنہ روپے سے زیادہ مالیت کے ہوں گے ان کے نام رسالہ ہونہار جاری کرانے کے علاوہ بالائی رقم پر ۲ فی روپے کے حساب سے کمیشن بھی دی جاوے گی
ہمارا سامان کھیل۔ اپنی عمدگی مضبوطی اور نسبتاً ارزانی قیمت کی وجہ سے لاثانی ثابت ہو چکا ہے جن جن صاحبان نے ایک مرتبہ بھی بطور آزمائش کے ایک مرتبہ منگوایا۔ انہوں نے تعریف کی۔ اور کارخانے کو بڑے بڑے آرڈروں سے مستفید فرمایا۔ اور عمدہ سرٹیفکٹ لکھ بھیجنے کے علاوہ کمپنی کے مجسم اشتہار بن گئے ہمارا
گارنٹی (ذمہ داری) جو سامان کھیل ہم سے منگائیں گے اگر رسیدگی پر ناپسند پایا جائے تو فوراً بلا استعمال کئے واپس کر کے قیمت واپس منگائیں علاوہ ازیں اگر کوئی ہماری اپنی طیار کردہ چیز کھیل میں بلد ناکارہ ہو جاوے جس سے پایا جاوے کہ صرف کردہ رقم حرام ہوگی تو فوراً اس کے بدلے حلفیہ تحریر آنے پر ہم نیا مال مفت دیں گے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہم کبھی بھی برا سامان پیدا نہیں کریں گے۔ کیونکہ ہم اپنے کام کو شہرت دینا چاہتے ہیں۔ نہ کہ ہم اپنی محنت اور روپیہ برباد کرنا۔ ذیل میں فہرست سامان ملاحظہ ہو
فہرست سامان ہاکی
فہرست سامان کرکٹ
فہرست سامان فٹ بال
فہرست سامان والی بال
سامان بذریعہ وی پی ارسال ہوگا ریل و خرچ ڈاک وغیرہ بذمہ خریدار
ملنے کا پتہ جنرل مینیجر ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ ملک بلڈنگ شہر سیالکوٹ
تار کا پتہ رجسٹری شدہ
MALIK SIALKOT

چند ضرورت کی چیزیں

انگریزی حروف کا جیبی چھاپے خانہ

ہر طالب علم اور کاروباری آدمی کو اس بات کا شوق ہوتا ہے کہ اپنے نام کی مہر ضرور ہو یا کارڈ اور لفافے جو دوسروں کو بھیجے اس پر اپنا نام اور پتہ ضرور چھپا ہوا ہو۔ چھاپے خانہ میں چھپوانے یا مہر بنوانے میں بہت زیادہ روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ ان تمام دقتوں کو یہ پاکٹ پریس یعنی جیبی چھاپے خانہ دور کر سکتا ہے۔ اس کے حروف نہایت عمدہ اور صاف ربڑ کے بنے ہوئے ہیں اور برسوں کام دیتا ہے یہ مختلف قسم کے ہوتے ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔ ضروری سامان بھی ساتھ ہوگا

پریس نمبر ۱۔ اس میں چھوٹے اور بڑے دونوں طرح کے حروف ہیں۔ دو لائن یک وقت چھاپ سکتا ہے۔ قیمت ۱۲ر

پریس نمبر ۲۔ اس میں بھی پریس نمبر ۱ کی بہ نسبت حروف زیادہ ہیں۔ تین بلیوں والا ہے جس میں ایک ایک اور تین تین الگ الگ چھپ سکتی ہیں۔ یہ پریس یک وقت ۴ لائن چھاپ سکتا ہے بہت ہی پسندیدہ ہوگا قیمت دو روپے ۱۲ر (۲؍۱۲)

پریس نمبر ۳۔ اس میں ۲۰۰ سے زیادہ نہایت عمدہ بڑے اور چھوٹے حروف ہیں۔ کئی قسم کی بیلیں بھی ہیں۔ تاریخ وغیرہ چھاپنے کے لئے نمبر بھی ہیں۔ ۳ بڑی اور ۳ چھوٹی لائن یک وقت چھپ سکتی ہیں نہایت عمدہ پریس ہے۔ قیمت پانچ روپے چار آنے

جیبی گلاس

سیر میں سفر میں نہایت مفید

یہ گلاس ہر جگہ کام دیتا ہے اس گلاس کے موجد نے اس کو اس طرح بنایا ہے اور چند ٹکڑے کرکے ان کو اس طرح ملایا ہے کہ جب چاہو کھول کر پانی پیو اور جب چاہو دبا کر جیب میں رکھ لو۔ نہایت کام کی چیز ہے۔ قیمت فی گلاس ۱۲ر

ڈیٹ پرنٹر (تاریخ چھاپنے کی مہر)

اس مہر میں تاریخ مہینے اور سنہ نہایت صاف اور عمدہ ربڑ کے تراشے ہوئے لگائے گئے۔ جو تاریخ مہینہ اور سنہ چاہو چھاپ لو وہ کبھی خراب نہیں ہوتی قیمت صرف ۱۲ر

پنسل تراش

اس کے ذریعہ سے پنسل نہایت صاف اور عمدہ بنتی ہے۔ قیمت فی عدد ۲ پیسے

سلولائڈ کا بنا ہوا نہایت خوش رنگ خوبصورت اور مضبوط۔ قیمت ۶ر

نوٹ۔ ہر چیز کا محصول بذمہ خریدار ہوگا۔

پتہ۔ ایس۔ ایم۔ اسحاق اینڈ کو بارہ ٹوٹی دہلی۔

باہتمام فیاض حسین نسیم پرنٹر و پبلشر جدید برقی پریس دہلی میں طبع ہو کر دفتر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی سے شائع ہوا

THE HON-HAR DELHI.

AN ILLUSTRATED & MOST USEFUL URDU MAGAZINE FOR BOYS & GIRLS.

(SALAR JUNG NUMBER)

THE HON-HAR DELHI.

AN ILLUSTRATED & MOST USEFUL URDU MAGAZINE FOR BOYS & GIRLS

Annual Subscription Including Postage Rs 3 4 0

قواعد و ضوابط

(۱) رسالہ ہونہار ہر ماہ کے وسط میں شائع ہوتا ہے۔

(۲) اگر کبھی اتفاقاً رسالہ پہونچنے میں دیر ہو جائے تو ۲۰ تاریخ تک دفتر کو رسالے کے وصول نہ ہونے کی اطلاع دیدینی چاہئے۔ اس کے بعد طلب کرنے پر دوسرا پرچہ قیمتاً بھیجا جاسکے گا۔

(۳) رسالہ ہونہار کا سالانہ چندہ تین روپے چار آنے۔ بذریعہ وی پی ہے اور ششماہی دو روپیہ ہے۔

(۴) خط و کتابت کرتے وقت اپنا پورا پتہ خوشخط اور خریداری نمبر ضرور تحریر فرمائیے۔

(۵) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے ورنہ جواب معاف۔

(۶) نمونہ کیلئے چار آنے کے ٹکٹ ضرور آنا چاہئیں۔

(۷) تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام منیجر رسالہ ہونہار [illegible] ہونی چاہئے۔

(۸) مضامین و دیگر شکایات کے متعلق تمام خطوط ایڈیٹر صاحب رسالہ ہونہار کے نام آنا چاہئیں۔

(۹) مضامین مختصر اور عام فہم ہونے چاہئیں جنکو بچے نہایت آسانی سے سمجھ سکیں اور جو بچوں کے اخلاق سدھارنے اور اُن میں ترقی کا جذبہ پیدا کرنے میں معاون ہوں۔

انعامات

(۱) جو طالب علم رسالہ ہونہار کیلئے سب سے زیادہ اور اچھے مضامین لکھے گا سال کے آخر میں اُسے ایک نقرئی تمغہ انعام میں دیا جائے گا اور اُس کا فوٹو بھی رسالہ میں شائع کیا جائیگا۔

(۲) رسالہ ہونہار کے لئے اچھے مضامین لکھنے والی لڑکیوں کو بھی انعامات دئے جائیں گے۔

"منیجر"

(SALAR JUNG NUMBER.)

لڑکوں اور لڑکیوں کا باتصویر ماہوار رسالہ
ہونہار
بابت ماہ
مارچ سنہ ۱۹۳۱
جلد ۲
نمبر ۳
ایڈیٹر
فیاض حسین نسیم جامعی
دفتر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی

فہرست مضامین رسالہ ہونہار بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۱

سر سالار جنگ کے خاندان کے تاریخی حالات

ریاست حیدر آباد دکن میں سر سالار جنگ کا خاندان نہایت معزز اور اعلیٰ خاندان سمجھا جاتا ہے۔ یہ وہ خاندان ہے جس پر نہ صرف عوام بلکہ تمام امرا اور شرفا اور خود حکومتِ نظام کو بھی فخر ہے۔ اس خاندان نے اپنے ملک اور بادشاہ کے لئے جو بڑے بڑے کام انجام دئے ہیں انھوں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس خاندان کے نام کو زندہ کر دیا ہے۔ وہ کارنامے اس قابل ہیں کہ ہمارے ملک کے ہونہار بچے ان کا مطالعہ کریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔

سر سالار جنگ اعظم نواب میر تراب علی خاں بہادر

سر سالار جنگ اول نواب میر تراب علی خاں بہادر کے نانا میر عالم سید ابو القاسم ایرانی تھے۔ ان کے والد سید رضا جوانی کے زمانہ میں ہندوستان تشریف لائے اور کئی سال تک حیدر آباد میں رہے۔ یہاں ان کے صاحبزادے میر عالم پیدا ہوئے۔ میر عالم کی تعلیم و تربیت نہایت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی۔ وہ نہایت قابل اور تجربہ کار تھے ۱۷۸۶ء میں نظام کی طرف سے سفیر ہو کر کلکتہ گئے۔ ۱۷۹۱ء میں جب سلطان ٹیپو نے صلح کی درخواست کی تو میر عالم گفتگو کرنے کے لئے لارڈ کرانیول کے پاس بھیجے گئے۔ آخر میں ترقی کرتے کرتے آپ وزیر بنائے گئے۔ میر عالم کے انتقال کے بعد ان کے داماد منیر الملک وزیر ہو گئے۔

سر سالار جنگ کے والد بزرگوار نواب شجاع الدولہ کا جب انتقال ہوا تو ان کی عمر صرف تین برس کی تھی۔ ان کے دادا نواب منیر الملک نے ان کی پرورش کی لیکن ابھی ان کی عمر دس ہی سال کی تھی کہ ان کے دادا کا بھی انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کی نسبت ایک عجیب واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔

نواب منیر الملک بہادر کو سالار جنگ سے بہت محبت تھی۔ ایک مرتبہ سالار جنگ کو نہایت سخت بخار آیا اور ان کے جینے کی بھی امید نہ رہی تو ان کے دادا کو اس سے بہت رنج ہوا۔ انھوں نے خیال کیا کہ جب ہمایوں سخت بیمار ہو گیا تھا تو بابر نے اپنے بیٹے کی زندگی کے لئے دعا مانگی تھی اور تین بار اس کے پلنگ کے گرد چاروں طرف پھر کر یہ کہا تھا کہ میں

ہمایوں کے مرض کو اپنے لئے منظور کرتا ہوں یا الٰہی اس کو صحت ہو جائے اور اس کے عوض مجھ پر یہی مرض آجائے۔ چنانچہ بابر کی یہ دعا مقبول ہوئی۔ ہمایوں اچھا ہو گیا اور بابر کی وفات ہو گئی۔ اس لئے مجھ کو بھی اللہ سے یہی دعا کرنی چاہئے۔ چنانچہ انھوں نے مصلیٰ بچھوایا اور اپنے سالار جنگ کے لئے اسی طرح دعا کی۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی دعا مقبول ہوئی۔ سالار جنگ نے آنکھیں کھول دیں اور کچھ دن میں اچھے ہو گئے اور نواب منیر الملک کا چند ہی روز میں انتقال ہو گیا۔

تعلیم و تربیت

نواب منیر الملک کے بعد ان کے چچا سراج الملک نے ان کی تعلیم و تربیت اپنے ذمہ لی۔ اور ان کی تعلیم کا نہایت اچھا انتظام کیا۔ سالار جنگ نہایت ذہین تھے اور قدرت کی طرف سے ایک خاص دل اور دماغ لے کر آئے تھے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ نے فارسی اور عربی کی اعلیٰ قابلیت حاصل کر لی۔ اس کے بعد انگریزی کی تعلیم شروع کی اور ایک نہایت قلیل مدت میں اتنی ترقی حاصل کی کہ وہ رزیڈنٹ اور دوسرے یورپین لوگوں سے بلا جھجک نہایت تیزی کے ساتھ انگریزی میں گفتگو کر سکتے تھے۔ سالار جنگ کو گھوڑے کی سواری کا نہایت شوق تھا اس لئے بہت جلد ایک اعلیٰ درجے کے شہسوار بن گئے۔

وزارت

۱۸۵۳ء میں جب نواب سراج الملک بہادر وزیر اعظم حیدر آباد نے وفات پائی تو وزارت کے لئے سازشیں ہونے لگیں۔ جو چند آدمی نظام کے دربار میں جا سکتے تھے وہ نظام کو غلط سلط اطلاعیں دیتے تھے اور نظام کو بیرونی حالات کی خبر بھی نہ ہوتی تھی۔ خود نظام کو بھی اس کا احساس تھا کہ ان مشیروں میں بہت کم ایسے ہیں جو ریاست کے خیر خواہ ہیں۔ چنانچہ وزارت کے عہدے کے لئے انتخاب میں سخت مشکل پیش آئی۔ اسی موقع پر برٹش رزیڈنٹ نے سالار جنگ کا نام پیش کیا۔ اس تجویز کو سب نے پسند کیا اور باتفاق رائے سالار جنگ ہی جن کی عمر اس وقت ۲۵ سال کے قریب تھی وزیر اعظم بنا دئے گئے۔

ریاست کی حالت

سر سالار جنگ نے جب اپنے وزارت کے عہدے کا چارج لیا اس وقت ملک کی حالت بہت بری تھی۔ مالی اور انتظامی حالت بہت خراب تھی۔ ریاست کے اخراجات زیادہ تھے اور آمدنی کم ہوتی تھی۔ خزانہ بالکل خالی تھا۔ خود بادشاہ قرض میں گھرا ہوا تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ افسروں کی تنخواہیں وقت پر نہ ملتی تھیں۔ مالگذاری کی آمدنی بہت مایوس کن حالت میں تھی یعنی گھٹتے

گھٹتے ۶۰ لاکھ روپے پر آگئی تھی۔

اِصلاحیں

سب سے پہلے سالار جنگ نے زمینداری کے ٹھیکوں کو منسوخ کر دیا۔ تمام ریاست کو ۵ صوبوں اور ۱۷ ضلعوں میں تقسیم کیا۔ ہر ایک صوبہ میں کمشنر اور ہر ضلعے میں کلکٹر مقرر کئے۔ مالگذاری وصول کرنے کے خراب طریقوں کی اصلاح کی اور اُس کے وصول کرنے کے لئے سرکاری افسر مقرر کئے اِس نئے طریقے کے ماتحت براہِ راست کسانوں سے تعلقات پیدا کئے۔ اُن کی ضرورتوں کی طرف توجہ کی۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس سے زراعت میں ترقی ہوئی۔ باہمی اعتبار اور اطمینان پیدا ہو گیا اور کسانوں کو زمینداروں کی لوٹ کھسوٹ سے نجات مل گئی۔ زمینداروں کے ذمہ جو برسوں سے رقمیں بقایا چلی آتی تھیں وہ آہستہ آہستہ سب وصول کر لی گئیں۔ چنانچہ اِس اصلاح کے بعد ریاست کی آمدنی بڑھ گئی اور بجائے اٹھ لاکھ کے مالگذاری سے تقریباً چار کروڑ کی آمدنی ہوئی۔

اس اصلاح سے وہ زمیندار اور امیر لوگ (جن میں عرب۔ پٹھان روہیلے اور دوسرے طاقتور لوگ شامل تھے) سالار جنگ کے مخالف ہو گئے۔ وہ لوگ کسانوں سے من مانی رقمیں وصول کر کے سرکار میں بہت کم روپیہ داخل کرتے تھے۔ لیکن سالار جنگ نے اُن کی مخالفت کی بالکل پرواہ نہ کی بلکہ نہایت صبر، استقلال ہمت اور کوشش کے ساتھ اپنا کام جاری رکھا اِن کی اِس کوشش سے ریاست کی آمدنی میں اضافہ ہو گیا اور ریاست کو ایک زبردست پریشانی یعنی مالی مشکلات سے نجات مل گئی۔

انھوں نے ایک مرکزی خزانہ حیدر آباد میں قائم کیا اور ساہوکاروں کو سرکاری خدمات سے سبکدوش کر دیا۔

ریاست میں اعلیٰ عدالتیں قائم کیں اور پہلی عدالتوں کے مقابلے میں اُن کو زیادہ اختیار دے دِئے گئے۔ دیوانی اور فوجداری مقدموں کے لئے حسب ضرورت قوانین بنائے۔

تعلیمات، تجارت، فوج، جنگلات وغیرہ ریاست کے ہر شعبہ میں اپنی بیدار مغزی اور ہوشیاری سے وہ کام انجام دئے کہ تاریخ ان کو ہمیشہ یاد رکھے گی۔ اُن کی دانائی اور سیاست دانی کا شہرہ دور دور تک پہونچا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں ریاست کے تمام انتظامات بہترین ہو گئے اور ساری بدانتظامیاں دور ہو گئیں۔

سالار جنگ کے متعلق لارڈ میو صاحب بہادر وائسرائے ہند لکھتے ہیں:-

میں نہ کابل سے خوف کرتا ہوں اور نہ مجھکو نیپال سے اندیشہ ہے۔ اور نہ ہندوستان کی اندرونی طاقتوں سے متاثر ہوتا ہوں لیکن سر سالار جنگ کی طرف سے مجھے ہر وقت شکوک رہتے ہیں۔ جن کو میرے سے عملے

اور دفتر پر پورا قابو ہے اور میری ہر بات کی اطلاع اُن کو رزیڈنٹ حیدرآباد کے مطلع ہونے سے پہلے ہو جاتی ہے اور اِس کے ذرائع معلوم نہیں ہوتے۔ جن کا انتظام کیا جائے سوائے اِس کے کہ وہ کبھی ایران میں بات کرتے نظر آتے ہیں اور کبھی عرب کے قبیلوں کو ان کی تعریف اور تنظیم کا دلدادہ پایا جاتا ہے۔ اِس کے علاوہ اُن کو انڈیا آفس اور مدبران پارلیمنٹ کے دلوں میں نامعلوم طریق سے پوری رسائی حاصل ہے جس سے وہاں کی ہر بات گورنمنٹ آف انڈیا کی اطلاع سے پہلے پہنچ جانا اُن کی بیدار مغزی اور اُن کے پرائیویٹ تعلقات کا معمولی کرشمہ ہے"

جب کہ وائسرائے ہند کے سالار جنگ کے متعلق ایسے خیالات ہوں تو اندازہ لگائیے کہ وہ کتنے عقلمند اور سیاست داں آدمی تھے۔

غرضکہ ریاست کا کوئی شعبہ تھا جس میں انھوں نے ترقی نہ کی ہو۔ اِس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے امیر، جاگیر دار اور دوسرے لوگ اِن سے جلنے لگے۔ بلکہ یہاں تک مشہور کر دیا کہ اب وہ تمام ریاست میں انگریزی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ نظام سے بھی جا جا کر شکایت کرنے لگے کہ سالار جنگ ریاست کے لئے ایک زبردست خطرہ ہے۔ نظام کو بھی اُن کی طرف سے بدگمانی پیدا ہوئی لیکن سالار جنگ نے ریاست کی بھلائی کے لئے جو خدمات انجام دی تھیں وہ اُن کو بے گناہ ثابت کرنے کے لئے کافی تھیں۔ آپ نے نظام کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ اور نظام کے دل سے تمام شکوک رفع ہو گئے اور سالار جنگ کے دشمنوں کو ذلت اٹھانی پڑی۔

۱۸۵۷ء کا غدر

آپ کے زمانہ میں ۱۸۵۷ء میں غدر کا خوفناک طوفان تمام ہندوستان میں چھا گیا اور اس نے ہر جگہ سلطنتِ برطانیہ کی بنیادوں کو ہلا دیا۔ چاروں طرف بغاوت کے جھنڈے بلند کر دئے گئے اور انگریزوں کو ہر جگہ قتل کیا جانے لگا۔

اسی زمانہ یعنی مئی ۱۸۵۷ء میں یکایک نواب ناصر الدولہ نظام حیدرآباد دکن کا انتقال ہو گیا اُن کی جگہ نواب افضل الدولہ بہادر تخت نشین ہوئے رزیڈنٹ کو افضل الدولہ بہادر کی تاجپوشی کے بعد گورنر جنرل کی طرف سے تار ملا کہ "دہلی چھن گئی" رزیڈنٹ نے سالار جنگ کو بلوایا اور یہ خبر سنائی انھوں نے ہنسکر کہا کہ "یہ خبر تو تین دن سے شہر میں پھیلی ہوئی ہے"!

جب ہندوستان میں چاروں طرف بغاوت ہو رہی تھی تو اب باغیوں کی نظریں حیدرآباد پر بھی پڑنے لگیں۔ ۱۲ جون کی صبح کو لوگ جب بستروں سے اٹھے تو شہر کی بڑی بڑی عمارتوں پر بڑے بڑے پوسٹر چسپاں دیکھے جن میں انگریزوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے لکھا گیا تھا اور ۱۲ جون روز جمعہ

اس جنگ کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ اسی تاریخ کو
لوگ مکہ مسجد میں جمع ہوئے اور انگریزوں کے
خلاف تقریریں کیں۔ اور بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا گیا
سالار جنگ اگر چاہتے تو اس وقت انگریزوں
کا نام و نشان بھی باقی نہ رہتا لیکن وہ سمجھتے تھے
کہ آخر میں انگریز اس بغاوت کو دبا لیں گے اور
اس نازک وقت میں اُن کا ساتھ دے کر ہی میں
اپنے ملک اور بادشاہ کی خدمت اچھی طرح انجام
دے سکتا ہوں۔ چنانچہ باغیوں کی سرکوبی کے
لئے انھوں نے سخت سے سخت قوانین بنا کر شہر
میں چسپاں کرادئے۔

اسی اثنا میں بمبئی کے گورنر کے پاس سے
رزیڈنٹ کے پاس یہ تار آیا کہ:-
"اگر نظام کی حکومت چلی گئی تو سب کچھ چلا گیا"
حقیقت میں ملک کی حالت بہت نازک تھی۔ اس
وقت اگر نظام کی طرف سے کوئی کوشش نہ کی
جاتی تو شہر کے لوگ باغیوں سے مل جاتے اور
تمام جنوبی ہند میں بغاوت کے شعلے بھڑک اُٹھتے
یہ صرف سالار جنگ کی دور اندیشی اور انتظامی
قابلیت تھی جس نے نظام کی حکومت کو جانے
سے بچا لیا اور اس نوجوان وزیر نے وفادار کونسل
کی مدد سے بغاوت پر قبضہ جما لیا۔

سالار جنگ نے چاروں طرف فوجی سپاہیوں
کا پہرہ لگا دیا اور حکم دیا کہ جو باغی نظر آئے اس کے
گولی مار دی جائے۔ لیکن اس کے باوجود
باغیوں نے رزیڈنسی پر حملہ کر ہی دیا۔

باغیوں کے لیڈر طرہ باز خاں اور مولوی
علاؤالدین تھے جن کے ہمراہ ۵۰۰ روہیلے اور ۴۰۰۰
دوسرے لوگ تھے۔ رزیڈنٹ نے سالار جنگ
کی بھیجی ہوئی کمک سے باغیوں کا مقابلہ کیا جو
شکست کھا کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئے اُن کا ایک
لیڈر طرہ باز خاں گولی کا شکار ہو گیا اور دوسرا لیڈر
بھاگتے ہوئے گرفتار ہو گیا جو کچھ عرصہ بعد انڈمان
بھیج دیا گیا۔

مصیبت کے بادل دور ہو گئے

بغاوت ختم ہونے کے بعد سالار جنگ نے نظام
کو مشورہ دیا کہ اب وہ بغاوت پھیلانے والوں کو
معاف کر دیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنوبی ہند میں
امن و سکون ہو گیا اور انگریزوں کو صرف شمالی ہند
پر ہی توجہ کرنی پڑی۔

یہ سلطنت آصف جاہ اور سالار جنگ کا زبردست
کارنامہ ہے کہ اس نے حیدر آباد کو برطانیہ ہی کے
لئے نہیں بلکہ اپنے لئے بچا لیا۔

سالار جنگ پر قاتلانہ حملہ

غدر کے زمانہ میں جو انھوں نے اپنی گورنمنٹ
کی خدمتیں انجام دیں اس سے اُن کی بہت عزت
ہوئی۔ لیکن بعض باغی لوگ اپنی ناکامی کا بدلہ
سالار جنگ سے لینا چاہتے تھے چنانچہ ۱۵ مئی ۱۸۵۹ء

کو ایک رہیلے جہانگیر خاں نے زبردست حملہ کیا لیکن خدا کے فضل و کرم سے ان کا بال بیکا بھی نہوا۔ حملہ بے اثر رہا۔ حملہ آور گرفتار ہو کر قتل کر دیا گیا۔

برٹش گورنمنٹ سر سالار جنگ کا شکریہ ادا کرتی ہے

ملک میں امن و امان ہو جانے کے بعد گورنمنٹ کے لئے وقت آیا کہ وہ سالار جنگ کی قیمتی خدمات کا خیال کرے۔ چنانچہ گورنمنٹ ہند نے ایک خط میں ان کی خدمات کی تعریف کرتے ہوئے کہ انھوں نے نہایت ہی استقلال اور بے خوفی کے ساتھ نظام اور برٹش گورنمنٹ کی خدمت انجام دی اُن کی بہت تعریف کی۔ اُن کے کام کو سراہا اور گورنمنٹ کی طرف سے شکریہ ادا کیا اور ایک خاص دربار منعقد کر کے اُن کو ۳۰ ہزار روپے کی مالیت کا سامان مرحمت کیا گیا۔ کرنل ڈیوڈسن (رزیڈنٹ) نے سالار جنگ کی تعریف کرتے ہوئے کہا حضور نظام کے مدار المہام نے جس استقلال اور آمادگی کے ساتھ برٹش گورنمنٹ کو مدد دی وہ بیان نہیں ہو سکتی اس سے پیشتر ریاست حیدر آباد دکن کے کسی دیوان نے انگریزی حکومت کے ساتھ ایسا دوستانہ برتاؤ نہیں کیا جیسا کہ سالار جنگ نے کیا ہے۔

خود لارڈ کیننگ نے ۱۸۵۹ء میں ہز ہائی نس افضل الدولہ بہادر کو اپنے ہاتھ سے ایک خط لکھا جس میں سپریم گورنمنٹ کی طرف سے حضور نظام کی اس وفاداری کا شکریہ ادا کیا ہے جو غدر کے نازک وقت میں ان سے ظاہر ہوئی اور یہ وعدہ کیا کہ اُن کی خدمات کے عوض میں آیندہ گورنمنٹ نظام کو کوئی پائندار صلہ مرحمت کرے گی۔

اسی سلسلہ میں دوسرے امرا کو بھی تحفے دئے گئے۔ اور ملکہ وکٹوریہ کی طرف سے سالار جنگ کو ستارۂ ہند کا خطاب دیا گیا۔

برار کا مسئلہ

ریاست کا انتظام کرنے کے بعد ۱۸۶۷ء میں سالار جنگ نے برار کا سوال اٹھایا اور بہت غور و خوض کے بعد حکومت ہند کی خدمت میں ایک مراسلہ بھیجا کہ برار کے متعلق تصفیہ کر لیا جائے لیکن گورنمنٹ آف انڈیا نے اس پر غور کرنے سے انکار کر دیا اور لکھا کہ پچھلے عہد نامے سب منسوخ ہو گئے۔

افضل الدولہ بہادر کا انتقال

۱۸۶۹ء میں نظام دکن افضل الدولہ بہادر نے انتقال فرمایا۔ اس وقت اُن کے فرزند میر محبوب علی خاں بہادر کی عمر صرف ۲ برس کی تھی لیکن وہ اسی وقت اپنے والد کی جگہ نظام دکن مشہور کر دئے گئے۔ اور ان کی مدد کے لئے ایک مجلس قائم ہوئی جس میں نواب سر سالار جنگ اور نواب شمس الامرا شامل تھے اور اہم معاملات میں رزیڈنٹ سے بھی مشورہ لیا جاتا تھا۔

سالار جنگ ایکمرتبہ وائسرائے کے مہمان ہو کر

سر سالار جنگ اعظم

نواب میر تراب علی خاں بہادر سالار جنگ اول

جب سر سید احمد خاں نے اپنے علیگڑھ کالج کے لئے دو لاکھ روپئے میں سے ایک لاکھ روپیہ جمع کر لیا تو اُنھوں نے اِس تصویر کو تیار کرکے سر سالار جنگ کے پاس بھیجا۔آپ نے فوراً ایک لاکھ روپے کی علاحدہ رقم مرحمت فرمائی۔طوفان میں جہاز سے یہ مراد ہے کہ مسلمانوں کی تعلیم تباہی میں ہے اور ایک لاکھ کی ضرورت ظاہر کرتا ہے۔دوسرا جہاز جمع شدہ ایک لاکھ روپیہ ظاہر کرتا ہے۔بائیں طرف سر سید احمد خاں ہیں اور دائیں طرف سر سالار جنگ ہیں۔

An allegorical picture depicting the needs of the famous Aligarh College before being founded. Sir Syed having collected one out of the two lakhs needed had the picture painted and sent it to Sir Salar who promptly gifted the required lakh. The ship in distress means to represent Muslim education in distress and [illegible] the required lakh, the other ship the lakh collected. Left Sir Syed Ahmed, right Sir Salar Jung.

آپ کلکتے تشریف لے گئے جہاں ان کو جی سی ایس آئی کا خطاب دیا گیا۔

پرنس آف ویلس کی ہندوستان میں تشریف آوری

جولائی ۱۸۷۵ء میں پرنس آف ویلس (ایڈورڈ ہفتم) کے ہندوستان میں تشریف لانے کا اعلان کیا گیا اور وائسرائے نے ان کے استقبال میں شرکت ہونے کے لئے ہندوستان کے تمام راجا اور مہاراجہ اور نوابوں کو لکھا کہ وہ ان کے استقبال کے لئے بمبئی تشریف لائیں۔ وائسرائے کی ہدایات کے مطابق حیدرآباد کے رزیڈنٹ نے سرکاری طور پر سالار جنگ سے بھی دریافت کیا کہ کیا شہزادہ محبوب علی خاں بہادر کو پرنس آف ویلس سے ملنے کے لئے بمبئی بھیجا جا سکتا ہے؟ سالار جنگ نے کہا کہ بجائے ایک بچے کے اگر حیدرآباد کے امرا اور شرفا کا ایک وفد بمبئی جائے تو زیادہ مناسب ہے، گورنمنٹ نے وزیر اعظم کی رائے کو تسلیم کر لیا۔ چنانچہ ایک وفد جس میں سالار جنگ اور حیدرآباد کے دوسرے امرا شامل تھے بمبئی گیا اور پرنس آف ویلس سے ملاقات کی۔ پرنس آف ویلس نے سالار جنگ کو اپنی طرف سے تحفے دئے۔

سر سالار جنگ کا سفر یورپ

اپریل ۱۸۷۶ء میں سالار جنگ بغرض سیر و سیاحت یوروپ تشریف لے گئے ان کے ہمراہ ۵۰ سے زیادہ آدمی تھے۔

نیپلس یورپ میں پہلی جگہ تھی جہاں وہ جہاز سے اترے۔ گورنمنٹ نیپلس کی طرف سے ان کا نہایت پر جوش خیر مقدم کیا گیا۔ نیپلس سے وہ روم گئے جہاں بادشاہ، ملکہ۔ اور شاہزادوں سے ملاقات ہوئی سالار جنگ نے کرنل نیوائل کے ذریعہ سے بادشاہ سے گفتگو کی اور بادشاہ اور ملکہ دونوں سالار جنگ کی گفتگو، شان شوکت اور شاہانہ لباس سے بہت مرعوب ہوئے۔

ہز ہولی نس پوپ سے بھی سالار جنگ کی ملاقات کرائی گئی۔ پوپ سالار جنگ سے مل کر نہایت خوش ہوئے اور حیدرآباد میں جو کیتھلک چرچ کی حفاظت کی گئی تھی اس کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔

پوپ نے جب ایک عرب جمعدار سے مصافحہ کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو اس نے پوپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کو خوب طاقت سے ہلایا جس سے دوسرے لوگ بمشکل اپنی ہنسی ضبط کر سکے اور اس عجیب و غریب طریقے پر پوپ بھی مسکرا دیا (قاعدہ یہ ہے کہ کیتھلک اور دوسرے عیسائی پوپ کا ہاتھ نہیں ہلاتے بلکہ اس کو چومتے ہیں)

سالار جنگ نے فلورنس اور اٹلی کے دوسرے مشہور مقامات دیکھے اور ۱۳ مئی کو پیرس پہونچ گئے اور وہاں گرانڈ ہوٹل میں مقیم ہوئے۔ یہاں ان کو ایک نہایت تکلیف دہ واقعہ پیش آیا کہ وہ اتفاقاً

زینے کی سیڑھیوں پر سے پھسل گئے اور ان کے پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی اور اس لئے بمجبوراً کچھ دن وہاں قیام کرنا پڑا۔ اگرچہ درد بہت ہی سخت تھا لیکن نہ تو انہوں نے ہاتھ پاؤں پٹکے اور نہ خوش مزاجی کو ہاتھ سے جانے دیا۔

جب انھیں صحت ہوگئی تو وہ انگلستان پہونچے اور وہاں کے بڑے بڑے لارڈ اور معزز لوگوں نے آپ کا استقبال کیا۔

۲۰ جون کو پرنس آف ویلس (ایڈورڈ ہفتم) نے سالار جنگ کی اپنے یہاں خاص طور سے دعوت کی جس میں انگلستان کے بڑے بڑے معزز لوگ شامل تھے

اکسفورڈ یونیورسٹی کی طرف سے اعزازی طور پر آپکو ڈی سی ایل کی ڈگری دی گئی۔ اس کے بعد آپ نے ملکہ معظمہ کی خدمت میں حاضر ہوکر نذر" پیش کی۔ بعض ناواقف اخبار نویس نذر کو نگر" سمجھے اور اخبارات میں یہ خبر شائع کی کہ سالار جنگ نے ملکہ معظمہ کو مشرقی سمندروں کا ایک خوبصورت نگر پیش کیا ہے"

انگلینڈ کے دو ماہ کے قیام کے عرصہ میں انھوں نے اپنے اخلاق اور عادات سے وہاں کے لوگوں کے دلوں کو مسخر کرلیا اور ان کی وہاں بہت عزت ہوئی۔ ان کی سوانحعمری کے ایک مصنف نے لکھاہے کہ:

"اس وقت خیال کیا جاتا تھا کہ ہندوستان کے کسی باشندے کو لندن کی سوسائٹی میں اتنی عزت اور شہرت حاصل نہیں ہوئی جتنی کہ سالار جنگ نے حاصل کی۔"

سالار جنگ اس کے بعد حیدرآباد تشریف لے گئے جہاں ان کا زبردست استقبال کیا گیا۔

یکم جنوری ۱۸۷۷ء میں ہر مجسٹی ملکہ وکٹوریہ کی شہنشاہیت کا اعلان کیا گیا۔ اور ہندوستان کے تمام راجے مہاراجے، نواب اور والیان ریاست دہلی میں جمع ہوئے۔ نواب سالار جنگ بھی حضور نظام کے ہمراہ دہلی گئے اور انھوں نے وہاں انگریزی میں تقریر فرمائی۔

سالار جنگ بہادر کا انتقال

۸ فروری ۱۸۸۳ء میں سر سالار جنگ بہادر نے ہیضہ سے بعمر ۵۶ سال انتقال فرمایا۔ جب اُن کی وفات کی خبر شہر میں پہونچی تو تمام شہر ماتم کدہ بن گیا اور باشندگانِ شہر نے انتہائی رنج اور غم کا اظہار کیا۔

سر سالار جنگ کی وفات کے بعد رزیڈنٹ سر اسٹوورٹ بیلے سرکاری افسروں کے ہمراہ نظام کے پاس پہونچے اور سر سالار جنگ کے انتقال سے ملک کو جو نقصان پہونچا اس کا تذکرہ کرتے ہوئے خاص خاص امرا کے سامنے وائسرائے کا اعلان پڑھ کر سنایا۔ کیونکہ ابھی حضور نظام کمسن تھے اس لئے ان کی مدد کے لئے و نیز ریاست کے انتظام کے لئے ایک انتظامی مجلس بنائی گئی جس کے

صدر ہز اگزالٹڈ نظام میر محبوب علی خاں بہادر تھے اور نواب بشیر الدولہ، مہاراجہ نرسنگ بہادر اور سر خورشید اس کے ممبر تھے اور نواب میر لائق علی خاں سالار جنگ مرحوم کے سب سے بڑے بیٹے جن کی عمر اُس وقت ۱۹ سال کی تھی اُس مجلس کے سکریٹری مقرر کئے گئے۔

میر لائق علی خاں اور راجہ نرسنگ بہادر نے ریاست کا تمام کام نہایت خیر و خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ یہاں تک نظام بڑے ہو کر مسند نشین ہو گئے۔

نواب میر لائق علی خاں بہادر سالار جنگ دوم

وزیر اعظم ۱۸۸۴ء تا ۱۸۸۷ء

جب حضور نظام بڑے ہو گئے تو لارڈ رپن وائسرائے ہند حیدر آباد دکن پہونچے اور انھوں نے ۴ فروری ۱۸۸۴ء میں ایک عظیم الشان دربار کیا جس میں اعلیٰ حضرت نواب میر محبوب علی خاں کو حکومت حیدر آباد کا حکمراں تسلیم کیا اور نواب سالار جنگ مرحوم کے سب سے بڑے فرزند جناب نواب میر لائق علی خاں بہادر کو سلطنت کا مدار المہام مقرر کیا۔

سالار جنگ دوم کے تقرر کو سب نے پسند کیا۔ اگرچہ وہ اس وقت نو عمر تھے اور ریاست کے معاملات میں بہت زیادہ تجربہ کار نہ تھے لیکن اُن کی رائے اتنی درست اور صحیح ہوتی تھی کہ گورنمنٹ نے انھیں کو وزیر اعظم بنانا مناسب سمجھا۔

سالار جنگ دوم نہایت ذہین۔ تعلیم یافتہ طاقتور اور خوبصورت تھے۔ ان کا چہرہ بارعب تھا اور اُن کی صحت بہت اچھی تھی۔

ایک مرتبہ حضور نظام کسی بات پر اُن سے ناراض ہو گئے۔ دوسرے لوگ جو سالار جنگ کے خاندان سے رشک و حسد رکھتے تھے اُن کے خلاف سازشیں کرنے لگے اور اُن کو پرانی عداوتیں نکالنے کا اچھا موقعہ مل گیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے بھی حضور نظام سے شکایتیں کیں۔ جب نواب میر لائق علی بہادر نے یہ حالت دیکھی تو ۳ سال کی خدمت انجام دینے کے بعد خود مستعفی ہو گئے اور حیدر آباد کو چھوڑ کر پونا میں رہنے لگے اور وہیں وفات پائی۔ ان کا جنازہ حیدر آباد میں لایا گیا اور دوسرے دن اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے اور شہر میں کئی روز تک اُن کا تمام لوگوں نے ماتم کیا۔

سر لائق علی خاں بہادر کے استعفے کے بعد نواب
سر آسمان جاہ کو مدار المہام بنایا گیا جو اُس وقت
انگلستان میں تھے۔ اُن کو بذریعہ تار کے مطلع کیا
گیا چنانچہ وہ فوراً تشریف لائے اور ۳۰ جولائی ۱۸۸۷ء
میں اپنے عہدے کا چارج لے لیا۔ وائسرائے نے
بھی انھیں مبارک باد کا تار بھیجا۔ وہ چھ سال تک
خدمت کرنے کے بعد ۱۸۹۳ء میں اس عہدے
سے سبکدوش ہوگئے۔

ان کے بعد سر وقار الامرا بہادر جو ہر طرح
اس عہدے کے لائق تھے مدار المہام بنائے گئے
جو آٹھ سال تک وزیر اعظم رہے۔ آخر ۱۹۰۲ء میں
انھوں نے انتقال فرمایا۔

مہاراجہ کشن پرشاد بہادر۔ وزیر اعظم ۱۹۰۱ء تا ۱۹۱۱ء

۱۲ نومبر ۱۹۰۲ء میں مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر
نبیرہ مہاراجہ چندو لال کو حکومت نظام کی
طرف سے وزیر اعظم بنایا گیا اور حضور نظام نے
ان کو خلعت اور جواہرات مرحمت فرمائے۔

یکم جنوری ۱۹۰۳ء میں برٹش گورنمنٹ نے
آپ کو کمانڈر آف دی انڈین امپائر کا خطاب
دیا اور آپ کی خدمات سے خوش ہو کر ایک دربار
میں ہز اگزالٹڈ نواب میر محبوب علی خاں نے اُن
کو یمین السلطنت کا خطاب مرحمت فرمایا۔

۱۹۰۵ء میں پرنس آف ویلس (جارج پنجم)
سیر کرتے ہوئے حیدر آباد دکن تشریف لے
گئے وہاں اُن کی مہاراجہ کشن پرشاد بہادر سے
ملاقات ہوئی۔ مہاراجہ کی شخصیت کا اُن پر بڑا
اثر ہوا۔ انھوں نے اپنا ایک فوٹو یادگار کے طور پر
مہاراجہ بہادر کو پیش کیا۔

۱۹۱۱ء میں شاہ جارج پنجم کی سالگرہ پر
ریاست کی خدمات کے صلہ میں اُن کو جی سی آئی
ای کا خطاب دیا گیا۔

۱۹۱۱ء میں جب ہز ایکسیلنسی لارڈ ہارڈنگ
گورنر جنرل آف انڈیا نواب میر محبوب علی خاں بہادر
نظام دکن کی وفات پر اظہار ماتم کرنے کے لئے
حیدر آباد گئے تو انھوں نے ریاست کے انتظام
کی عمدگی پر مہاراجہ بہادر کو مبارکباد پیش کی۔

یہ بات خاص طور پر قابلِ غور ہے کہ ۱۹۰۱ء سے
لیکر ۱۹۱۱ء تک اپنے وزارت کے زمانہ میں مہاراجہ
بہادر نے اپنی بے تعصبی کی وجہ سے ہر طرف سے
خراج تحسین وصول کیا۔ انھوں نے نہایت ہی
جاں فشانی سے ریاست کے کام کو انجام دیا اور
ریاست کی مالی حالت بہت بہتر ہوگئی۔ انھوں نے
۱۹۱۲ء میں وزارت سے استعفیٰ دے دیا اور
صرف پیشکاری کے عہدے پر بدستور قایم رہے
اور ابتک اسی عہدے پر ممتاز ہیں۔

مہاراجہ نریندر بہادر آنجہانی

ہز ایکسی لینسی مہاراجہ کشن پرشاد بہادر
جی سی آئی ای یمین السلطنت حیدرآباد دکن

ہز ایکسی لینسی مہاراجہ کشن پرشاد
بہادر کا تازہ فوٹو

نواب میر لائق علی خان بہادر سالار جنگ دوم

نواب میر یوسف علیخان صاحب سالار جنگ سوم

مہاراجہ بہادر میں بہت سی خوبیاں ہیں۔ وہ اپنی سخاوت اور فیاضی کے لئے تمام ہندوستان میں مشہور ہیں۔ اُن کو آرٹ سے بہت دلچسپی ہے اور خود بھی ایک نہایت اچھے آرٹسٹ ہیں خاکساری میں ان کا کوئی جواب نہیں۔ وہ تعلیم کے بہت بڑے حامی ہیں اور اکثر جلسوں میں وہ تعلیم و تربیت پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں۔ وہ اپنا وقت زیادہ تر کتابوں میں صرف کرتے ہیں۔ فارسی میں اُن کی بہت اچھی قابلیت ہے۔ اُن کی فارسی کی غزلیں اکثر رسائل میں شائع ہوتی ہیں۔

نواب میر یوسف علی خاں بہادر سالار جنگ سوم

وزیر اعظم ۱۹۱۲ء تا ۱۹۱۴ء

مہاراجہ بہادر کے مستعفی ہونے کے بعد سالار جنگ دوم کے فرزند ارجمند جناب نواب یوسف علی خاں بہادر وزیر اعظم بنائے گئے جو کہ سیاست دور بینی اور عقلمندی میں تمام ریاست میں مشہور ہیں اور ریاست کے اعلیٰ طبقوں میں بڑا اثر رکھتے ہیں۔

نوجوان نواب کو محل میں بلا کر حضور نظام نواب میر عثمان علی خاں بہادر نے اُن سے اپنے فیصلے کا اظہار کیا۔ اور اہل شہر کی رضامندی سے نظام نے پھر سالار جنگ ہی کے خاندان کی ایک زبردست شخصیت کو اپنا وزیر اعظم مقرر کر لیا۔ اسی دن مند[illegible] سرکاری اعلان شائع کیا گیا۔

"چونکہ مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر [illegible] ماہ کی رخصت طلب کی ہے اور اپنی خواہش ظاہر کی ہے کہ ان کو وزارت کی اہم ذمہ داریوں سے سبکدوش کر دیا جائے لہذا حکم دیا جاتا ہے کہ اُن کو چھ ماہ کی رخصت دے دی جائے۔ لیکن وہ پیشکاری کے فرائض بدستور انجام دیتے رہیں گے۔ فی الحال نواب سالار جنگ کو تا حکم ثانی اُن کی جگہ وزیر اعظم مقرر کیا جاتا ہے اور نواب امداد الملک بہادر سی آئی ایس آئی کو اُن کا خاص مشیر کار مقرر کیا جاتا ہے کہ وہ اُن کی مدد کریں اور اُن کو مشورہ دیں۔ قائم مقام وزیر اعظم کو قانونچہ میں لکھے ہوئے تمام اختیارات حاصل ہوں گے۔ تمام شرفا [illegible] جاگیردار۔ امرا و رعایا اور دیگر [illegible] ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ قائم مقام وزیر اعظم کے احکام کی پوری طرح پابندی کریں۔"

کرنیل [illegible] کی تحریر سے جو انھوں نے اس تبدیلی کے بعد نظام کی سالگرہ کے دن کی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نئے انتظامات گورنمنٹ آف انڈیا کی منظوری سے ہوئے اور نوجوان نواب کو اس کے تمام اہل شہر کی پوری پوری ہمدردی حاصل تھی۔

نواب موصوف نے اپنے دادا کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کی۔ انھوں نے اپنے فرائض کو نہایت ہوشیاری اور عقلمندی کے ساتھ انجام دیا۔ وہ برابر دو سال تک کام کرتے رہے لیکن آخر میں خرابیٔ صحت کی وجہ سے اپنے عہدے سے خود مستعفی ہو گئے۔

نواب سالار جنگ بہادر میر یوسف علی خاں اور اُن کا عالی مرتبہ خاندان حیدر آباد ہی میں نہیں بلکہ تمام ہندوستان میں مشہور ہے۔ جنہوں نے ہمیشہ اپنے ملک اور بادشاہ کی وفاداری کی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ریاست حیدر آباد دکن پر اس خاندان کا بڑا احسان ہے جس نے نہ صرف حکومتِ نظام کو بلکہ ہندوستان کو انگریزوں کے لئے بچا لیا۔ اور حکومتِ برطانیہ نے جو ریاست کی وفاداری کا صلہ دیا وہ سب کو اچھی طرح معلوم ہے۔ اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں سالار جنگ کے استعفے کے بعد ہز اگزالٹڈ ہز ہائی نس نواب میر عثمان علی خاں بہادر نے جو کہ تخت نشینی کے بعد ہی سے ریاست کے معاملات میں دلچسپی لے رہے تھے۔ اس فرض کو اپنے ذمے لے لیا۔ اور ۵ برس تک بغیر کسی وزیر کے ریاست کا کل کام چلاتے رہے۔ حتیٰ کہ ۱۹۱۹ء میں آپ کی مدد کے لئے کونسل آف اسٹیٹ بنا دی گئی اور آپ کا کام بہت ہلکا ہو گیا۔

نواب سالار جنگ کے مشاغل

استعفے کے بعد سالار جنگ نواب میر یوسف علی خاں بہادر مختلف طریقوں سے ریاست حیدر آباد دکن کی خدمات انجام دیتے رہے ہیں اور ریاست کے مختلف شعبوں سے اب بھی ان کا تعلق ہے۔ اُن کی شخصیت اب بھی اسی طرح حیدر آباد میں مشہور ہے۔ آپ غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کی بہت مدد کرتے ہیں۔ بہت سے طالب علموں کو آپ کے یہاں سے وظائف دئے جاتے ہیں۔ آپ نہایت علم دوست ہیں اور عالموں کی قدر کرتے ہیں۔ کوئی ایسا سائل نہیں جو آپ کے یہاں سے مایوس جاتا ہو۔ آپ کے یہاں ہر وقت علما، شعرا اور قابل حضرات کا مجمع رہتا ہے اور آپ کا اخلاق نہایت وسیع ہے۔

خدا سے دعا ہے کہ وہ سالار جنگ کے خاندان کو اسی طرح ہمیشہ اپنے ملک اور بادشاہ کا وفادار رکھے اور وہ اپنے ملک کے لئے بہت زیادہ مفید کام انجام دیں۔

"ایڈیٹر"

مندرجہ بالا واقعات کے لکھنے میں گزیٹیر حیدر آباد۔ سوانح عمری سالار جنگ اول، سوانح عمری نواب میر محبوب علی خاں بہادر نظام دکن و دیگر تاریخی کتب سے امداد لی گئی ہے اور مڈل ہائی اسکولوں کے طلبہ کیلئے سالار جنگ اعظم کے خاندان کے تاریخی حالات جمع کئے گئے ہیں۔
ایڈیٹر

ایک ہونہار بچے کے حوصلے

"دنیا کو دکھا دوں گا میں کون ہوں میں کیا ہوں"؟

میں علم کا جویا ہوں | عزت کا بھی خواہاں ہوں
امید کا طوفاں ہوں | آخر تو میں انساں ہوں

کیوں کیا نہیں کر سکتا؟

ہستی کو بھلا دوں گا ہستی کو ہلا دوں گا
دنیا کو دکھا دوں گا میں کون ہوں میں کیا ہوں؟

گو قائلِ قسمت ہوں | پر حاملِ محنت ہوں
اک پیکرِ فطرت ہوں | مختارِ طبیعت ہوں

کیوں کیا نہیں کر سکتا؟

فطرت کو منا لوں گا، لکھے کو مٹا دوں گا
دنیا کو دکھا دوں گا میں کون ہوں میں کیا ہوں؟

میں ایک مسافر ہوں | اور آپ ہی رہبر ہوں
ہر رنج کا خوگر ہوں | کیا سمجھے ہیں نشتر ہوں

کیوں کیا نہیں کر سکتا؟

سوتوں کو جگا دوں گا اک حشر مچا دوں گا
دنیا کو دکھا دوں گا میں کون ہوں میں کیا ہوں؟

نشتر بلرامی

سُست نوکر

ہم نے اِک نوکر کا قِصّہ ہے سُنا
جو نہایت سُست اور گستاخ تھا

ایسا دیتا تھا اُلٹا سا وہ جواب
سُننے والے کا ہو جس سے دل کباب

اب سُنو تم ایک دن کا ماجرا
رات تھی، ہنگام تھا برسات کا

کوئی کمرے کی نہ تھی کھڑکی کھُلی
چیز باہر کی نظر آتی نہ تھی

سست نوکر سے یہ آقا نے کہا
اُٹھ کے کھڑکی کھول کر یہ تو بتا

"اب بھی ہے پانی برستا یا نہیں"
بولا "پانی بند ہے آقا! نہیں"

سُن کے مالک نے کیا اُس سے خطاب
"تو نے بے دیکھے دیا کیوں کر جواب؟"

بولا وہ "باہر سے بلّی آئی تھی
پیٹھ اُس کی میں نے بھیگی پائی تھی

چھوتے ہی اس کو کیا میں نے بچار
کم سے کم اِس وقت پڑتی ہے پھوار"

پھر کہا آقا نے نوکر سے "ذرا
وقت سونے کا ہے گُل کر دے دیا"

سُن کے نوکر نے دیا اس کو جواب
"جو میں کہتا ہوں اُسے سنئے جناب!

منہ پہ کمبل اوڑھ لیں اپنے حضور!
روشنی ہو جائے گی نظروں سے دور"

آخر آقا نے کہی یہ اس سے بات
"بند کر دے در بہت آئی ہے رات

تو اگر سویا تو اُٹھنے کا نہیں
ہو نہ ایسا چور گھس آئیں کہیں"

سن کے نوکر نے یہ آقا سے کہا
"دِل میں آپ انصاف تو کیجے ذرا

آپ کے دو کام میں نے کر دئے
ایک بھی ہوتا نہیں ہے آپ سے

اور پھر یہ بات بھی ہے اے حضور!
آپ ہیں نزدیک در سے میں ہوں دور

آپ گھبراتے ہیں کیوں ہے سب بخیر
نیند اب آتی ہے مجھکو شب بخیر"

سست ہو ایسا جو نوکر روسیاہ
ہو کسی کا کس طرح اس سے نباہ؟

مصنفہ [illegible]

یونانی ھسپتال حیدرآباد دکن

مکہ مسجد حیدرآباد دکن

چار مینار حیدرآباد دکن کا ایک منظر

ایمانداری سے کمایا ہوا دھن

ایک غریب مہاجن کپڑے کی خرید و فروخت کیا کرتا تھا۔ وہ نہایت نیک نیت اور پارسا تھا۔ ایک مرتبہ وہ اپنا کپڑا لے کر ایک منڈی میں فروخت کرنے کی غرض سے ایک آڑھتی کی دوکان پر پہونچا۔ آڑھتی نے اس کی خوب آؤ بھگت کی۔ مہاجن نے اپنا مال بیچنے کے لئے پیش کیا۔ آڑھتی نے منڈی کا نرخ بتایا جسے مہاجن نے منظور نہ کیا اور آڑھتی سے کہا کہ لالہ جی میں اپنا کپڑا آپ کی دوکان پر رکھے جاتا ہوں۔ دو چار مہینے میں جب کپڑے کی قیمت کچھ مناسب ہو جائے گی تو پھر آکر فروخت کر جاؤں گا"

لالہ جی نے کپڑا گودام میں رکھ لیا اور مہاجن گھر واپس آگیا۔ کچھ دنوں کے بعد آڑھتی کے گودام میں آگ لگ گئی اور اس کا تمام [illegible] سامان جل کر خاک ہوگیا۔ مگر اس مہاجن کا کپڑا جو گودام میں رکھا ہوا تھا محفوظ رہا۔ آڑھتی نے جب یہ دیکھا تو دل میں بے ایمانی کا خیال پیدا ہوا اور سوچا کہ بزاز سے کہدوں گا کہ میرے گودام میں آگ لگ گئی تھی جس سے میرے اسباب کے ساتھ ساتھ تمہارا کپڑا بھی جل گیا"

دو چار ماہ بعد مہاجن اپنا کپڑا فروخت کرنے کی غرض سے اس آڑھتی کے پاس پہونچا اور اپنا کپڑا طلب کیا۔ آڑھتی نے فوراً کہدیا کہ تمہارا کپڑا میرے گودام میں آگ لگنے کی وجہ سے جل گیا ہے۔ میں آپ کا کپڑا دینے سے مجبور ہوں"۔ بزاز نے جواب میں کہا کہ میرا کپڑا ہرگز ہرگز نہیں جل سکتا۔ کیونکہ وہ نہایت محنت۔ ایمانداری۔ سچائی اور نیک نیتی سے کمائے ہوئے روپئے کا خریدا ہوا ہے۔ ہاں یہ میں مانتا ہوں کہ تمہارا [illegible] ضرور جل گیا ہوگا۔

آڑھتی نے اِدھر اُدھر کے دو کاندار اکٹھے کر کے کھلوا دیا کہ اُس کے گودام میں واقعی آگ لگ گئی تھی اور اس میں کا تمام مال واسباب جل گیا۔ مگر مہاجن کو اپنی نیک نیتی پر پورا بھروسہ تھا اس نے اس بات کو نہیں مانا اور راجہ کے دربار میں جا کر فریاد کی اور تمام ماجرا کہہ سنایا۔ راجہ صاحب نے آڑھتی کو اپنے پاس بلوا کر دریافت کیا کہ کیا یہ مہاجن درست کہتا ہے؟ آڑھتی نے دست بستہ عرض کیا کہ جہاں پناہ! یہ شخص اپنا کپڑا میری دوکان پر رکھ تو ضرور گیا تھا مگر میرے گودام میں آگ لگنے کی وجہ سے اُس کا تمام کپڑا اور میرا سارا مال واسباب جل کر خاک ہو گیا۔ اب مجھ مصیبت زدہ سے پورا کس طرح دیا جا سکتا ہے؟

راجہ نے مہاجن کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ سنتے ہو؟ تمہارا کپڑا اور بیچارے آڑھتی کا تمام مال و اسباب جل گیا ہے۔ اب اس کے پاس کچھ بھی نہیں رہا جس سے تمہارے کپڑے کا گھاٹا پورا ہو سکے۔"

مگر مہاجن نے (جس کو ایشور پر پورا بھروسہ تھا) عرض کیا کہ جہاں پناہ! میرا کپڑا ہرگز نہیں جل سکتا اور نہ جلا ہے"۔ راجہ نے سوچا کہ اس میں کوئی نہ کوئی راز ضرور ہے ورنہ مہاجن اتنے اصرار اور یقین کے ساتھ نہ کہتا۔ آخر اس نے مہاجن سے کہا کہ کیا تمہارے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے کہ تمہارا کپڑا نہیں جل سکتا؟ مہاجن نے اپنی چادر زمین پر رکھ دی اور کہا: حضور! اس کو آگ میں ڈال دیا جائے۔ اگر یہ چادر جل گئی تو میں سمجھ لوں گا کہ میرا کپڑا بھی جل گیا ورنہ نہیں"

دربار کے تمام لوگ ہنسنے لگے کہ کیسا بے وقوف اور گنوار آدمی ہے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ چادر آگ میں ڈالی جائے اور نہ جلے۔ اُس کے اصرار پر چادر کو آگ میں ڈالا گیا مگر اس پر آگ کا کوئی اثر نہ ہوا سب لوگ یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔ راجہ نے مہاجن سے دریافت کیا کہ اس کو آگ

کیوں نہیں لگی؟ اس نے نہایت ہی عجز اور انکساری کے ساتھ عرض کیا کہ "حضور میری چادر نیک نیتی، ایمانداری اور محنت سے کمائے ہوئے روپے کی خریدی ہوئی ہے"

راجہ صاحب نے فوراً ہی چوبدار کو لالہ جی کی دوکان کی تلاشی لینے کے لئے روانہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد چوبدار کپڑا لیکر راجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ راجہ کپڑا دیکھ کر حیرت میں آگئے۔ کپڑا مہاجن کو دے دیا گیا اور آڑھتی کو قید میں بھیج دیا گیا۔

میرے پیارے بھائیو! کبھی بھول کر بھی بے ایمانی نہ کرو۔ ایمانداری، سچائی اور نیک نیتی سے کام کرو۔ اپنے آپ کو مستقل مزاج بناؤ اور اپنے پروردگار پر پورا پورا بھروسہ رکھو۔ تم ہمیشہ کامیاب رہوگے۔

(گنگا رام گن۔ اول مدرس عیسیٰ پور)

ریل کے سفر کی دلچسپیاں

میں قریب قریب ہر روز ریل کا سفر کرتا ہوں۔ دہلی سے شکور بستی جاتا ہوں جو دہلی سے چھ میل کے فاصلے پر بھٹنڈا لائن پر واقع ہے۔ وہاں کی آب و ہوا دہلی سے بہتر ہے اس لئے گھر کے لوگ وہیں رہتے ہیں۔

گاؤں والوں کو ریل کے سفر کا کم موقع ملتا ہے لیکن شہر کے بھی بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہیں ریل کے سفر کرنے کا اتفاق بھی نہیں ہوا۔

دہلی سے شکور بستی ریل پندرہ بیس منٹ میں پہونچا دیتی ہے۔ اس قلیل وقت میں سفر کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ عموماً خاموشی سے چلا جاتا ہوں اور خاموشی سے ہی چلا آتا ہوں۔ بعض دفعہ اس قلیل وقت میں بھی وہ بات پیدا ہو جاتی ہے جو دلچسپی کا بہترین نمونہ ہوتی ہے۔

حال ہی کا واقعہ ہے کہ اتوار کی صبح کو میں شکور بستی سے صبح سات بجے کی ٹرین سے

دہلی آرہا تھا۔ اتوار یعنی یوم تعطیل ہونے کی وجہ سے بہت سے مسافر سوار ہوئے۔ ٹرین کے ڈبے تو بیشتر ہی سے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔ دہلی آنا ضروری تھا اس لئے مجبوراً ایک ڈبے میں جس میں پہلے ہی سے بہت بھیڑ تھی ہم بھی جا ڈٹے۔ بیٹھنے کو جگہ نہ تھی۔ سردی اس قدر کہ دانت سے دانت بج رہے تھے۔ شور اتنا تھا کہ کان پڑے آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

گاڑی چلی تو شور کم ہوا۔ گاڑی کی رفتار بھی دھیمی تھی۔ شاید اُسے بھی سردی لگ رہی تھی۔ گاڑی میں ایک طرف پانچ پٹھان بیٹھے ہوئے تھے جو ہندوستانی نہیں بلکہ ولایتی تھے۔ اُن کے قریب ہی دس کے قریب پڑھے لکھے جنٹلمین بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ ہندوستانی تھے۔ اُن کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ وہ سب کے سب لاہور سے آرہے تھے۔

گاڑی کو چلے ہوئے دو تین ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ اِن جنٹلمینوں میں سے ایک صاحب اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر چلّائے۔ "حضرات! ذرا خاموش ہو جائیے" اِن کی آواز پر ڈبے میں سکوت ہو گیا۔ پھر وہ پٹھانوں کی طرف مخاطب ہو کر بولے "ہاں بابا۔ خان صاحبان! اب اس وقت کچھ گا کر سناؤ۔ تمہارا گانا اتنا سریلا، اتنا رسیلا اور ایسا پُر لطف تھا کہ ہم رات بھر ایک منٹ کے لئے بھی نہیں سو سکے بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا تان سین دوبارہ زندہ ہو گیا ہے۔ اور اپنی تان سینی تانیں اڑا رہا ہے" اور سازندے اُس کے خاموش ہونے پر اُس کا گانا دہرا رہے ہیں" حاضرین کے قہقہوں سے گاڑی کی گونج میں اور اضافہ ہو گیا۔ مگر پٹھان سمجھے کہ ہماری تعریف ہو رہی ہے۔ بہت خوش ہوئے۔ مگر عجیب انداز سے کہا:۔ "نہیں نہیں اب ہم نہیں سنائے گا۔ تم مفت میں سنتا ہے۔ پہلے پانچ روپے دے گا تو پھر سنائے گا"

(محمد لیسین بی اے۔ بی ٹی۔ دہلی)

اسکول کی زندگی

بچوں کے لئے ایک دلچسپ ڈرامہ

(۳ ۔ گذشتہ سے پیوستہ)

چوتھا منظر

(ناگناتھن کا مکان ۔ ناگناتھن اسپورٹس (کھیل) کی تیاری کے لئے میدان جانے والا ہے کہ شعیب داخل ہوتا ہے)

شعیب ۔ کہئے ناگناتھن صاحب! کہاں کی تیاریاں ہیں؟

ناگناتھن ۔ ارادہ ہے کہ، اپریل کے اسپورٹس میں حصہ لوں ۔ خاص کر ایک میل دوڑ میں ضرور حصہ لوں گا

شعیب ۔ لاحول ولاقوۃ ۔ خواہ مخواہ میدان کے چکر لگا کر اپنے آپ کو پریشان کرنا کون سی عقلمندی ہے؟

ناگناتھن ۔ بھائی اِس سے تیز دوڑنا آجائے گا ۔

شعیب ۔ توبہ ۔ توبہ ۔ پاگلوں کی طرح بھاگنا بھی کوئی عقلمندی ہے ۔ ہمیں تو کوئی خاص بات نظر نہیں آتی

ناگناتھن ۔ فرض کیجئے کسی شیر نے آپ کا پیچھا کیا ۔

شعیب ۔ شیر کا پیچھا کرنا! ہم نے تو زندگی میں کوئی ایسا شیر دیکھا نہیں ۔ البتہ صرف سرکس میں ایک شیر دیکھا تھا ۔ خیر اسے بھی جانے دیجئے ۔ اگر اتفاق سے شیر کہیں مل جائے تو آپ کی "ٹائل ریس" ایک میل کی دوڑ کچھ کام نہ دے گی ۔ دیکھو میں نے آج پاسنگ شو (سگریٹ) کا ایک ڈبہ خریدا ہے ہیو گے؟

ناگناتھن ۔ سگرٹ کی تو مجھے عادت نہیں ۔ پینے سے ٹھسکا لگتا ہے ۔

شعیب ۔ اِس سگرٹ میں یہی تو ایک خوبی ہے کہ ٹھسکا بالکل نہیں لگتا ہے ۔ ہلکی تمباکو ہے ۔

(شعیب سگرٹ سلگا کر ناگناتھن کو دیتا ہے ۔ ناگناتھن کو پہلے ہی کش میں ٹھسکا لگتا ہے ۔ اتنے ہی میں ڈرل ماسٹر داخل ہوتا ہے ۔ شعیب ناگناتھن کے پلنگ کے نیچے چھپ جاتا ہے ۔ ڈرل ماسٹر ناگناتھن سے کہتا ہے)

ڈرل ماسٹر Oh you are smoking Bigaretts!

(ناگناتھن پشیمانی سے سر جھکا لیتا ہے)

ڈرل ماسٹر "Why don't you come in the evening for excercise.

ناگناتھن Sir I was late.

ڈرل ماسٹر You see I don't make attendence at practice compulsary, but if you are going to take part in the

mile race you ought to come regularly.

ناگناتھن: Sir I run fast on the Upper Ridge road.

ڈرل ماسٹر: That is not enough. That is not the spirit of sport. It is the regular training that profits both body and mind.

ناگناتھن: Please excuse me sir I will be very regular after this time.

ڈرل ماسٹر: That is good. I hope so.

(ڈرل ماسٹر چلا جاتا ہے۔ شعیب پلنگ کے نیچے سے نکل آتا ہے۔ پردہ جلدی سے گرتا ہے)

پانچواں منظر

سالانہ امتحان ہو رہا ہے۔ آٹھویں اور نویں جماعت جیومیٹری اور سائنس کے پرچے حل کر رہی ہیں۔ ناگناتھن اپنے ایک دوست گووندراؤ کی بغل میں بیٹھا ہے جس سے وہ تعلیم میں حسد بھی کیا کرتا ہے۔ جیومیٹری کا پرچہ ناگناتھن کے لئے بہت مشکل ہے چنانچہ وہ گووندراؤ کا پرچہ دیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔

ایک طالب علم (اٹھ کر ممتحن سے) صاحب ذرا جیومیٹری کا تیسرا سوال پڑھ دیجئے۔

ممتحن۔ "اُن مسئلوں میں سے کسی دو کے دعوی عام لکھو جن کے ذریعے آپ کو معلوم ہوا ہو کہ علم ہندسہ اور علم حساب باوجود اپنے ظاہری اختلافات کے یک جگر و یک جان ہیں"

(اس عرصہ میں ناگناتھن گووندراؤ کی کاپی سے ایک سوال دیکھ لیتا ہے اور اس کے حل کرنے کی کوشش کرتا ہے)

دوسرا طالب علم (ممتحن سے) صاحب پیاس لگی ہے

ممتحن (آواز دیتے ہوئے) چپراسی۔ چپراسی۔

چپراسی (آکر) حضور!

ممتحن۔ پانی لاؤ۔

(چپراسی پانی لاکر طالب علم کو پلاتا ہے)

تیسرا طالب علم۔ صاحب سائنس کا چوتھا سوال بتلا دیجئے۔

ممتحن "ایک بڑھیا نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا آنکھیں بڑی نعمت ہیں" سائنس کے حدود میں رہ کر کم از کم دو صفحے کا ایک مضمون لکھو کہ بڑھیا کا یہ قول کس حد تک صحیح ہے"

(ممتحن کی نظر ناگناتھن پر پڑتی ہے جو گووندراؤ کی کاپی دیکھ رہا تھا)

ممتحن۔ ناگناتھن ٹھیک طرح بیٹھو اور اپنے کام سے کام رکھو۔

چوتھا طالب علم (تھوڑی دیر کے بعد) صاحب جیومیٹری کا پہلا سوال بتلا دیجئے۔

ممتحن۔ "جیومیٹری کے حدود میں رہ کر ثابت

کرو کہ :-

"بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے"

(ناگناتھن سے) ناگناتھن کیا بات ہے۔ آج تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟ سوالات تو بہت معمولی ہیں۔

ناگناتھن۔ صاحب! میں تو اس شعر کا مطلب ہی نہیں سمجھا کہ "بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے" پھر سوال کیا حل کروں۔

چوتھا طالب علم۔ صاحب! کیا اردو کا پرچہ بھی اس جیومیٹری کے پرچہ کے ساتھ ہے۔

(قہقہہ)

شعیب (سائنس کے ایک سوال کو پڑھتے ہوئے) سائنس کے حدود میں رہ کر ثابت کرو یا جھٹلاؤ ـــ آگے کیا ہے صاحب؟

ممتحن (بقیہ حصہ پورا کرتا ہے) "اے روشنیٔ برق تو برمن بلا شدی"

شعیب۔ صاحب! اگر میں امتحان کے حدود میں رہ کر اس بات پر مضمون لکھوں کہ اے پرچۂ سائنس تو برمن بلا شدی تو کیا ہو۔

(قہقہہ)

ممتحن (تھوڑی دیر بعد) صرف ۲ منٹ رہ گئے ہیں جلدی کیجئے۔

(دو منٹ بعد گھنٹی بجتی ہے۔ ممتحن طلبہ کی کاپیاں چھینتا ہے۔ پردہ آہستہ آہستہ گرتا ہے)

چھٹا منظر

(جماعت میں تمام طلبہ حاضر ہیں اُستاد طلبہ سے مخاطب ہوتا ہے)

اُستاد۔ نتیجہ تو آپ لوگوں نے سن لیا۔ میں اس وقت ایک ضروری بات کی طرف آپ سب کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ ناگناتھن جب ہمارے اسکول میں داخل ہوا تھا اس وقت وہ چوٹی کے طالب علموں میں گنا جاتا تھا۔ آٹھویں جماعت میں وہ اول نمبر بھی پاس ہوا تھا۔ مگر آج دیکھ لیجئے وہی طالب علم انعام تو کجا مشکل سے پاس ہوتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ شعیب اور سبا راؤ کا اس کے بگاڑنے میں بہت کچھ حصہ ہے۔ آخر ناگناتھن کو بھی خدا نے عقل دی ہے وہ کیوں سوچ سمجھ کر کام نہیں کرتا؟ آپ شرارت کیجئے لیکن ایسی نہیں جو کسی کی دل آزاری کا باعث ہو اور آپ کے روزمرہ کے کاموں میں حارج ہو۔ لیکن اگر آپ نے کوئی ایسی حرکت کی جو دوسروں کی تکلیف کا باعث ہو اور آپ کے کام میں حارج ہو تو پھر سخت سزائیں دی جائیں گی۔ اب آپ لوگ گھر جا رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ ان باتوں کا خیال رکھیں گے۔ خدا حافظ

ڈراپ سین۔

تیسرا حصہ

پہلا منظر

(تیسرے سال کے آغاز پر ناگن متن میٹرک جماعت میں داخل ہوتا ہے جس میں اُس کے پرانے دوست گوندراؤ، شعیب اور سباراؤ شریک ہیں۔ گھنٹہ شروع ہونے میں چار پانچ منٹ رہ گئے ہیں۔ سباراؤ اپنے ساتھ گلاب کے پھولوں کا ایک گلدستہ لایا ہے۔ گلاب کے پھولوں پر سرخ روشنائی اور گلابی پاؤڈر اور ہری پتیوں پر سبز روشنائی لگی ہوئی ہے۔ گوندراؤ کے جماعت میں داخل ہوتے ہی سباراؤ ساتھیوں سے یوں مخاطب ہوتا ہے)

سباراؤ۔ معزز حاضرین! اس وقت ہماری جماعت میں ایک ایسی ہستی رونق افروز ہے جس نے گذشتہ سال اوّل انعام حاصل کیا تھا۔ آج ہم سب کو فخر کرنا چاہئیے کہ مدرسہ میں اوّل انعام لینے والا ہمارا ہم جماعت یعنی گوندراؤ ہے میں آپ کی خدمت میں نذر و عقیدت کے ساتھ یہ گلدستہ پیش کرتا ہوں۔"

(تمام طلبہ تالی بجاتے ہیں۔ گوندراؤ مجبور ہو کر گلدستہ قبول کرتا ہے۔ سباراؤ پھر مخاطب ہوتا ہے)

سباراؤ۔ اگرچہ پھول بظاہر بہت خوشنما ہیں مگر ان کی خوشبو اس سے کہیں زیادہ فرحت بخشنے والی ہے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اسے سونگھ کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں۔

(گوندراؤ پھول سونگھنے کے لئے گلدستہ ناک کے قریب لاتا ہے۔ تمام سرخ اور سبز روشنائی اُس کے چہرہ پر لگ جاتی ہے۔ اور وہ کھانسنے لگتا ہے تمام طلبہ کھلکھلا کر ہنس پڑتے ہیں۔ گوندراؤ چہرہ دھونے کے لئے چلا جاتا ہے اتنے میں اُستاد داخل ہوتا ہے۔ طلبہ دم بخود ہو جاتے ہیں)

استاد۔ سال کے آغاز پر آپ لوگوں کو خوش و خرم دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ گذشتہ سال آپ لوگوں نے ضرورت سے زیادہ شرارت کی تھی۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ سال آپ ٹھیک طریقے سے گذاریں گے۔ اِس جماعت میں چند شریر طلبہ ہیں جن سے میں واقف ہوں مگر امید ہے کہ آئندہ کوئی شکایت سننے میں نہ آئے گی۔ اچھا اب سوال لکھو

"ایک شخص نے ایک مکان ۲۵ دن میں بنانے کا وعدہ کیا اور ۲۰ آدمی اُس پر لگائے لیکن ۱۵ دن کے بعد معلوم ہوا کہ صرف ⅓ کام ہوا ہے بتاؤ وہ شخص کتنے آدمی زیادہ کرے کہ کام وقت پر ختم ہو جائے"

(طلبہ سوال کے حل کرنے میں مشغول ہیں۔ استاد گلدستہ اٹھاتا ہے اور پھر کہتا ہے اہا ہا کیا ہی خوشنما پھول ہیں اور سونگھنے کے لئے پھول چہرے سے لگاتا ہے۔ روشنائی چہرے پر لگ جاتی ہے۔ کھانستا ہے۔ پھر مخاطب ہوتا ہے)

اُستاد - کس بے وقوف نے یہ پھول یہاں رکھے تھے؟

سبارائو (ڈرتے ہوئے) ماسٹر صاحب! انھوں تو میں صحیح صحیح واقعہ بیان کرتا ہوں۔ جماعت میں گووندرائو کو دھوکہ دینے کے لئے یہ پھول لاکر رکھے گئے تھے۔ اگر غلط ہو تو گووندرائو سے پوچھ لیجئے وہ اپنا چہرہ دھونے کے لئے گیا ہے

(گووندرائو چہرہ صاف کرتے ہوئے داخل ہوتا ہے لیکن چند نشانات ابھی باقی ہیں۔ اُستاد سمجھ لیتا ہے پھر بھی احتیاطاً یہ کہتے ہوئے چہرہ دھونے جاتا ہے)

اُستاد - احمقو! جماعت میں ایسی شرارت نہیں کیا کرتے۔ گووندرائو! تم ان کے سوال دیکھو میں ابھی آتا ہوں"

دوسرا منظر

راستہ میں شعیب اور ناگناتھن کی ملاقات ہوتی ہے

شعیب - آہا مسٹر ناگناتھن! بھائی میں آپ ہی کی طرف جارہا تھا۔ دیکھا آپ نے؟ آج صبح سبارائو نے جماعت میں کیسی شرارت کی۔ بہتر یہ ہے کہ ہم بھی اُس کے ساتھی بن جائیں۔ ایسا نہو کہ وہ ہمیں بھی بے وقوف بنائے۔

ناگناتھن - جیسا کہ میں نے پہلے بھی آپ سے کہا تھا کہ اب میں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ خوب جی لگا کر محنت کروں گا تاکہ اس سال میٹرک کا امتحان پاس کرلوں۔

شعیب - اوں - امتحان پاس کرنا تو موقع کی بات ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اچھے لڑکے فیل ہو جاتے ہیں اور معمولی ذہن کے لڑکے پاس ہو جاتے ہیں۔ یہ تو قسمت کی بات ہے۔

ناگناتھن - کچھ بھی ہو۔ مگر بندہ تو دن رات سوائے پڑھنے کے اور کچھ نہ کرے گا۔ آپ یہاں سے تشریف لے جائیے۔

شعیب - آپ تو کاٹے کھاتے ہیں۔ یہ بھی کوئی ناراض ہونے کی بات ہے۔ آپ کتابوں کے کیڑے ہی بننا چاہتے ہیں تو بس سلام۔ جب میرے سبارائو اور اس کے ساتھی دوست ہیں تو تمہاری کیا پرواہ ہے؟ جائیے آپ بھی اپنے گھر کا راستہ لیجئے۔

(شعیب غصہ سے چلا جاتا ہے۔ لیکن ناگناتھن کو اپنی پرانی دوستی کا خیال آتا ہے اور یہ بھی سوچتا ہے کہ اگر شعیب سے بگاڑ ہو گیا تو نہ معلوم کیا آفت آئے؟ سوچ میں کھڑا ہوتا ہے)

ناگناتھن (اپنے آپ سے) سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟ کمبخت ہے تو شریر مگر اس کے ساتھ دن ہنسی خوشی میں گزر جاتے تھے۔ اگر میں نے اس کی دوستی چھوڑ دی تو ممکن ہے کہ اس سے زیادہ ستائے۔ نہیں ہیں خود اسے سمجھا کر راہ راست پر لانے کی کوشش کروں گا۔ قبل اس کے کہ وہ سبارائو سے میری شکایت کرے۔ میں خود اس کے پاس پہونچتا ہوں۔

(دوڑ کر راستہ میں شعیب سے ملتا ہے)

ناگنا تھن ۔ دوست قصور ہو گیا ۔ معاف کرنا۔ جو کچھ میں نے کہا وہ یوں ہی تھا۔
شعیب ۔ بھائی جو کچھ ہم کہتے ہیں۔ سوچ سمجھ کر کہتے ہیں۔ آپ خواہ مخواہ خفا ہوئے جاتے تھے ۔ اچھا اس کی خوشی میں پھر آپ کی اور ہماری دوستی ہو گئی ہے ۔ آج رات سبا راؤ کے ہاں دعوت دینا چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ ضرور تشریف لائیں گے ۔
ناگنا تھن ۔ ضرور ۔ مگر کتنے بجے ؟
شعیب ۔ بس آپ ٹھیک ۹ بجے سبا راؤ کے یہاں تشریف لائیے ۔ (دونوں جاتے ہیں)

اس ڈرامہ کی آخری قسط اگلے مہینے یعنی اپریل ۱۹۳۸ء کے ہونہار میں شائع ہو گی جو نہایت دلچسپ ہے ناظرین انتظار کریں۔

دانتوں کی صفائی

(۱) دانتوں میں کیڑا لگنے یا مسوڑھوں میں پیپ پڑ جانے سے بدہضمی پیدا ہو جاتی ہے اور پیپ کے خون میں جذب ہونے سے اور بڑے بڑے مرض ہو جاتے ہیں۔
(۲) دانتوں میں کیڑا لگنے اور پیپ پڑنے کا سبب شکردار چیزوں کا کھانا اور دانتوں کو صاف نہ رکھنا ہی
(۳) پھل کھانے سے دانتوں کی ورزش ہوتی ہے اور دانت صاف رہتے ہیں اور ان میں کیڑا نہیں لگتا
(۴) کھانے کے بعد دانتوں کے بیچ سے غذا کے ٹکڑے نکال کر اچھی طرح کلی کرنا چاہیئے۔
(۵) صبح کو داتون (مسواک) منجن یا برش سے دانت صاف کرنا چاہیئے ۔
(۶) جن کے دانت خراب ہوں ان کو سوتے وقت اور کھانا کھانے کے بعد منجن لگانا یا برش کرنا چاہیئے
(۷) گرم چیز کھانے یا پینے کے بعد ٹھنڈا پانی یا اور کوئی ٹھنڈی چیز استعمال نہ کرنا چاہیئے ۔
(۸) پان، تمباکو سے جہاں تک ہو سکے پرہیز کرنا چاہیئے اور خصوصاً سوتے وقت پان تمباکو حتیٰ کہ الائچی تک منہ میں نہ ہونا چاہیئے ۔ ورنہ مسوڑھوں میں پیپ پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔
(۹) منجن کا باریک ہونا لازمی ہے ورنہ کچھ عرصہ تک استعمال کرنے کے بعد دانت بالکل خراب اور بے رونق ہو جائیں گے ۔
(۱۰) بالو، ریت و چونے وغیرہ سے دانت نہ ملنے چاہئیں۔

(بچوں کی دنیا ۔ الہ آباد)

ہندو مسلماں

(۱)

ہندو مسلماں
ہیں بھائی بھائی
تفریق کیسی۔ کیسی لڑائی
ہندو ہو کوئی
یا ہو مسلماں
عزت کے قابل
ہے بس وہ انساں
نیکی ہو جس کا
کارِ نمایاں
اوروں کی مشکل
ہو جس سے آساں
جس کا عمل ہو
اور جس کا ایماں
ہر اک سے نیکی سب سے بھلائی
ہندو مسلماں
ہیں بھائی بھائی

(۲)

ہندو مسلماں
دونوں برابر
دونوں کی خالق، وہ ذاتِ برتر
دونوں اسی کی
کرتے ہیں پوجا
ایک ہی در پر
کرتے ہیں سجدا
مسجد اسی کی
مندر اسی کا
دونوں جگہ وہ
ہے جلوہ فرما
ہندو نے ایشور
اس کو پکارا
بولا مسلماں، اللّٰہ اکبر
ہندو مسلماں
ہیں بھائی بھائی

(۳)

ہندو مسلماں
قومیں پرانی
دونوں کی دونو ہندوستانی
دونو کا مسکن
ہندوستاں ہے
وہ بلبلیں ہیں
یہ گلستاں ہے
اک سرزمیں ہے
اک آسماں ہے
دونوں کا یک جا
سود و زیاں ہے
نا اتفاقی
آزارِ جاں ہے
مل جل کے رہنا ہے کامرانی
ہندو مسلماں
قومیں پرانی

[illegible] کلکتہ — [illegible]

ایک دلچسپ مشغلہ

اس تصویر میں مکڑیاں مکھیوں کی طرف جانا چاہتی ہیں۔ چوہے پنیر کھانا چاہتے ہیں۔ خرگوش گھاس میں جانا چاہتے ہیں مگر وہ ایک دوسرے کے راستوں کو کاٹ کر نہیں جانا [illegible] کیا تم کسی ایسی لکیروں سے ان کو منزل مقصود تک [illegible] پہنچا سکتے ہو بغیر [illegible] کو نکاٹیں ؟

(سید آل حسن جامی، از تنگیری)

شمالی امریکہ کے سرخ باشندے

۱۔ ایک زمانے کا ذکر ہے جب کہ انگریز شمالی امریکہ میں بسے نہیں تھے۔ امریکہ کے سرخ باشندے (ریڈ انڈین) وہاں سلطنت کرتے تھے۔ یہ لوگ بہت طاقتور ہوتے ہیں۔ اُن کا رنگ تانبے کا سا ہوتا ہے۔ آنکھوں کی پتلیاں بالکل کالی ہوتی ہیں اور بال لمبے لمبے اور سیدھے۔ یہ لوگ ہمیشہ بہت ہی کم کپڑے پہنتے ہیں۔ اُن کو بچپن ہی سے بھوک پیاس اور دوسری تکلیفیں جھیلنے کی عادت ڈالی جاتی ہے۔

(۲) جب انگریز امریکہ میں آئے تو ملک میں سرخ آدمی آباد تھے۔ ایک ایک گاؤں میں ایک ایک قبیلے کے لوگ رہتے تھے۔ یہ سرخ آدمی ہمیشہ لڑائیاں لڑا کرتے تھے۔ اگر کوئی نہ ملتا تو آپس میں لڑ بیٹھتے تھے۔ انگریزوں سے بھی [illegible] خوب لڑائیاں ہوئیں۔ جنگ میں [illegible] بہت ہوشیاری سے کام لیتے ہیں۔ جو کوئی ان کے ہاتھوں میں پڑ جائے اس کے ساتھ بہت بے رحمی سے پیش آتے ہیں۔

(۳) جب سرخ آدمی لڑائی پر جاتے ہیں تو اپنے منہ کو رنگ لیتے ہیں تاکہ اُن کے دشمن ڈر جائیں۔ یہ لوگ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ موقع ملے تو دشمن پر اچانک آ پڑیں یا سوتے ہوں تو ان پر حملہ کردیں۔ یہ سرخ آدمی اپنے تیز رفتار ٹٹوؤں کی ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر ارنے بھینسوں کا شکار کیا کرتے تھے۔ جب انگریز یہاں پہونچے تو انھوں نے ان بھینسوں کا اپنی بندوقوں سے خوب شکار کیا۔ اب ایسے بھینسے بہت کم رہ گئے ہیں۔ اسی لئے ان کو نمائش کے لئے حفاظت سے رکھا جاتا ہے۔

(باقی ہے)

محمد ثناء اللہ از کلکتہ

وہ بادشاہ کیسے بنا؟

(۱)

ہزاروں بلکہ لاکھوں برس گذرے جب کہ دنیا کو قایم ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اور جب کہ انسان پہاڑوں کی کھوؤں اور غاروں میں رہا کرتے تھے اور اُن کی گذر جانوروں کے گوشت اور درختوں کے پھلوں پر تھی اور وہ اپنا جسم کھال اور پتوں سے ڈھکے رہتے تھے۔ جنگلوں میں حیوانات نہایت آزادی سے جہاں چاہتے تھے پھرا کرتے تھے۔ باوجودیکہ شیر تمام حیوانات کا بادشاہ خیال کیا جاتا تھا اس پر بھی ہمیشہ امن و امان نہیں رہتا تھا کیونکہ شیر کی ماتحتی میں بہت سے اور چھوٹے چھوٹے بادشاہ تھے جو ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے کو تیار رہتے تھے۔

ایک دن پرندوں میں بڑا جوش و خروش پھیل گیا کیونکہ لال اپنے شہنشاہ عقاب کے ہاں ایک درخواست دینے کو تھے جسکی وجہ یہ تھی کہ لالوں کو اُس زمانے میں ایک شکایت تھی

(۲)

اس زمانے میں لال اور معمولی چڑیاں ظاہرا اور کوئی فرق نہ معلوم ہوتا تھا کیونکہ اُن کے سینے سرخ نہیں تھے اس وجہ سے لال بہت رنجیدہ رہا کرتے تھے۔ معمولی چڑیاں ان پر ہنسا کرتی تھیں اور طعنہ دے کر کہا کرتی تھیں کہ تم میں ہم سے کون سی بات زیادہ ہے۔ تمہارا لباس بھی خاکی ہے اور ہمارا بھی لیکن تم اپنے آپ کو مثل پدڑی اور بئے کے خوبصورت خیال کرتے ہو۔ اس پر لال اپنے مخالف فریق سے اپنی ہتک کئے جانے پر خوب کڑھتے تھے۔ اور اُن کا جواب نہ دے سکتے تھے۔ اور اُن کے دل اندر ہی اندر غمگین رہتے تھے اور آخر کا نوبت یہاں تک پہونچی کہ اُن کے چہچے بند ہو گئے۔

(۳)

ایک دن لالوں کے بادشاہ نے اپنی
قوم کو یہ فیصلہ کرنے کے لئے کہ اب کیا کیا جائے
جمع کیا۔ بڑی بحث اور مباحثے کے بعد یہ
بات قرار پائی کہ عقاب کو جو تمام پرندوں
کا شہنشاہ تھا یہ درخواست دی جائے کہ وہ
انھیں مثل بئے اور بدّی کے خوبصورت بنادے
تاکہ انھیں اپنے دشمنوں کے طعنوں سے نجات
ملے۔ چھ لال یہ پیغام لے جانے کے لئے چنے
گئے اور وہ اپنی عزت پر ناز کرتے ہوئے
ایک ویران اور اونچی پہاڑی کی طرف
اڑ گئے جہاں پر پرندوں کا شہنشاہ عقاب
دربار کیا کرتا تھا۔ شہنشاہ نے اُن کی بڑی
آؤ بھگت کی اور اُن کی شکایتوں پر توجہ
کرنے کا وعدہ کیا۔ اس نے ان سے مخاطب
ہو کر کہا کہ اپنے تمام قبیلے کو تین دن کے اندر
یہاں جمع کرو جب ہم اپنا حکم سنائیں گے۔
جب تین دن گذر گئے تو تمام لال اپنے
بادشاہ کے ساتھ دربار میں حاضر ہوئے
اور شہنشاہ سے ملنے کی درخواست کی۔
شہنشاہ نے فوراً اُن کو اپنی حضوری میں طلب
کیا اور جب وہ تخت پر اپنا حکم سنانے کے
لئے کھڑا ہوا تو تمام دربار میں خاموشی چھاگئی
شہنشاہ نے لالوں کی طرف مخاطب
ہو کر کہا کہ ”تم آج اپنی درخواست کا جواب
لینے آئے ہو اس لئے ہم حکم دیتے ہیں کہ ہم
تمہیں بئے اور بدّی کی طرح خوبصورت تو
نہیں بنا سکتے لیکن تم اپنی ہی کوشش سے
ایک خاص نشان حاصل کر سکتے ہو اور وہ
نشان صرف اس کو دیا جائے گا جو ایک ماہ
کے اندر کوئی قابلِ انعام کام کرے گا“۔ اب
تم سب جا سکتے ہو۔ یہ کہکر شہنشاہ نے دربار
ختم کیا اور اپنے مشیروں کے ساتھ اڑ گیا۔

(۳)

ایک مہینہ پورا گذر گیا اور درباری
لالوں کی سرگذشت سننے کے لئے پھر اسی
جگہ جمع ہوئے۔ تمام پرندوں میں اس
درخواست کا اس قدر چرچا تھا کہ ہر ایک
پرندہ آج شہنشاہ کا حکم سننے کے لئے آیا تھا

شہنشاہ نہایت شان و شوکت کے
ساتھ تشریف لائے اور اپنے تخت پر بیٹھ گئے
جس پر تمام حاضرین نے زور شور سے خوشی
کی تالیاں بجائیں۔ اب شہنشاہ نے لالوں
کو اپنے حضور میں پیش کئے جانے کا حکم دیا۔

پہلا لال آگے بڑھا اور اپنی سرگذشت
اس طرح بیان کی:-

"جہاں پناہ! میں نے خیال کیا کہ میں
کون سا مفید کام کر سکتا ہوں۔ میں نے
پدی کو گھونسلہ بناتے دیکھا اور اب میں بھی
ویسا ہی گھونسلہ بنا سکتا ہوں جیسا کہ ان کا
ہوتا ہے۔" یہ کہکر اس نے بڑے فخر سے ایک
گھونسلہ جو بالکل پدی کے گھونسلے کی طرح
تھا پیش کیا۔ اس کو دیکھ کر درباریوں نے
اس کی بڑی تعریف کی۔ لیکن بادشاہ نے
کہا "یہ کام اس واسطے بے فائدہ ہے کہ تم
اپنی ساری قوم کو ایسا گھونسلہ بنانا نہیں
سکھا سکتے"۔ لال یہ سن کر پیچھے ہٹا اور دوسرا
اس کی جگہ حاضر ہو کر کہنے لگا:-

"حضور والا! میں اپنی دشمن چڑیوں سے
کئی مرتبہ لڑا ہوں اور ہر دفعہ انھیں شکست
دی ہے"۔ اس پر بادشاہ نے جواب دیا کہ جو
جنگ میں غالب رہتے ہیں اکثر انعام کے مستحق
نہیں ہوتے"۔ یہ کہکر اس بہادر کو پیچھے ہٹ
جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد تیسرا امیدوار
آگے بڑھا اور اس طرح کہنا شروع کیا:-

"جناب عالی میں نے اپنا وقت بے کار نہیں
گنوایا بلکہ میں نے بلبل کی طرح جو تمام پرندوں
میں خوش الحان ہے گانے میں مہارت پیدا
کی ہے" بادشاہ نے یہ سن کر فرمایا کہ "اس سے
تمہیں سلطنت کے کام میں مدد نہیں مل سکتی"

اسی طرح تمام لال اپنی اپنی سرگذشت
بیان کر کے چلے گئے۔ بادشاہ حکم سنانے ہی
کو تھا کہ وہ آخری لال جو ابھی تک نہیں آیا تھا
آ پہونچا۔ لیکن اس کے تمام پر اڑے ہوئے
تھے۔ اور تمام سینہ خون میں بھرا ہوا تھا اس
پر تمام درباری افسوس کرنے لگے۔ شہنشاہ
نے اس کا قصہ اور سینہ خون میں رنگے ہوئے

ہونے کی وجہ نہایت نرمی سے پوچھا۔ اس
نے جواب دیا کہ غریب پرندوں میں سے کوئی قابل
تعریف کام نہیں کیا کیونکہ میں پورے مہینے بھر
ایک چڑیا کو جو پر ٹوٹ جانے کی وجہ سے
اڑ نہیں سکتی تھی چگاتا رہا ہوں۔ اگر میں اس
کو چھوڑ دیتا تو وہ مر جاتی۔ لیکن آج صبح کو
جب میں آنے کی تیاری کر رہا تھا ایک ظالم
باز اس کو اٹھا کر لے گیا۔ اگرچہ میں نے
اس کو بچانے کی بہت کوشش کی لیکن افسوس
کہ میں اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔
یہ کہکر وہ رنجیدہ اور مغموم پیچھے کو ہٹا۔ شہنشاہ
نے اس کو روک کر کہا کہ "صرف تم ہی انعام
کے مستحق ہو کیونکہ تم نے انعام کی پرواہ
نہ کر کے دشمن کی مدد کی"۔ پھر اور لالوں
کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ "تمہارے ایک بھائی
نے دوسروں پر رحم کھا کر وہ چیز حاصل کر لی
جس کی تمہیں آرزو تھی۔ وہ خون جو اس
کے سینے پر لگا ہوا ہے تمہاری قوم کا نشان
ہوگا" اور پھر اس کو دوسرے لالوں کے
کے سامنے کر کے دریافت کیا کہ کیا یہ تمہارا
بادشاہ بننے کے قابل ہے؟ اس پر تمام
درباریوں نے خوشی سے تالیاں بجائیں اور
وہ لالوں کا بادشاہ بنا دیا گیا۔ تمام لال
اس کے گرد جمع ہو گئے اور انھیں معلوم
ہو گیا کہ جب کہ وہ اپنی اپنی عزت کے
خیال میں ڈوبے ہوئے تھے وہ اپنے آپ
کو دوسرے کی مدد کے لئے بھولا ہوا تھا

(شیخ محمد فاروق حسن پانی پتی)

غزل

خدا کی یاد پیدا کر خدا کا دھیان پیدا کر
جہاں میں عیش سے رہنے کے یہ سامان پیدا کر

جہاں میں باعثِ عزت ہمیشہ علم ہوتا ہے
اسی کا ذوق ہر دم ہر گھڑی ہر آن پیدا کر

نمازیں پڑھ لیا کر تو خدا کا حکم ہے لیکن
خدا ہی پر فدا ہو ایک ایسی جان پیدا کر

غریبوں کی مدد محتاج کی حاجت روا کرنا
یہی حسرت، یہی خواہش، یہی ارمان پیدا کر

نہ کچھ ہمراہ تیرے دنیوی اسباب جائیں گے
جو آڑے وقت کام آئے تو وہ سامان پیدا کر

(محمد کامل جونپوری)

پچھلے نمبر میں یہ نقشہ غلط شائع ہو گیا تھا۔ اب دوبارہ صحیح کر کے شائع کیا جا رہا ہے
اوپر کی طرف سے اندر جانے کا راستہ معلوم کیجئے۔ (مرسلہ عائکہ بائی از گودھرا)

ایک دلچسپ معمہ

ان ۹ خانوں میں ۱۲۹ سے لے کر ۱۳۷ تک کے ہندسے اس طرح لکھو کہ اگر اوپر سے نیچے، دائیں سے بائیں یا ایک کونے سے دوسرے کونے تک ہندسوں کو جمع کریں تو حاصل جمع ۳۹۹ ہو۔ ایک عدد دو مرتبہ استعمال نہ کیا جاوے۔ صحیح [illegible] والے کو قصوں کی ایک کتاب انعام دی جائے گی

ہنسی کی باتیں

مسافر۔ کیا میں گاڑی پکڑ سکتا ہوں؟
ٹکٹ کلکٹر۔ یہ تمہاری طاقتِ رفتار پر منحصر ہے۔
مسافر۔ وہ کیسے؟
ٹکٹ کلکٹر۔ کیونکہ گاڑی کو روانہ ہوئے ۱۰ منٹ ہو گئے۔

انگریز پادری۔ مجھے ایسے آدمی سے کسی قسم کی ہمدردی نہیں ہو سکتی جو اپنی بیوی کو مارتا پیٹتا ہو۔
انگریز مزدور۔ جو شخص اپنی بیوی کو مار پیٹ سکتا ہے اُس کو کسی کی ہمدردی کی کیا ضرورت ہے؟

مجسٹریٹ۔ اب تم کیا کہنا چاہتے ہو؟
ملزم۔ کچھ نہیں۔ البتہ یہ خواہش ضرور ہے کہ کاش میں ایسی جگہ جا سکتا جہاں ظالم پولیس مجھ کو نہ ستاتی۔
مجسٹریٹ۔ اگر یہ خواہش ہے تو تو تمہیں تین ماہ کے لئے جیل خانے بھیجے دیتے ہیں۔

وحید۔ محمود! رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ تم نے مجھے ایک روپیہ دیا ہے۔
محمود۔ چلو بھائی اچھا ہوا۔ تمہارا ایک روپیہ مجھ پر قرض بھی تھا۔ اب میرا تمہارا حساب [illegible] ہو گیا۔
(مرسلہ محمد عبد اللہ)

ماں۔ رضیہ میں نے سنا ہے کہ تم سب کو چڑیل کہتی ہو۔ یہ نہایت بُری بات ہے۔
رضیہ۔ اماں جان! یہ بات بالکل غلط ہے۔ کسی چڑیل نے آپ سے جھوٹ کہا ہوگا۔

بیٹی۔ اماں تم کہاں جا رہی ہو؟ میں بھی چلوں گی
ماں (غصہ ہو کر) میں جہنم میں جاؤں گی تو بھی چل۔

بچہ (ایک سیاہ فام ہندوستانی میم صاحبہ سے مخاطب ہو کر) کیوں میم صاحب کیا واقعی آپ انگریز ہیں؟
میم صاحبہ۔ کیوں؟
بچہ۔ آپ بہت کالی ہیں مہترانی معلوم ہوتی ہیں۔
(مرسلہ نسبت سید محمد الطاف حسین صاحب ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول [illegible])

حاکم۔ جو شخص عدالت کے کمرہ میں شور مچائے گا وہ باہر نکال دیا جائے گا۔
ملزم (شور مچا کر) حضور! میں شور مچا رہا ہوں آپ مجھے باہر نکالدیں۔

شریف۔ لو بھائی سعید اب ہم نے صبح اٹھنے کا قصہ ہی ختم کر دیا۔
سعید۔ وہ کس طرح؟
شریف۔ ہم نے اپنا مرغ بیچ دیا ہے۔ نہ وہ اذان دے گا نہ لوگ جاگیں گے۔

دلچسپ معلومات

سوئی کو پانی میں تیرانا

اپنے کسی دوست کو ایک سوئی پانی میں تیرانے کو کہو لیکن اگر وہ اس کو تیرانے کا طریقہ نہیں جانتا تو وہ تمہارا مذاق اُڑائے گا کہ لوہے کی چیز کو پانی میں کس طرح تیرایا جا سکتا ہے؟ اب تم کسی برتن میں تھوڑا سا پانی بھر لو۔ اس کی سطح پر ایک پتلا سا کاغذ کا ٹکڑا تیرنے کے لئے رکھدو۔ اس کاغذ پر بڑی احتیاط سے ایک سوئی رکھدو۔ تھوڑی دیر میں کاغذ بھیگ کر ڈوب جائے گا اور تمہارے دوست کی تعجب کی کوئی انتہا نہ رہے گی جب کہ وہ دیکھے گا کہ کاغذ کے ڈوبتے ہی سوئی پانی کی سطح پر تیر رہی ہے۔ (بے رتن لال اَمد نگر)

ایک پشاوری نے ایک نئی قسم کی ٹائپ مشین ایجاد کی ہے جو ہاتھوں سے بھی چلائی جاتی ہے اور بجلی سے بھی۔

جرمنی میں ایک عورت مس فراپر کے قدرتی لمبی ڈاڑھی ہے جسے وہ نہیں منڈواتی۔

"نیو یارک ٹائمز" امریکہ کا سب سے زیادہ چھپنے والا روزانہ اخبار ہے اس کے ۶۴ صفحے ہوتے ہیں جن میں سے ۲۵ صفحے اشتہاروں کے ہوتے ہیں۔ اتوار کے دن جو اخبار نکلتا ہے اس کے ۱۰۰ صفحے ہوتے ہیں اس اخبار کی سالانہ آمدنی دس کروڑ ڈالر سے بھی زیادہ ہے۔ اس کا روزانہ خرچ چالیس ہزار ڈالر ہے۔

ایک جاپانی نے ایسی توپ بنائی ہے جو ریڈیو کی طاقت سے کام کرتی ہے۔ اس کا گولہ ۵ میل تک زبردست مار کرتا ہے۔ یہ خود بخود چلتی ہے اور آپ ہی دشمن کی فوجوں کا پیچھا [illegible] ہے۔

طلبہ کے مضامین

حقیقی خوشی

وہ سینما گھر کے سامنے بیٹھا بانسری بجا رہا تھا۔ وہ اندھا تھا۔ اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ اور اس کا پھٹا پرانا میل اور گرد سے پیلا ہوا کوٹ اس کو خوفناک سردی سے بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن سردی کے سامنے اس کی کچھ پیش نہیں چل رہی تھی۔ اور اس غریب اندھے فقیر کا جسم اس طرح کانپ رہا تھا جس طرح کہ بید۔ اس کی پتلی پتلی انگلیاں بانسری کے سوراخوں پر ناچ رہی تھیں۔ اس کے پاس ہی اس کے ساتھ چمٹی ہوئی ایک ننھی سی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی اور بار بار دردناک آواز میں چلا کر کہہ رہی تھی اندھے محتاج کو ایک پیسہ دو داتا۔ میں یہ سب کھڑا دیکھ رہا تھا۔

آدمی اپنے آپ کو گرم کپڑوں میں لپیٹے سینما گھر میں گھستے جا رہے تھے۔ موٹر پر موٹر وہاں آکر رکتی۔ اور اس میں آدمی نکل کر مجمع میں اس طرح شامل ہو جاتے جس طرح سمندر میں ایک پانی کا قطرہ۔ چھوٹے چھوٹے بچے ادھر ادھر کود رہے تھے۔ اندھا اتنے بڑے مجمع کو خیال کرتے ہی زور زور سے بانسری بجانے لگا۔ اس کی آواز کتنی پرسوز تھی! کتنی دردناک! اندھے کی انگلیاں ناچ رہی تھیں۔ اس کے ساتھ بانسری کی تیز اور پر درد آواز بھی ناچ سی رہی تھی۔ اور اسی کے ساتھ میرا دل بھی ناچ رہا تھا۔ بلیوں اچھل رہا تھا۔ اس کی تیز آواز میرے دل میں بھی جلد ہی [illegible]۔ اور پر غم آواز نے میرے دل میں بھی غم بھر دیا تھا مجھ کو ایسا معلوم ہوا کہ میرے دل کی دنیا سکڑ سی گئی ہے [illegible]

اس میں غم کا دور دورہ ہے
ایک آدمی ایک لڑکے کے ساتھ وہاں
سے گزرا۔ لڑکی چلائی "اندھے محتاج کو ایک
پیسہ دو!" لڑکے نے کہا "آہ بانسری کی آواز
کتنی دردناک ہے۔ مجھے سن کر تکلیف ہوتی ہے
دل میں اس کی آواز تیر کی طرح چبھی جا رہی
ہے"۔ اس آدمی نے کہا "ہاں گانا بہت
دردناک ہے۔ اندھے کے دل کی تمام
کیفیت بتا رہا ہے"۔ یکایک اس آدمی کا ہاتھ
جیب میں گیا۔ لڑکی کا چہرہ چمک اٹھا۔ لیکن
اس آدمی کا ہاتھ جیب سے خالی باہر آیا۔
شاید دل نے منع کر دیا۔ خالی ہاتھ دیکھ کر پھر
لڑکی کا چہرہ مرجھا گیا۔ دونوں آدمی پھاٹک
کے اندر گھس گئے۔

پھر ایک آدمی چھوٹی سی لڑکی کو ہمراہ لئے ہوئے
پھاٹک کے اندر گھسا۔ لڑکی نے بانسری
کی پر درد آواز سن کر کہا "بھیا! مجھے اس
کا گانا سن کر ڈر لگتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ
کوئی رو رہا ہے" آدمی نے کہا "ہاں گانا
دردناک ہے"۔ پھر غریب لڑکی کی آواز ہوا
میں گونجی۔ لڑکی یہ سن کر بولی "بھیا اس کو
پیسہ دے دو"۔ آدمی نے جھڑک کر کہا "چپ
رہ! ایسے دھوکہ باز آدمی ہزاروں کی تعداد
میں گھوم رہے ہیں۔ کس کس کو پیسہ دیتا
پھروں"۔ لڑکی نے منت آمیز لہجہ میں کہا
"نہیں بھیا! وہ دھوکہ باز نہیں۔ اندھا ہے"
آدمی نے پھر جھڑک کر کہا "چپ! تجھے کیا معلوم
پیسہ لینے کے لئے کبھی اندھے بن جاتے
ہیں"۔ وہ دونوں بھی گذر گئے۔ یہ سن کر
اندھے فقیر کا کلیجہ چھلنی ہو گیا۔ وہ اور بھی
دردناک الاپنے لگا۔ بانسری کی تیز آواز
خاموشی کو چیرتی ہوئی چاروں طرف گونجنے
لگی۔ اور حسرت بن کر برسنے لگی۔ میں ابھی
تک وہیں کھڑا تھا۔

(۲)

آخرکار لوگ آنے بند ہو گئے۔ تماشہ
شروع ہو گیا۔ اندھا فقیر لاٹھی ٹیک کر اٹھا۔
اور لڑکی اس کی انگلی پکڑ کر ایک طرف کو جلدی

لڑکی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "ہائے! کچھ نہ ملا۔ آس تو بہت تھی — ہزاروں۔ آدمی گذر گئے لیکن ذرا ترس نہ آیا" اندھے نے کہا "ہماری قسمت میں یہی لکھا تھا۔ قسمت کے آگے کسی کی پیش چل سکتی ہے؟" لڑکی نے کہا "اب کیا ہوگا ماں کا؟" اندھا "ہوگا کیا؟ مرجانے دو" یہ کہتے کہتے اس کی انکھوں سے دو آنسو ٹپک پڑے۔ لڑکی یہ سن کر رونے لگی۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ اس نے سسکتے ہوئے کہا "نابھیا ایسا نہ کہو! نہ کہو!! ایسے برے الفاظ زبان پر نہ لاؤ۔ ورنہ میں مرجاؤں گی۔ بھیا!" وہ اس کو چپ کرنے لگا۔ "اچھا نہ رو۔ پھر میں ایسا نہ کہوں گا۔ لوگوں پر غصہ آگیا تھا۔ اس لئے یہ بات کہہ بیٹھا" وہ اس کو چمکارنے لگا۔ لیکن وہ چپ نہ ہوئی روتی ہی گئی۔ اس کے آنسو موسم برسات کے بادلوں کی طرح امڈے چلے آرہے تھے۔

میں کھڑا حیران ہو رہا تھا۔ کہ کیا دنیا میں کوئی ایسا بے بس بھی ہوسکتا ہے؟ اندھے فقیر نے بانسری بجانا بند کر دیا تھا۔ لیکن اس کی تانیں ابھی تک میرے دل میں گونج رہی تھیں۔ اور دل کی دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر واپس آرہی تھیں۔ لڑکی کی گریہ وزاری سن کر مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں اندھے فقیر کے پاس آکر بولا۔ کیوں؟ کیا بات ہے؟ یہ لڑکی رو کیوں رہی ہے۔؟

اندھا "کچھ نہیں سرکار ماں مر رہی ہے" ایسے دردناک الفاظ میں نے پہلے کبھی نہ سنے تھے۔ میں نے پوچھا "کیوں کیا بھوکی ہے؟" اس نے کہا "نہیں بھوکی نہیں۔ بیمار ہے۔ کڑاکے کا جاڑا پڑ رہا ہے۔ اور اس کے پاس تن ڈھانپنے کے لئے کوئی کپڑا نہیں۔ امید تھی کہ پیسے جمع کر کے ایک موٹا جھوٹا کمبلی لے لوں گا۔ لیکن پیسے کہاں! اب وہ اس پیڑ کے نیچے پڑی کانپ رہی ہے اور درد کے مارے کراہ رہی ہے"۔

یہ سب کہتے کہتے پھر فقیر کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ لڑکی کی تکلیف بھی پھر تازہ ہو گئی اب مجھ سے نہ رہا گیا۔ ان کی حالت دیکھ کر مجھے سخت افسوس ہوا۔ میرا ہاتھ جیب میں گیا۔ اور میں نے اندھے کو ایک پانچ روپے کا نوٹ پکڑا دیا۔ فقیر حیران رہ گیا۔ اس کو معلوم ہوا گویا وہ خواب دیکھ رہا ہے۔ اس نے نوٹ لے لیا اور مجھ کو دعا دی۔ یہ دعا دل سے نکلی تھی۔

میرے دل میں جو رنج و غم پہلے تھا سب کافور ہو گیا۔ جو ابھی اچھی چیزیں خریدنے کے میں نے منصوبے باندھ رکھے تھے وہ سب خاک میں مل گئے۔ لیکن مجھے افسوس نہیں ہوا۔ کیوں کہ مجھے ایک بیش بہا چیز ملی۔ اور وہ چیز تھی حقیقی خوشی۔

آج مجھے معلوم ہوا کہ حقیقی خوشی کیا ہوتی ہے

حبیب رتن متعلم جماعت نہم
امبر نگر

انعامی معمے کا حل

ماہ فروری کے رسالہ ہونہار میں جو معمہ شائع ہوا تھا اس کا حل "محمد مرتضیٰ علی" ہے تقریباً ۱۵ صاحبان نے اس معمہ کا صحیح جواب لکھ کر بھیجا۔ فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی کیا گیا اور "عبد الرحمن صاحب کشمیری بلوچستان" کا نام نکلا اس لئے انعام انہیں کو دیا گیا۔

(حاجی محمد سعید مسلم پنجابی اسکول دہلی)

ایک عجیب کھیل

ہونہار بچو! آج ہم تمہیں ایک نیا کھیل بتاتے ہیں ذرا غور سے سنو اور سمجھو۔

ایک گتہ یا ٹین کا گول ٹکڑا کاٹو جو کم از کم ایک روپے کے برابر ہو۔ اس کی ایک طرف ایک پرند بناؤ اور دوسری طرف ایک پنجرا۔ جیسے کہ نیچے بنا ہوا ہے۔ ٹکڑے کے سرے پر ایک سوراخ کر کے اس میں ایک ڈورا باندھو اور اس ٹکڑے کو انگلی سے مار کر زور سے پھراؤ تم کو پرند پنجرہ میں بیٹھا ہوا معلوم ہوگا۔

شکل نمبر ۲

شکل نمبر ۱

جال

خاکہ

(محمد سعید ...)

شریف نذیر

نذیر منزل
نذیر آباد - ۱۲ مارچ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

دعا۔ پیار۔ تمہارا خط ملا۔ دل کو نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ مجھے تمہارے بورڈنگ کے سپرنٹنڈنٹ سے معلوم ہوا ہے کہ تمہارا سالانہ امتحان ۱۵ ماہ حال سے ہوگا۔ بیٹا اب تو یہ نہایت ہی نازک وقت ہے۔ ان دو دنوں میں تم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ جو کچھ تم پہلے کر چکے ہو وہی آخر میں ظاہر ہوگا۔ اگر تم نے دل لگا کر محنت کی ہے اور اپنے اسباق کو خوب یاد کیا ہے تو تمہیں اس کا اجر ملے گا اور کامیاب ہو جاؤ گے اور تمہارے ساتھی بھی تمہاری تعریف کریں گے۔ بیٹا! اب دیکھنا ایسا نہ ہو کہ تمہارے ہیڈ ماسٹر صاحب کی طرف سے کچھ تمہاری شکایت آئے۔ اس سے مجھے بہت رنج ہوگا۔ تمہاری آیندہ زندگی اور فائدے کے لئے یہ چند نصیحتیں روانہ کی جاتی ہیں۔ اگر تم ان پر کاربند ہوگے تو ایک قابلِ فخر انسان کہلا سکو گے۔

۱۔ ہمیشہ ایسی باتیں کہو جس سے سننے والا خوش ہو۔ بُری اور گندی باتیں زبان سے نہ نکالو۔
۲۔ شریف اور نیک لڑکوں کی صحبت اختیار کرو۔
۳۔ گفتگو کم کرو مگر وہ شیریں اور بامعنی ہو۔
۴۔ اپنے ماں باپ اور اُستاد کی عزت کرو۔ اور ان کی بتائی ہوئی نیک باتوں پر عمل کرو۔
۵۔ اپنی حیثیت سے بڑھ کر خرچ نہ کرو۔
۶۔ غصہ کو ضبط کرنا اچھا ہے۔
۷۔ جس کام کو کرو نہایت اچھی طرح انجام دو
۸۔ ذرا ذرا سی بات پر بگڑ جانا اچھی بات نہیں ہے ضبط اور تحمل کی عادت ڈالو۔
۹۔ اگر تم اپنی عزت چاہتے ہو تو دوسروں کی عزت کرو
۱۰۔ نہ سنو گر بُرا کہے کوئی۔ نہ کہو گر بُرا کرے کوئی بخش دو گر خطا کرے کوئی۔ روک لو گر غلط چلے کوئی

تمہاری والدہ تمہیں دعائیں دیتی ہیں۔ بھائی اور ہمشیرہ سب سلام کہتے ہیں۔ فقط

راقم۔ بشیر

جواب

سراج نگر۔ بورڈنگ ہاؤس
۱۴ مارچ

جناب قبلہ و کعبہ والد ماجد صاحب دام ظلکم

السلام علیکم۔ آپ کا نہایت قیمتی اور نصیحتوں سے بھرا ہوا خط کل شام کو ملا۔ بہت دیر تک دیکھتا اور سوچتا رہا کہ اس خط کا جواب کیوں کر اور کس طرح دیا جاوے۔ بندے نے اپنے تمام اسباق اور دوسری کتابوں کو خوب ذہن نشین کر لیا ہے۔ آپ یہ سن کر خوش ہوں گے کہ ہمارے سپرنٹنڈنٹ صاحب کی کوشش سے بورڈنگ میں بجلی لگ گئی ہے اور

آگے دن کے جھگڑوں مثلاً آج تیل لانا ہے۔ چمنی ٹوٹ گئی ہے۔ بتی ختم ہو گئی ہے۔ چمنی کو صاف کرنا ہے" وغیرہ وغیرہ سے نجات مل گئی ہے سالانہ امتحان کل سے شروع ہوگا۔ پہلا پرچہ اسلامیات کا ہے۔ پہلی تاریخ تک نتیجہ نکل جائے گا۔ نتیجہ سے آپ کو مطلع کروں گا۔ امی کو سلام۔ بھائیوں کو پیار۔ فقط والسلام آپکا خادم "نذیر"

محنت کا پھل

سراج نگر۔ بورڈنگ ہاؤس

۲۹ مارچ

جناب والد صاحب۔ قبلہ گاہی

السلام علیکم۔ آج خدا خدا کر کے جناب ہیڈ ماسٹر صاحب نے نتیجہ کا اعلان کیا جس میں بندے نے نہایت کامیابی کے ساتھ امتحان پاس کیا ہے اور اسکول کی جانب سے مبلغ عہ روپے ماہوار وظیفہ کا مستحق ہوا ہوں۔ بیچارا انور صرف چند نمبروں سے ریاضی میں فیل ہو گیا ہے۔ کیا آپ براہِ مہربانی نئی کتابوں اور ماہانہ خرچ کے لئے کچھ روپیہ روانہ کر دیں گے۔ جناب امی صاحبہ اور ہمشیرہ صاحبہ کو سلام۔ راقم آپ کا تابعدار "نذیر"

ماں کی طرف سے جواب

نذیر منزل۔ نذیر آباد

۵ اپریل

پیارے بیٹے جیتے رہو

بیٹا! آج میری دعائیں پوری ہو گئیں۔ تمہارے پاس ہونے سے ہمیں بہت خوشی ہوئی تمہارے والد صاحب کو پرسوں سے بخار چڑھا ہوا ہے۔ انہوں نے جب تمہارے پاس ہونے کی خبر سنی تو وہ اٹھ کھڑے ہو گئے اور تین دن کے بعد آج باتیں کرنے لگے ہیں۔ انور غریب روتا ہے۔ اس کے ماں باپ اس کو برا بھلا کہتے ہیں۔ تمہارے والد صاحب آج تمہارے لئے ایک قیمتی سوٹ سلوانے کے لئے دیا ہے اور ایک نہایت عمدہ گھڑی اور ایک نفیس فاؤنٹین پین بھی تمہارے لئے خریدا گیا ہے جب سوٹ تیار ہو جائے گا تو یہ تمام چیزیں تمہارے لئے روانہ کر دی جائیں گی۔

اب تم پڑھائی کا خاص خیال رکھنا۔ کھیلوں میں بھی حصہ لیتے رہنا اس سے تمہاری تندرستی ٹھیک رہے گی۔ اس کے علاوہ تم نماز اور قرآن شریف کی تلاوت میں ہرگز ہرگز ناغہ نہ ہونے دینا بیٹا اب تم اپنے نفع و نقصان کو بخوبی سمجھ سکتے ہو۔ تمہارے واسطے مبلغ ۲۵ روپے روانہ کئے جاتے ہیں۔ رسید سے اطلاع دینا۔

تمہاری ہمشیرہ تمہارے لئے ایک نہایت عمدہ میز پوش کاڑھ رہی ہیں۔ اس میں تمہارا نام بھی عمدہ طریقے سے لکھا گیا ہے جو کہ تیار ہونے پر جلد از جلد روانہ کیا جاوے گا۔ اپنے بھائیوں اور ہمشیرہ کی طرف سے سلام۔ راقم تمہاری امی

(عبدالرحمن [illegible])

بیوقوف میزبان

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کہیں ایک امیر آدمی رہتے تھے۔ خدا کے فضل سے سب نعمتیں گھر میں موجود تھیں۔ اللہ میاں نے ایک بیٹا بھی دے دیا۔ میاں صاحبزادے تھے خیر سے بہت عقلمند۔ جب ان کے والد صاحب کے مرنے کا وقت قریب آیا تو انھوں نے کہا کہ میرا بیٹا ہے عقل کا ذرا پورا چلو اُسے چند وصیتیں کر دیں تاکہ آیندہ کہیں ہمارے خاندان کی ناک نہ کٹوائے۔ بلا کر کہنے لگے۔

باپ۔ دیکھو بیٹے آدمی کو ہمیشہ عقلمندی سے کام لینا چاہئیے۔ تمہیں معلوم ہے کہ میرا وقت قریب ہے۔ اگر کوئی شخص میری تعزیت کو آئے تو تم خوب بھاری کپڑے پہننا۔ میٹھی میٹھی، نرم نرم باتیں کرنا۔ اس کو اونچی جگہ پر بٹھانا۔ اس کے کھانے کے لئے بڑھیا بڑھیا اور قیمتی چیزیں پکوانا۔ غرض خوب خاطر مدارات کرنا۔

بیٹا۔ ایسی باتیں اللہ چاہے (خدا نخواستہ کی جگہ) کیوں کہتے ہیں؟ آپ فکر نہ کریں میں ایسا ہی کروں گا۔

ابا جان تو رخصت ہوگئے اور صاحبزادے سیاہ وسفید کے مالک بن بیٹھے۔

ایک دن ایک صاحب پرسے کو آئے لازموں نے خبر کی کہ کوئی صاحب تشریف لائے ہیں۔ اب صاحبزادے نے نوکروں کو حکم دیا کہ جاؤ بھاری بھاری کپڑے لے آؤ۔ اب کوئی صندوق لاتا ہے۔ کوئی الماری دیکھتا ہے۔ کوئی بیگ ٹٹولتا ہے۔ کوئی دراز کھولتا ہے اور عمدہ عمدہ انگرکھے، قیمتی قیمتی شیروانی اور اچکنیں لاتے ہیں مگر میاں صاحب فرماتے ہیں ارے احمقو! بھلا دیکھو تو یہ انگرکھا بھاری ہے؟ ذرا تولو تو ڈھائی چھٹانک کا بھی نہیں ہے۔ ہٹو تم سب کے سب بیوقوف ہو میں خود ڈھونڈھ نکالوں گا۔" یہ کہکر ایک بڑی کوٹھری کھلوائی جس میں چاندنیاں۔ [illegible] دریاں، توشکیں، جازمیں وغیرہ ایک ایک عدد کو ہاتھ میں اٹھاتے تھے اور

کہتے تھے " اوں ہوں کچھ نہیں یہ تو پندرہ
بیس سیر کا ہے۔ آخر ڈھونڈتے ڈھونڈتے
ایک بڑا سا را ایرانی قالین ملا جو کم از کم دو من
کا تھا۔ وہ بے ساختہ بول اٹھے " آہا یہ مل گیا
دیکھو تو یہ ہے بھاری"۔ پھر اس کو اوڑھ کر
دیوان خانے میں بیٹھے اور نوکر سے کہا جاؤ
مہمان صاحب کو بلا لاؤ۔ مہمان صاحب اندر
داخل ہوئے اور صاحبزادے کو والد کی
وصیت یاد آئی کہ "مہمان کو اونچی جگہ بٹھانا"
سارے میں دیکھا کہ اونچی جگہ کون سی ہے۔
کبھی کہتے کہ سیڑھی منگواؤں۔ کبھی کہتے کہ
میز پر بٹھاؤں۔ پھر خیال آیا کہ چلو منڈیر
پر بٹھادو۔ کہنے لگے کہ "چچا جان تشریف رکھئے"
وہ بیچارے بیٹھنے لگے تو صاحبزادے نے کہا:
"چچا جان آپ تو تکلف کرتے ہیں" اور ہاتھ
پکڑ کر کہا " اُٹھئے اونچی جگہ بیٹھئے آپ کا گھر
ہے۔ یہ بات نہ ہوگی۔ چھت کی منڈیر پہ بیٹھئے"
مہمان " ارے میاں کیا منڈیر پہ بیٹھوں"
میزبان۔ "جی ہاں وہیں بیٹھنا ہوگا۔ تکلف
نہ کیجئے"۔

غرض وہ انکار اور یہ اصرار کرتے رہے
آخر نوکروں کو حکم ملا کہ "وہ انھیں اوپر بٹھادیں"
بس پھر کیا تھا ایک نے ہاتھ پکڑا۔ ایک نے
پاؤں اور مہمان کو ڈنڈا ڈولی کرکے اوپر بٹھادیا
مہمان کہنے لگے " افسوس ہمارے محترم دوست
آپ کے والد صاحب کوچ کر گئے"

میزبان صاحب وصیت کے مطابق
فرمانے لگے " جی ہاں شکر "
مہمان۔ "میں نے اور انھوں نے ساتھ ہی
ساتھ تعلیم شروع کی۔ وہ میرے ہم جماعت تھے"
میزبان۔ "جی ہاں حلوہ "
مہمان " اور ساتھ ہی مڈل اور انٹرنس پاس کیا"
میزبان " جی ہاں قلاقند "

اب مہمان دل میں حیران ہے کہ یا الٰہی!
یہ ماجرا کیا ہے۔ یہ شکر، حلوہ اور قلاقند
کے کیا معنی۔ پھر بولے:
مہمان۔ "ہم ساتھ ہی ساتھ گریجویٹ ہوئے"
میزبان۔ " درست ہے رس گلہ "

مہمان ۔" اور ساتھ ہی ملازم بھی ہو گئے "
میزبان " ٹھیک ہے ربڑی "
مہمان " وہ میرے بہت ہی گہرے دوست تھے ۔
میزبان ۔" جی صاحب روئی (نرم نرم باتیں)
مہمان " اتفاق یہ ہے کہ پنشن بھی ساتھ ہی ساتھ ہوئی "
میزبان " جی ہاں ریشم "
مہمان " اور اب بھی اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی "
میزبان " جی ہاں بالائی "
مہمان (روکر) " مگر افسوس وہ مجھ سے پہلے ہی چل بسے "
میزبان " (روکر) جی ہاں برفی "
اسی طرح نرم نرم اور میٹھی میٹھی گفتگو ہوتی رہی ۔ پھر میزبان صاحب کو کھانے کا خیال آیا اور نوکروں کو الگ لے جا کر کہنے لگے کہ " بھئی کھانے کا انتظام تو کرو "
نوکر ۔ " حضور ! آپ ہی بتائیں کیا پکائیں ؟
آقا ۔ " کسی قیمتی اور بڑھیا چیز کا نام بتاؤ "
نوکر " حضور انڈے ۔ مرغی وغیرہ "
آقا " ارے وہ تو بس حد سے حد چار پانچ روپے میں تیار ہو جائیں گے "
نوکر " دنبہ ۔ بکرا ..... "
آقا ۔ " ہشت ۔ بس دس گیارہ روپے کا ؟ (کچھ سوچ کر) " ارے وہ دیکھو تو والد صاحب نے ایک کتوں کی جوڑی خریدی تھی تمہیں یاد ہے کہ کتنے کی تھی " ؟
نوکر " حضور ڈھائی سو کی تھی "
آقا " بس بس ۔ بس ٹھیک ہے جاؤ ۔ جلدی ذبح کرو ۔ دیر نہ کرو "
نوکر ۔ " حضور کتے " ؟
آقا ۔ " ارے ہاں کتے ۔ بڑھیا نہیں ہیں کیا "
نوکر بیچارے دم بخود ۔ کتوں کے گوشت کی بریانی ، شامی کباب اور کوفتے وغیرہ پکا لائے ۔ اور مہمان نے کھانا شروع کیا ۔ تعریف بھی ساتھ ہی ساتھ کہتے جاتے تھے کہ " واہ وا ! کیا مزے کا کھانا ہے "

میزبان :۔ "جی ہاں - مگر آپ کھائیے تو سہی ہاتھ نہ کھینچیئے۔"

مہمان - نہیں بھئی کھا رہا ہوں - دیکھو نوالہ ہاتھ میں ہے - سبحان اللہ بریانی تو بس بریانی ہی ہے۔"

تعریفیں سنتے سنتے آخر میزبان صاحب کو غصہ آ گیا - اور کہنے لگے :۔

میزبان "آپ تعریفیں ہی تعریفیں کئے جاتے ہیں - خبر بھی ہے کہ اس کھانے میں میری ڈھائی سو روپے کی گتوں کی جوڑی خرچ ہوئی ہے۔"

مہمان - ارے کیا کہا "کتے" ؟

میزبان "جی ہاں کتے"

مہمان :۔ "ارے توبہ یہ کیا کیا ؟ ارے کوئی نمک پانی لاؤ - آخ تھو"

یہ کہکر بھاگے - آگے آگے مہمان پیچھے پیچھے میزبان دوڑ رہے تھے اور میزبان صاحب یہ کہتے جاتے تھے کہ "چچاجان ! ذرا ٹھہرئیے تو - پان تو کھاتے جائیے"۔ مگر چچاجان نہ ٹھہرے اور آخرکار بیوقوف میزبان تھک کر بیٹھ گئے

(مرسلہ شان الحق حقی دہلوی از پشاور)

بیوقوفی کی نشانیاں

چار چیزیں بے وقوفی کی نشانیاں ہیں ان کا جاننا ضروری ہے۔

(۱) اپنا عیب نہ دیکھنا اور دوسروں کی عیب جوئی میں پڑنا۔

(۲) خود تو کنجوسی اختیار کرنا اور دوسروں سے سخاوت کی امید کرنا۔

(۳) جس آدمی کی عادت سے مخلوق کو چین نہیں اس سے خدا بھی خوش نہیں ہوتا۔

(۴) جو آدمی بدگوئی کا پیشہ اختیار کرتا ہے اُس کا کام ہمیشہ تباہ اور برباد رہتا ہے۔

جو آدمی رات دن سونے (خواب) کا شوقین ہے سمجھ لو کہ اس کی موت قریب ہے - زیادہ کھانا، پینا اور سونا چوپایوں کا طریقہ ہے۔

(مرسلہ محبت مولانا محمد منعم الحقانی صاحب از دیوبند)

لڑکوں اور لڑکیوں کے پڑھنے کے قابل کتابیں

مضمون نویسی سکھانے والی کتابیں

سی پارۂ دل
یعنی مجموعہ مضامین حسن نظامی۔ ضخامت ۱۷۱ صفحے۔ کاغذ لکھائی چھپائی صاف۔

اس کتاب میں ۱۳۶ مضامین ہیں۔ تین مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اس کا ہر مضمون نہایت دلچسپ اور موثر ہے۔ جو شخص ایک دفعہ اس کتاب کو پڑھے اُسکو اردو لکھنی آجاتی ہے۔ قیمت دو روپے۔

اردو سکھانے کے مضامین
اس کتاب میں حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے وہ چوٹی کے مضامین جمع کئے گئے ہیں جن کے پڑھنے سے خود بخود اردو نویسی کی مہارت پیدا ہوتی ہے۔ یہ وہ مضامین ہیں جن کی ہندوستان میں بہت دھوم ہو چکی ہے مثلاً ستاروں کی کھڑ جنی۔ آنکھوں کی زبان چندا ماموں وغیرہ ۳۲ صفحے۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت ۶ر

پڑوس کے سترہ پاجی
سولہ صفحے کا رسالہ ہے۔ اسمیں مکڑا۔ مکڑیوں۔ چیونٹیوں۔ مکھیوں۔ مرغیوں۔ کتوں۔ چوہوں گلہریوں۔ کھٹملوں۔ جھینگروں اور چھپکلیوں وغیرہ کے نہایت دلچسپ حالات حضرت خواجہ صاحب نے اپنے خاص انداز میں لکھے ہیں۔ پڑھنے کی چیز ہے۔ قیمت ۲ر

لڑائی کا گھر
ضخامت ۵۵ صفحے۔ قیمت ۳ر۔ یہ چھوٹے چھوٹے رسالوں کا مجموعہ ہے جس میں حسب ذیل مضامین ہیں۔ توپخانہ۔ بندوق۔ مکھی کا میدان جنگ۔ مچھر کا اعلان جنگ۔ بم۔ جرمن شہزادہ کی لاش۔ ہوائی جہاز۔

آپ بیتی حسن نظامی
یہ ۱۴۲ صفحے کی کتاب ہے لکھائی چھپائی اور کاغذ اعلیٰ درجے کا ہے

اس میں حضرت خواجہ حسن نظامی نے اپنی پیدائش سے سنہ ۱۹۱۹ء تک کے اپنے حالاتِ زندگی خود لکھے ہیں اور ہر چھوٹی بڑی بات کو خواہ وہ کیسی ہی پوشیدہ کیوں نہو صاف ظاہر کر دیا ہے اور زندگی کے بعض ایسے تجربے بھی قلم بند کئے ہیں جنکے پڑھنے سے دوسروں کو فائدہ پہونچتا ہے۔ قیمت عہ

بچوں کی کہانیاں باتصویر
ضخامت مع تصاویر ۹۲ صفحے یعنی ۴۲ صفحے تصویروں کے ہیں۔ کاغذ لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ درجے کی۔ تصویریں مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر کی بنائی ہوئی نہایت عمدہ اور بچوں کے لئے پسندیدہ۔ یہ کتاب بیبی خواجہ بانو صاحبہ اہلیہ حضرت خواجہ حسن نظامی کی لکھی ہوئی ہے۔ اسمیں وہ دلچسپ کہانیاں ہیں جو دہلی کے شریف گھرانوں میں ننھے بچوں کے سامنے کہی جاتی ہیں۔ لڑکے اور لڑکیاں شوق سے اُن کو پڑھتے ہیں۔ قیمت ۱۰ر

مسلمان بچوں کے دس سبق
ضخامت ۶۱ صفحے۔ اس میں حضرت خواجہ صاحب نے حسب ذیل دس سبق لکھے ہیں۔ اللہ ایک ہے۔ اسلام اور ایمان۔ تنیم حور کی گڑیا۔ بن ماں باپ کا غریب بچہ۔ نیم کے پھول۔ سگرٹ۔ پان کی پیک۔ ہیرامن طوطا۔ تاش کا اکہ۔ ان مضامین کو پڑھکر بچوں کے دل میں خود بخود اسلامی تاثرات پیدا ہوتے ہیں قیمت ۳ر

نوٹ۔ محصولڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔ ایک روپے سے کم کا وی پی روانہ نہ ہوگا

سب کتابیں ملنے کا پتہ۔ **نونہال بک ڈپو۔ بارہ ٹوٹی دہلی۔**

چند ضرورت کی چیزیں

انگریزی حروف کا جیبی چھاپے خانہ

ہر طالب علم اور کاروباری آدمی کو اس بات کا شوق ہوتا ہے کہ اپنے نام کی مہر ضرور ہو یا کارڈ اور لفافے جو وہ دوسروں کو بھیجے اس پر اپنا نام اور پتہ ضرور چھپا ہوا ہو۔ چھاپے خانہ میں چھپوانے یا مہر بنوانے میں بہت زیادہ روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ ان تمام دقتوں کو یہ پاکٹ پریس یعنی جیبی چھاپے خانہ دور کر سکتا ہے۔ اس کے حروف نہایت عمدہ اور صاف ربر کے بنے ہوئے ہیں اور برسوں کام دیتا ہے یہ مختلف قسم کے ہوتے ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔ ضروری سامان ہر ایک کے ہمراہ ہوگا

پریس نمبر۱۔ اس میں چھوٹے اور بڑے دونوں طرح کے حروف ہیں۔ دو لائن بیک وقت چھاپ سکتا ہے۔ قیمت ۱۲ ار

پریس نمبر۲۔ اس میں بھی پریس نمبر۱ کی بنسبت حروف زیادہ ہیں۔ تین سیلوں دار مہریں بھی ہیں جنہیں ایک دو اور تین لائن الگ الگ چھپ سکتی ہیں۔ یہ پریس بیک وقت ۴ لائن چھاپ سکتا ہے۔ سیاہی کا پیڈ بھی ہمراہ ہوگا قیمت دو روپے ۱۲ ار (۲؎)

پریس نمبر۳۔ اس میں ۳۰۰ سے زیادہ نہایت عمدہ بڑے اور چھوٹے حروف ہیں۔ کئی قسم کی بیلیں بھی ہیں۔ تاریخ وغیرہ چھاپنے کے لئے نمبر بھی ہیں۔ ۴ بڑی اور ۸ چھوٹی لائن بیک وقت چھپ سکتی ہیں نہایت عمدہ پریس ہے۔ قیمت پانچ روپے چار آنے

جیبی گلاس

سیر میں سفر میں شکار میں یہ گلاس ہر جگہ کام دیتا ہے اس گلاس کے موجد نے اس کو اس طرح بنایا ہے اور چار ٹکڑے کر کے ان کو اس طرح ملایا ہے کہ جب چاہو کھولکر پانی پیو اور جب چاہو دبا کر جیب میں رکھ لو۔ نہایت کام کی چیز ہے۔ قیمت فی گلاس ۱۲ ار

ڈیٹ پرنٹر (تاریخ چھاپنے کی مہر)

اس مہر میں تاریخ مہینے اور سنہ نہایت صاف اور عمدہ ربر کے تراشے ہوئے لگائے گئے۔ جو تاریخ مہینہ اور سنہ چاہو چھاپ لو عرصہ تک خراب نہیں ہوتی قیمت صرف ۱۲ ار

پنسل تراش

اس کے ذریعہ سے پنسل نہایت صاف اور عمدہ بنتی ہے۔ قیمت فی عدد ۲ پیسے
سلولائڈ کا بنا ہوا نہایت خوش رنگ، خوبصورت اور مضبوط۔ قیمت ۶ ار

نوٹ۔ ہر چیز کا محصول بذمہ خریدار ہوگا۔

پتہ۔ ایس۔ ایم۔ اِسحاق اینڈ کو بارہ ٹوٹی دہلی۔

باہتمام فیاض حسین نسیم پرنٹر و پبلشر جید برقی پریس دہلی میں طبع ہو کر دفتر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی سے شائع ہوا

Annual Subscription Including Postage Rs. 3-4 0.

THE HON-HAR DELHI.

AN ILLUSTRATED & MOST USEFUL URDU MAGAZINE FOR BOYS & GIRLS.

Annual Subscription Including Postage Rs 3 4 0.

قواعد و ضوابط

(۱) رسالہ ہونہار ہر ماہ کے وسط میں شائع ہوتا ہے۔

(۲) اگر کبھی اتفاقاً رسالہ پہونچنے میں دیر ہو جائے تو ۲۰ تاریخ تک دفتر کو رسالے کے وصول نہ ہونے کی اطلاع دیدینی چاہئے۔ اس کے بعد طلب کرنیوالوں کو قیمتاً بھیجا جائے گا۔

(۳) رسالہ ہونہار کا سالانہ چندہ تین روپے چار آنے۔ بذریعہ وی پی ہے اور ششماہی دو روپیہ ہے۔

(۴) خط و کتابت کرتے وقت اپنا پورا پتہ خوشخط مع خریداری نمبر تحریر فرمائیے۔

(۵) جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے ورنہ تاخیر معاف۔

(۶) نمونہ کیلئے ۱مر کے ٹکٹ ضرور آنا چاہئیں۔

(۷) تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام منیجر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی ہونی چاہئے۔

(۸) مضامین و دیگر شکایات کے متعلق تمام خطوط اڈیٹر صاحب رسالہ ہونہار کے نام آنا چاہئیں۔

(۹) مضامین مختصر اور عام فہم ہونے چاہئیں جنکو بچے نہایت آسانی کے ساتھ سمجھ سکیں اور جو بچوں کے اخلاق سدھارنے اور اُن میں ترقی کا جذبہ پیدا کرنے میں معاون ہوں۔

انعامات

(۱) جو طالب علم رسالہ ہونہار کیلئے سب سے زیادہ اور اچھے مضامین لکھے گا سال کے آخر میں اُسے ایک نقرئی تمغہ انعام میں دیا جائے گا اور اُس کا فوٹو بھی رسالہ میں شائع کیا جائیگا۔

(۲) رسالہ ہونہار کیلئے اچھے مضامین لکھنے والی لڑکیوں کو بھی انعامات دئے جائیں گے۔

”منیجر“

ہونہار دہلی

(SALAR JUNG NUMBER.)

لڑکوں اور لڑکیوں کا باتصویر ماہوار رسالہ
ہونہار
بابت ماہ
مارچ سنہ ۱۹۳۱ء
جلد ۲
نمبر ۳
ایڈیٹر
فیاض حسین نسیم جامی
دفتر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی

فہرست مضامین رسالہ ہونہار بابت ماہ مارچ ۱۹۳۱ء

سرسالار جنگ کے خاندان کے تاریخی حالات

ریاست حیدر آباد دکن میں سرسالار جنگ کا خاندان نہایت معزز اور اعلیٰ خاندان سمجھا جاتا ہے۔ یہ وہ خاندان ہے جس پر نہ صرف عوام بلکہ تمام امرا اور شرفا اور خود حکومتِ نظام کو بھی فخر ہے۔ اِس خاندان نے اپنے ملک اور بادشاہ کے لئے جو بڑے بڑے کام انجام دئے ہیں انھوں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اِس خاندان کے نام کو زندہ کر دیا ہے۔ وہ کارنامے اِس قابل ہیں کہ ہمارے ملک کے ہونہار بچے ان کا مطالعہ کریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔

سرسالار جنگ اعظم نواب میر تراب علی خاں بہادر

سرسالار جنگ اول نواب میر تراب علی خان بہادر کے نانا میر عالم سید ابو القاسم ایرانی تھے۔ اُن کے والد سید رضا جوانی کے زمانہ میں ہندوستان تشریف لائے اور کئی سال تک حیدر آباد میں رہے۔ یہاں اُن کے صاحبزادے میر عالم پیدا ہوئے۔ میر عالم کی تعلیم و تربیت نہایت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی۔ وہ نہایت قابل اور تجربہ کار تھے۔ ۱۷۸۶ء میں نظام کی طرف سے سفیر ہو کر کلکتہ گئے۔ ۱۷۹۱ء میں جب سلطان ٹیپو نے صلح کی درخواست کی تو میر عالم گفتگو کرنے کے لئے لارڈ کرانیول کے پاس بھیجے گئے۔ آخر میں ترقی کرتے کرتے آپ وزیر بنا دئے گئے۔ میر عالم کے انتقال کے بعد ان کے داماد منیر الملک وزیر ہوئے۔

سرسالار جنگ کے والد بزرگوار نواب شجاع الدولہ کا جب انتقال ہوا تو ان کی عمر صرف تین برس کی تھی۔ اُن کے دادا نواب منیر الملک نے اُن کی پرورش کی لیکن ابھی اُن کی عمر دس ہی سال کی تھی کہ اُن کے دادا کا بھی انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کی نسبت ایک عجیب واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔

نواب منیر الملک بہادر کو سالار جنگ سے بہت محبت تھی۔ ایک مرتبہ سالار جنگ کو نہایت سخت بخار آیا اور اُن کے جینے کی بھی امید نہ رہی تو ان کے دادا کو اس سے بہت رنج ہوا۔ انھوں نے خیال کیا کہ جب ہمایوں سخت بیمار ہو گیا تھا تو بابر نے اپنے بیٹے کی زندگی کے لئے دعا مانگی تھی اور تین بار اس کے پلنگ کے گرد چاروں طرف پھر کر یہ کہا تھا کہ میں

ہمایوں کے مرض کو اپنے لئے منظور کرتا ہوں یا الٰہی اس کو صحت ہو جائے اور اس کے عوض مجھ پر یہی مرض آجائے۔ چنانچہ بابر کی یہ دعا مقبول ہوئی۔ ہمایوں اچھا ہو گیا اور بابر کی وفات ہو گئی۔ اس لئے مجھ کو بھی اللہ سے یہی دعا کرنی چاہئے۔ چنانچہ انھوں نے مصلیٰ بچھوایا اور اپنے سالار جنگ کے لئے اسی طرح دعا کی۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی دعا مقبول ہوئی۔ سالار جنگ نے آنکھیں کھول دیں اور کچھ دن میں اچھے ہو گئے اور نواب منیر الملک کا چند ہی روز میں انتقال ہو گیا۔

تعلیم و تربیت

نواب منیر الملک کے بعد ان کے چچا سراج الملک نے ان کی تعلیم و تربیت اپنے ذمہ لی۔ اور ان کی تعلیم کا نہایت اچھا انتظام کیا۔ سالار جنگ نہایت ذہین تھے اور قدرت کی طرف سے ایک خاص دل اور دماغ لے کر آئے تھے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ نے فارسی اور عربی کی اعلیٰ قابلیت حاصل کرلی۔ اس کے بعد انگریزی کی تعلیم شروع کی اور ایک نہایت قلیل مدت میں اتنی ترقی حاصل کی کہ وہ رزیڈنٹ اور دوسرے یورپین لوگوں سے بلا جھجک نہایت تیزی کے ساتھ انگریزی میں گفتگو کر سکتے تھے۔ سالار جنگ کو گھوڑے کی سواری کا نہایت شوق تھا اس لئے بہت جلد ایک اعلیٰ درجے کے شہسوار بن گئے۔

وزارت

۱۸۵۳ء میں جب نواب سراج الملک بہادر وزیر اعظم حیدر آباد نے وفات پائی تو وزارت کے لئے سازشیں ہونے لگیں۔ جو چند آدمی نظام کے دربار میں جا سکتے تھے وہ نظام کو غلط سلط اطلاعیں دیتے تھے اور نظام کو بیرونی حالات کی خبر بھی نہ ہوتی تھی۔ خود نظام کو بھی اس کا احساس تھا کہ ان مشیروں میں بہت کم ایسے ہیں جو ریاست کے خیر خواہ ہیں۔ چنانچہ وزارت کے عہدے کے لئے انتخاب میں سخت مشکل پیش آئی۔ اسی موقع پر برٹش رزیڈنٹ نے سالار جنگ کا نام پیش کیا۔ اس تجویز کو سب نے پسند کیا اور باتفاق رائے سالار جنگ ہی جن کی عمر اس وقت ۲۵ سال کے قریب تھی وزیر اعظم بنا دئے گئے۔

ریاست کی حالت

سر سالار جنگ نے جب اپنے وزارت کے عہدے کا چارج لیا اس وقت ملک کی حالت بہت بری تھی۔ مالی اور انتظامی حالت بہت خراب تھی۔ ریاست کے اخراجات زیادہ تھے اور آمدنی کم ہوتی ہوتی تھی۔ خزانہ بالکل خالی تھا۔ خود بادشاہ قرض میں گھرا ہوا تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ افسروں کی تنخواہیں وقت پر نہ ملتی تھیں۔ مالگذاری کی آمدنی بہت مایوس کن حالت میں تھی یعنی گھٹتے

سر سالار جنگ اعظم

نواب میر تراب علی خاں بہادر سالار جنگ اول

گھٹتے ۶۰ لاکھ روپے پر آگئی تھی۔

اِصلاحیں

سب سے پہلے سالار جنگ نے زمینداری کے ٹھیکوں کو منسوخ کر دیا۔ تمام ریاست کو ۵ صوبوں اور ۱۷ ضلعوں میں تقسیم کیا۔ ہر ایک صوبہ میں کمشنر اور ہر ضلعے میں کلکٹر مقرر کئے۔ مالگذاری وصول کرنے کے خراب طریقوں کی اصلاح کی اور اس کے وصول کرنے کے لئے سرکاری افسر مقرر کئے اس نئے طریقے کے ماتحت براہِ راست کسانوں سے تعلقات پیدا کئے۔ اُن کی ضرورتوں کی طرف توجہ کی۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس سے زراعت میں ترقی ہوئی۔ باہمی اعتبار اور اطمینان پیدا ہو گیا اور کسانوں کو زمینداروں کی لوٹ کھسوٹ سے نجات مل گئی۔ زمینداروں کے ذمہ جو برسوں سے رقمیں بقایا چلی آتی تھیں وہ آہستہ آہستہ سب وصول کر لی گئیں۔ چنانچہ اِس اصلاح کے بعد ریاست کی آمدنی بڑھ گئی اور بجائے اٹھ لاکھ کے مالگذاری سے تقریباً چار کروڑ کی آمدنی ہوئی۔

اس اصلاح سے وہ زمیندار اور امیر لوگ (جن میں عرب۔ پٹھان روہیلے اور دوسرے طاقتور لوگ شامل تھے) سالار جنگ کے مخالف ہو گئے۔ وہ لوگ کسانوں سے من مانی رقمیں وصول کر کے سرکار میں بہت کم روپیہ داخل کرتے تھے۔ لیکن سالار جنگ نے اُن کی مخالفت کی بالکل پرواہ نہ کی بلکہ نہایت صبر، استقلال ہمت اور کوشش کے ساتھ اپنا کام جاری رکھا اِن کی اس کوشش سے ریاست کی آمدنی میں اضافہ ہو گیا اور ریاست کو ایک زبردست پریشانی یعنی مالی مشکلات سے نجات مل گئی۔

انھوں نے ایک مرکزی خزانہ حیدرآباد میں قائم کیا اور ساہوکاروں کو سرکاری خدمات سے سبکدوش کر دیا۔

ریاست میں اعلیٰ عدالتیں قائم کیں اور پہلی عدالتوں کے مقابلے میں اُن کو زیادہ اختیارات دے دِئے گئے۔ دیوانی اور فوجداری مقدموں کے لئے حسب ضرورت قوانین بنائے۔

تعلیمات، تجارت، فوج، جنگلات وغیرہ ریاست کے ہر شعبہ میں اپنی بیدار مغزی اور ہوشیاری سے وہ کام انجام دئے کہ تاریخ ان کو ہمیشہ یاد رکھے گی۔ اُن کی دانائی اور سیاست دانی کا شہرہ دور دور تک پہونچا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں ریاست کے تمام انتظامات بہترین ہو گئے اور ساری بد انتظامیاں دور ہو گئیں۔

سالار جنگ کے متعلق لارڈ میو صاحب بہادر والسرائے ہند لکھتے ہیں:۔

میں نہ کابل سے خوف کرتا ہوں اور نہ مجھکو نیپال سے اندیشہ ہے۔ اور نہ ہندوستان کی اندرونی طاقتوں سے متاثر ہوتا ہوں لیکن سر سالار جنگ کی طرف سے مجھے ہر وقت شکوک رہتے ہیں۔ جن کو میرے عملے

اور دفتر پر پورا قابو ہے اور میری ہربات کی اطلاع اُن کو رزیڈنٹ حیدر آباد کے مطلع ہونے سے پہلے ہو جاتی ہے اور اس کے ذرائع معلوم نہیں ہوتے۔ جن کا انتظام کیا جائے۔ سوائے اس کے کہ وہ کبھی ایران میں بات کرتے نظر آتے ہیں اور کبھی عرب کے قبیلوں کو ان کی تعریف اور تنظیم کا دل دادہ پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اُن کو انڈیا آفس اور مدبران پارلیمنٹ کے دلوں میں نامعلوم طریق سے پوری رسائی حاصل ہے جس سے وہاں کی ہربات گورنمنٹ آف انڈیا کی اطلاع سے پہلے پہنچ جانا اُن کی بیدار مغزی اور اُن کے پرائیویٹ تعلقات کا معمولی کرشمہ ہے۔"

جب الکسرائے ہند کے سالارجنگ کے متعلق ایسے خیالات ہوں تو اندازہ لگائیے کہ وہ کتنے عقلمند اور سیاست داں آدمی تھے۔

غرضکہ ریاست کا کوئی شعبہ نہ تھا جس میں انھوں نے ترقی نہ کی ہو۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے امیر، جاگیردار اور دوسرے لوگ ان سے جلنے لگے۔ بلکہ یہاں تک مشہور کر دیا کہ اب وہ تمام ریاست میں انگریزی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ نظام سے بھی جا جا کر شکایت کرنے لگے کہ سالارجنگ ریاست کے لئے ایک زبردست خطرہ ہے۔ نظام کو بھی اُن کی طرف سے بدگمانی پیدا ہوئی لیکن سالارجنگ نے ریاست کی بھلائی کے لئے جو خدمات انجام دیں تھیں وہ اُن کو بے گناہ ثابت کرنے کے لئے کافی تھیں۔ آپ نے نظام کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ اور نظام کے دل سے تمام شکوک رفع ہو گئے اور سالارجنگ کے دشمنوں کو ذلت اٹھانی پڑی۔

۱۸۵۷ء کا غدر

آپ کے زمانہ میں ۱۸۵۷ء میں غدر کا خوفناک طوفان تمام ہندوستان میں چھا گیا اور اس نے ہر جگہ سلطنت برطانیہ کی بنیادوں کو ہلا دیا۔ چاروں طرف بغاوت کے جھنڈے بلند کر دئے گئے اور انگریزوں کو ہر جگہ قتل کیا جانے لگا۔

اسی زمانہ یعنی مئی ۱۸۵۷ء میں یکایک نواب ناصر الدولہ نظام حیدر آباد دکن کا انتقال ہو گیا اُن کی جگہ نواب افضل الدولہ بہادر تخت نشین ہوئے رزیڈنٹ کو افضل الدولہ بہادر کی تاجپوشی کے بعد گورنر جنرل کی طرف سے تار ملا کہ "دہلی چھن گئی" رزیڈنٹ نے سالارجنگ کو بلوایا اور یہ خبر سنائی انھوں نے ہنسکر کہا کہ "یہ خبر تو تین دن سے شہر میں پھیلی ہوئی ہے۔"

جب ہندوستان میں چاروں طرف بغاوت ہو رہی تھی تو اب باغیوں کی نظریں حیدر آباد پر بھی پڑنے لگیں۔ ۱۲ جون کی صبح کو لوگ جب بستروں سے اٹھے تو شہر کی بڑی بڑی عمارتوں پر بڑے بڑے پوسٹر چسپاں دیکھے جن میں انگریزوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے لکھا گیا تھا اور ۱۲ جون روز جمعہ

اس جنگ کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ اسی تاریخ کو لوگ مکہ مسجد میں جمع ہوئے اور انگریزوں کے خلاف تقریریں کیں۔ اور بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا گیا سالار جنگ اگر چاہتے تو اس وقت انگریزوں کا نام و نشان بھی باقی نہ رہتا لیکن وہ سمجھتے تھے کہ آخر میں انگریز اس بغاوت کو دبا لیں گے اور اس نازک وقت میں اُن کا ساتھ دے کر ہی میں اپنے ملک اور بادشاہ کی خدمت اچھی طرح انجام دے سکتا ہوں۔ چنانچہ باغیوں کی سرکوبی کے لئے انھوں نے سخت سے سخت قوانین بنا کر شہر میں چسپاں کرا دئے۔

اسی اثنا میں بمبئی کے گورنر کے پاس سے رزیڈنٹ کے پاس یہ تار آیا کہ:۔

"اگر نظام کی حکومت چلی گئی تو سب کچھ چلا گیا"

حقیقت میں ملک کی حالت بہت نازک تھی۔ اس وقت اگر نظام کی طرف سے کوئی کوشش نہ کی جاتی تو شہر کے لوگ باغیوں سے مل جاتے اور تمام جنوبی ہند میں بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھتے یہ صرف سالار جنگ کی دور اندیشی اور انتظامی قابلیت تھی جس نے نظام کی حکومت کو جانے سے بچا لیا اور اس نوجوان وزیر نے وفادار کونسل کی مدد سے بغاوت پر قبضہ جما لیا۔

سالار جنگ نے چاروں طرف فوجی سپاہیوں کا پہرہ لگا دیا اور حکم دیا کہ جو باغی نظر آئے اس کے گولی مار دی جائے۔ لیکن اس کے باوجود باغیوں نے رزیڈنسی پر حملہ کر ہی دیا۔

باغیوں کے لیڈر طرہ باز خاں اور مولوی علاؤ الدین تھے جن کے ہمراہ ۵۰۰ روہیلے اور ۴۰۰۰ دوسرے لوگ تھے۔ رزیڈنٹ نے سالار جنگ کی بھیجی ہوئی کمک سے باغیوں کا مقابلہ کیا جو شکست کھا کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئے اُن کا ایک لیڈر طرہ باز خاں گولی کا شکار ہو گیا اور دوسرا لیڈر بھاگتے ہوئے گرفتار ہو گیا جو کچھ عرصہ بعد انڈمان بھیج دیا گیا۔

مصیبت کے بادل دور ہو گئے

بغاوت ختم ہونے کے بعد سالار جنگ نے نظام کو مشورہ دیا کہ اب وہ بغاوت پھیلانے والوں کو معاف کر دیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنوبی ہند میں امن و سکون ہو گیا اور انگریزوں کو صرف شمالی ہند پر ہی توجہ کرنی پڑی۔

یہ سلطنت آصف جاہ اور سالار جنگ کا زبردست کارنامہ ہے کہ اس نے حیدر آباد کو برطانیہ ہی کے لئے نہیں بلکہ اپنے لئے بچا لیا۔

سالار جنگ پر قاتلانہ حملہ

غدر کے زمانہ میں جو انھوں نے اپنی گورنمنٹ کی خدمتیں انجام دیں اس سے اُن کی بہت عزت ہوئی۔ لیکن بعض باغی لوگ اپنی ناکامی کا بدلہ سالار جنگ سے لینا چاہتے تھے چنانچہ ۱۵ مئی ۱۸۵۹ء

کو ایک رہیلے جہانگیر خاں نے زبردست حملہ کیا لیکن خدا کے فضل و کرم سے ان کا بال بیکا بھی نہوا۔ حملہ بے اثر رہا۔ حملہ آور گرفتار ہو کر قتل کر دیا گیا۔

برٹش گورنمنٹ سر سالار جنگ کا شکریہ ادا کرتی ہے

ملک میں امن و امان ہو جانے کے بعد گورنمنٹ کے لئے وقت آیا کہ وہ سالار جنگ کی قیمتی خدمات کا خیال کرے۔ چنانچہ گورنمنٹ ہند نے ایک خط میں ان کی خدمات کی تعریف کرتے ہوئے کہ انھوں نے نہایت ہی استقلال اور بے خوفی کے ساتھ نظام اور برٹش گورنمنٹ کی خدمت انجام دی ان کی بہت تعریف کی۔ ان کے کام کو سراہا اور گورنمنٹ کی طرف سے شکریہ ادا کیا اور ایک خاص دربار منعقد کر کے ان کو ۳۰ ہزار روپے کی مالیت کا سامان مرحمت کیا گیا۔ کرنل ڈیوڈسن (رزیڈنٹ) نے سالار جنگ کی تعریف کرتے ہوئے کہا حضور نظام کے مدار المہام نے جس استقلال اور آمادگی کے ساتھ برٹش گورنمنٹ کو مدد دی وہ بیان نہیں ہو سکتی اس سے پیشتر ریاست حیدر آباد دکن کے کسی دیوان نے انگریزی حکومت کے ساتھ ایسا دوستانہ برتاؤ نہیں کیا جیسا کہ سالار جنگ نے کیا ہے۔

خود لارڈ کیننگ نے ۱۸۵۹ء میں ہز ہائی نس افضل الدولہ بہادر کو اپنے ہاتھ سے ایک خط لکھا جس میں سپریم گورنمنٹ کی طرف سے حضور نظام کی اس وفاداری کا شکریہ ادا کیا ہے جو غدر کے نازک وقت میں ان سے ظاہر ہوئی اور یہ وعدہ کیا کہ ان کی خدمات کے عوض میں آیندہ گورنمنٹ نظام کو کوئی پائدار صلہ مرحمت کرے گی۔

اسی سلسلہ میں دوسرے امرا کو بھی تحفے دیے گئے۔ اور ملکہ وکٹوریہ کی طرف سے سالار جنگ کو ستارۂ ہند کا خطاب دیا گیا۔

برار کا مسئلہ

ریاست کا انتظام کرنے کے بعد ۱۸۶۷ء میں سالار جنگ نے برار کا سوال اٹھایا اور بہت غور و خوض کے بعد حکومت ہند کی خدمت میں ایک مراسلہ بھیجا کہ برار کے متعلق تصفیہ کر لیا جائے لیکن گورنمنٹ آف انڈیا نے اس پر غور کرنے سے انکار کر دیا اور لکھا کہ پچھلے عہد نامے سب منسوخ ہو گئے۔

افضل الدولہ بہادر کا انتقال

۱۸۶۹ء میں نظام دکن افضل الدولہ بہادر نے انتقال فرمایا۔ اس وقت ان کے فرزند میر محبوب علی خاں بہادر کی عمر صرف ۳ برس کی تھی لیکن وہ اسی وقت اپنے والد کی جگہ نظام دکن مشہور کر دیے گئے۔ اور ان کی مدد کے لئے ایک مجلس قائم ہوئی جس میں نواب سر سالار جنگ اور نواب شمس الامرا شامل تھے اور اہم معاملات میں رزیڈنٹ سے بھی مشورہ لیا جاتا تھا۔

سالار جنگ ایکبار تبہ والئی ... کے مہمان ہو کر

جب سر سید احمد خاں نے اپنے علیگڑھ کالج کے لئے دو لاکھ روپئے میں سے ایک لاکھ روپیہ جمع کر لیا تو اُنھوں نے اِس تصویر کو تیار کرکے سر سالار جنگ کے پاس بھیجا۔ آپ نے فوراً ایک لاکھ روپے کی طلب کردہ رقم مرحمت فرمائی۔ طوفان میں جہاز سے یہ مراد ھے کہ مسلمانوں کی تعلیم تباھی میں ھے اور ایک لاکھ کی ضرورت ظاھر کرتا ھے۔ دوسرا جہاز جمع شدہ ایک لاکھ روپیہ ظاھر کرتا ھے۔ بائیں طرف سر سید احمد خاں ھیں اور دائیں طرف سر سالار جنگ ھیں۔

An allegorical picture depicting the needs of the famous Aligarh College before being founded Sir Syed having collected one out of the two lakhs needed had the picture painted and sent it to Sir Salar who promptly gifted the required lakh The ship in distress means to represent Muslim education in distress and betokens the required lakh; the other ship the lakh collected. Left Sir Syed Ahmed right, Sir Salar Jung

آپ کلکتے تشریف لے گئے جہاں ان کو جی سی ایس آئی کا خطاب دیا گیا۔

پرنس آف ویلس کی ہندوستان میں تشریف آوری

جولائی ۱۸۷۵ء میں پرنس آف ویلس (ایڈورڈ ہفتم) کے ہندوستان میں تشریف لانے کا اعلان کیا گیا اور وائسرائے نے ان کے استقبال میں شریک ہونے کے لئے ہندوستان کے تمام راجا اور مہاراجہ اور نوابوں کو لکھا کہ وہ ان کے استقبال کے لئے بمبئی تشریف لائیں۔ وائسرائے کی ہدایات کے مطابق حیدرآباد کے رزیڈنٹ نے سرکاری طور پر سالار جنگ سے بھی دریافت کیا کہ کیا شہزادہ محبوب علی خاں بہادر کو پرنس آف ویلس سے ملنے کے لئے بمبئی بھیجا جا سکتا ہے؟ سالار جنگ نے کہا کہ بجائے ایک بچے کے اگر حیدرآباد کے امرا اور شرفا کا ایک وفد بمبئی جائے تو زیادہ مناسب ہے، گورنمنٹ نے وزیر اعظم کی رائے کو تسلیم کر لیا۔ چنانچہ ایک وفد جس میں سالار جنگ اور حیدرآباد کے دوسرے امرا شامل تھے بمبئی گیا اور پرنس آف ویلس سے ملاقات کی۔ پرنس آف ویلس نے سالار جنگ کو اپنی طرف سے تحفے دئے۔

سر سالار جنگ کا سفر یورپ

اپریل ۱۸۷۶ء میں سالار جنگ بغرض سیر و سیاحت یوروپ تشریف لے گئے ان کے ہمراہ ۵۰ سے زیادہ آدمی تھے۔

نیپلس یورپ میں پہلی جگہ تھی جہاں وہ جہاز سے اترے۔ گورنمنٹ نیپلس کی طرف سے ان کا نہایت پر جوش خیر مقدم کیا گیا۔ نیپلس سے وہ روم گئے جہاں بادشاہ، ملکہ۔ اور شاہزادوں سے ملاقات ہوئی سالار جنگ نے کرنل نیوائیل کے ذریعہ سے بادشاہ سے گفتگو کی اور بادشاہ اور ملکہ دونوں سالار جنگ کی گفتگو، شان شوکت اور شاہانہ لباس سے بہت مرعوب ہوئے۔

ہز ہولی نس پوپ سے بھی سالار جنگ کی ملاقات کرائی گئی۔ پوپ سالار جنگ سے مل کر نہایت خوش ہوئے اور حیدرآباد میں جو کیتھلک چرچ کی حفاظت کی گئی تھی اس کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔

پوپ نے جب ایک عرب جمعدار سے مصافحہ کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو اس نے پوپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کو خوب طاقت سے ہلایا جس سے دوسرے لوگ بمشکل اپنی ہنسی ضبط کر سکے اور اس عجیب و غریب طریقے پر پوپ بھی مسکرا دیا (قاعدہ یہ ہے کہ کیتھلک اور دوسرے عیسائی پوپ کا ہاتھ نہیں ہلاتے بلکہ اس کو چومتے ہیں)

سالار جنگ نے فلورنیس اور اٹلی کے دوسرے مشہور مقامات دیکھے اور ۱۳ مئی کو پیرس پہونچ گئے اور وہاں گرانڈ ہوٹل میں مقیم ہوئے۔ یہاں ان کو ایک نہایت تکلیف دہ واقعہ پیش آیا کہ وہ اتفاقاً

زینے کی سیڑھیوں پر سے پھسل گئے اور ران کے پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی اور اس لئے مجبوراً کچھ دن وہاں قیام کرنا پڑا۔ اگرچہ درد بہت ہی سخت تھا لیکن نہ تو انھوں نے ہاتھ پاؤں پٹکے اور نہ خوش مزاجی کو ہاتھ سے جانے دیا۔

جب انھیں صحت ہوگئی تو وہ انگلستان پہونچے اور وہاں کے بڑے بڑے لارڈ اور معزز لوگوں نے آپ کا استقبال کیا۔

۲۰ جون کو پرنس آف ویلس (ایڈورڈ ہفتم) نے سالار جنگ کی اپنے یہاں خاص طور سے دعوت کی جس میں انگلستان کے بڑے بڑے معزز لوگ شامل تھے

اکسفورڈ یونیورسٹی کی طرف سے اعزازی طور پر آپکو ڈی سی ایل کی ڈگری دی گئی۔ اس کے بعد آپ نے ملکہ معظمہ کی خدمت میں حاضر ہوکر "نذر" پیش کی۔ بعض ناواقف اخبار نویس نذر کو "نگر" سمجھے اور اخبارات میں یہ خبر شائع کی کہ "سالار جنگ نے ملکہ معظمہ کو مشرقی سمندروں کا ایک خوبصورت نگر پیش کیا ہے"

انگلینڈ کے دو ماہ کے قیام کے عرصہ میں انھوں نے اپنے اخلاق اور عادات سے وہاں کے لوگوں کے دلوں کو مسخر کرلیا اور اُن کی وہاں بہت عزت ہوئی۔ اُن کی سوانحعمری کے ایک مصنف نے لکھا ہے کہ:

"اُس وقت خیال کیا جاتا تھا کہ ہندوستان کے کسی باشندے کو لندن کی سوسائٹی میں اتنی عزت اور شہرت حاصل نہیں ہوئی جتنی کہ سالار جنگ نے حاصل کی"

سالار جنگ اس کے بعد حیدرآباد تشریف لے گئے جہاں ان کا زبردست استقبال کیا گیا۔

یکم جنوری ۱۸۷۷ء میں ہر مجسٹی ملکہ وکٹوریہ کی شہنشاہیت کا اعلان کیا گیا۔ اور ہندوستان کے تمام راجے مہاراجے، نواب اور والیان ریاست دہلی میں جمع ہوئے۔ نواب سالار جنگ بھی حضور نظام کے ہمراہ دہلی گئے اور انھوں نے وہاں انگریزی میں تقریر فرمائی۔

سالار جنگ بہادر کا انتقال

۸ فروری ۱۸۸۳ء میں سر سالار جنگ بہادر نے ہیضہ سے بعمر ۵۴ سال انتقال فرمایا۔ جب اُن کی وفات کی خبر شہر میں پہونچی تو تمام شہر ماتم کدہ بن گیا اور باشندگانِ شہر نے انتہائی رنج اور غم کا اظہار کیا۔

سر سالار جنگ کی وفات کے بعد رزیڈنٹ سر اسٹوورٹ بیلے سرکاری افسروں کے ہمراہ نظام کے پاس پہونچے اور سر سالار جنگ کے انتقال سے ملک کو جو نقصان پہونچا اس کا تذکرہ کرتے ہوئے خاص خاص امرا کے سامنے وائسرائے کا اعلان پڑھ کر سنایا۔ کیونکہ ابھی حضور نظام کمسن تھے اس لئے ان کی مدد کے لئے و نیز ریاست کے انتظام کے لئے ایک انتظامی مجلس بنائی گئی جس کے

صدر ہز اگزالٹڈ نظام میر محبوب علی خاں بہادر تھے اور نواب بشیر الدولہ، مہاراجہ نرسنگ بہادر اور سر خورشید اس کے ممبر تھے اور نواب میر لائق علی خاں سالار جنگ مرحوم کے سب سے بڑے بیٹے جن کی عمر اُس وقت ۱۹ سال کی تھی اُس مجلس کے سکریٹری مقرر کئے گئے۔

میر لائق علی خاں اور راجہ نرسنگ بہادر نے ریاست کا تمام کام نہایت خیر و خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ یہاں تک نظام بڑے ہوکر مسند نشین ہوگئے۔

نواب میر لائق علی خاں بہادر سالار جنگ دوم

وزیر اعظم ۱۸۸۴ء تا ۱۸۸۷ء

جب حضور نظام بڑے ہوگئے تو لارڈ رپن والسرائے ہند حیدر آباد دکن پہونچے اور انھوں نے ۴ فروری ۱۸۸۴ء میں ایک عظیم الشان دربار کیا جس میں اعلیٰ حضرت نواب میر محبوب علی خاں کو حکومت حیدر آباد کا حکمراں تسلیم کیا اور نواب سالار جنگ مرحوم کے سب سے بڑے فرزند جناب نواب میر لائق علی خاں بہادر کو سلطنت کا مدار المہام مقرر کیا۔

سالار جنگ دوم کے تقرر کو سب نے پسند کیا۔ اگرچہ وہ اس وقت نوعمر تھے اور ریاست کے معاملات میں بہت زیادہ تجربہ کار نہ تھے لیکن اُن کی رائے اتنی درست اور صحیح ہوتی تھی کہ گورنمنٹ نے انھیں کو وزیر اعظم بنانا مناسب سمجھا۔

سالار جنگ دوم نہایت ذہین۔ تعلیم یافتہ طاقتور اور خوبصورت تھے۔ ان کا چہرہ بارعب تھا اور اُن کی صحت بہت اچھی تھی۔

ایک مرتبہ حضور نظام کسی بات پر اُن سے ناراض ہوگئے۔ دوسرے لوگ جو سالار جنگ کے خاندان سے رشک و حسد رکھتے تھے اُن کے خلاف سازشیں کرنے لگے اور اُن کو پرانی عداوتیں نکالنے کا اچھا موقعہ مل گیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے بھی حضور نظام سے شکایتیں کیں۔ جب نواب میر لائق علی بہادر نے یہ حالت دیکھی تو ۳ سال کی خدمت انجام دینے کے بعد خود مستعفی ہوگئے اور حیدر آباد کو چھوڑ کر پونا میں رہنے لگے اور وہیں وفات پائی۔ ان کا جنازہ حیدر آباد میں لایا گیا اور دوسرے دن اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے اور شہر میں کئی روز تک اُن کا تمام لوگوں نے ماتم کیا۔

میر لائق علی خاں بہادر کے استعفے کے بعد نواب سر آسمان جاہ کو مدار المہام بنایا گیا جو اُس وقت انگلستان میں تھے۔ اُن کو بذریعہ تار کے مطلع کیا گیا چنانچہ وہ فوراً تشریف لائے اور ۳۰ جولائی ۱۸۸۷ء میں اپنے عہدے کا چارج لے لیا۔ وائسرائے نے بھی انھیں مبارکباد کا تار بھیجا۔ وہ چھ سال تک خدمت کرنے کے بعد ۱۸۹۳ء میں اِس عہدے سے سبکدوش ہو گئے۔

ان کے بعد سر وقار الامرا بہادر جو ہر طرح اِس عہدے کے لائق تھے مدار المہام بنائے گئے جو آٹھ سال تک وزیر اعظم رہے۔ آخر ۱۹۰۲ء میں انھوں نے انتقال فرمایا۔

مہاراجہ کشن پرشاد بہادر۔ وزیر اعظم ۱۹۰۱ء تا ۱۹۱۱ء

۱۲ نومبر ۱۹۰۲ء میں مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر نبیرہ مہاراجہ چندو لال کو حکومت نظام کی طرف سے وزیر اعظم بنایا گیا اور حضور نظام نے ان کو خلعت اور جواہرات مرحمت فرمائے۔

یکم جنوری ۱۹۰۳ء میں برٹش گورنمنٹ نے آپ کو کمانڈر آف دی انڈین امپائر کا خطاب دیا اور آپ کی خدمات سے خوش ہو کر ایک دربار میں ہز اگزالٹڈ نواب میر محبوب علی خاں نے اُن کو یمین السلطنت کا خطاب مرحمت فرمایا۔

۱۹۰۶ء میں پرنس آف ویلس (جارج پنجم) سیر کرتے ہوئے حیدر آباد دکن تشریف لے گئے وہاں اُن کی مہاراجہ کشن پرشاد بہادر سے ملاقات ہوئی۔ مہاراجہ کی شخصیت کا اُن پر بڑا اثر ہوا۔ انھوں نے اپنا ایک فوٹو یادگار کے طور پر مہاراجہ بہادر کو پیش کیا۔

۱۹۱۱ء میں شاہ جارج پنجم کی سالگرہ پر ریاست کی خدمات کے صلے میں اُن کو جی سی آئی ای کا خطاب دیا گیا۔

۱۹۱۱ء میں جب ہز ایکسی لنسی لارڈ ہارڈنگ گورنر جنرل آف انڈیا نواب میر محبوب علی خاں بہادر نظام دکن کی وفات پر اظہار ماتم کرنے کے لئے حیدر آباد گئے تو انھوں نے ریاست کے انتظام کی عمدگی پر مہاراجہ بہادر کو مبارکباد پیش کی۔

یہ بات خاص طور پر قابلِ غور ہے کہ ۱۹۰۱ء سے لیکر ۱۹۱۱ء تک اپنے وزارت کے زمانہ میں مہاراجہ بہادر نے اپنی بے تعصبی کی وجہ سے ہر طرف سے خراجِ تحسین وصول کیا۔ انھوں نے نہایت ہی جاں فشانی سے ریاست کے کام کو انجام دیا اور ریاست کی مالی حالت بہت بہتر ہو گئی۔ انھوں نے ۱۹۱۲ء میں وزارت سے استعفیٰ دے دیا اور صرف پیشکاری کے عہدے پر بدستور قایم رہے اور ابتک اِسی عہدے پر ممتاز ہیں۔

مہاراجہ ارپندر بہادر آنجہانی

ہز ایکسی لینسی مہاراجہ کشن پرشاد بہادر
جی سی آئی ای یمین السلطنت حیدرآباد دکن

ہز ایکسی لینسی مہاراجہ کشن پرشاد
بہادر کا تازہ فوٹو

نواب میر لائق علی خاں بہادر سالار جنگ دوم

نواب موصوف نے اپنے دادا کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کی۔ انھوں نے اپنے فرائض کو نہایت ہوشیاری اور عقلمندی کے ساتھ انجام دیا۔ وہ برابر دو سال تک کام کرتے رہے لیکن آخر میں خرابیٔ صحت کی وجہ سے اپنے عہدے سے خود مستعفی ہو گئے۔

نواب سالار جنگ بہادر میر یوسف علی خاں اور اُن کا عالی مرتبہ خاندان حیدر آباد ہی میں نہیں بلکہ تمام ہندوستان میں مشہور رہے۔ جنہوں نے ہمیشہ اپنے ملک اور بادشاہ کی وفاداری کی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ریاست حیدر آباد دکن پر اس خاندان کا بڑا احسان ہے جس نے نہ صرف حکومتِ نظام کو بلکہ ہندوستان کو انگریزوں کے لئے بچا لیا۔ اور حکومتِ برطانیہ نے جو ریاست کی وفاداری کا صلہ دیا وہ سب کو اچھی طرح معلوم ہے۔ اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں سالار جنگ کے استعفے کے بعد ہز اگزالٹڈ ہز ہائی نس نواب میر عثمان علی خاں بہادر نے جو کہ تخت نشینی کے بعد ہی سے ریاست کے معاملات میں دلچسپی لے رہے تھے۔ اِس فرض کو اپنے ذمے لے لیا۔ اور ۵ برس تک بغیر کسی وزیر کے ریاست کا کل کام چلاتے رہے۔ حتیٰ کہ ۱۹۱۹ء میں آپ کی مدد کے لئے کونسل آف اسٹیٹ بنا دی گئی اور آپ کا کام بہت ہلکا ہو گیا۔

نواب سالار جنگ کے مشاغل

استعفے کے بعد سالار جنگ نواب میر یوسف علی خاں بہادر مختلف طریقوں سے ریاست حیدر آباد دکن کی خدمات انجام دیتے رہے ہیں اور ریاست کے مختلف شعبوں سے اب بھی ان کا تعلق ہے۔ اُن کی شخصیت اب بھی اسی طرح حیدر آباد میں مشہور ہے۔ آپ غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کی بہت مدد کرتے ہیں۔ بہت سے طالب علموں کو آپ کے یہاں سے وظائف دئے جاتے ہیں۔ آپ نہایت علم دوست ہیں اور عالموں کی قدر کرتے ہیں۔ کوئی ایسا سائل نہیں جو آپ کے یہاں سے مایوس جاتا ہو۔ آپ کے یہاں ہر وقت علما، شعرا اور قابل حضرات کا مجمع رہتا ہے اور آپ کا اخلاق نہایت وسیع ہے۔

خدا سے دعا ہے کہ وہ سالار جنگ کے خاندان کو اسی طرح ہمیشہ اپنے ملک اور بادشاہ کا وفادار رکھے اور وہ اپنے ملک کے لئے بہت زیادہ مفید کام انجام دیں۔

"ایڈیٹر"

مندرجہ بالا واقعات کے لکھنے میں [illegible] حیدر آباد۔ سوانحِ عمری سالار جنگ اول۔ سوانحِ عمری نواب میر محبوب علی خاں بہادر نظام دکن و دیگر تاریخی کتب سے امداد لی گئی ہے اور مڈل اسکولوں کے طلبہ کیلئے سالار جنگ اعظم کے خاندان کے تاریخی حالات جمع کئے گئے ہیں۔
ایڈیٹر

ایک ہونہار بچے کے حوصلے

"دنیا کو دکھا دوں گا میں کون ہوں میں کیا ہوں"؟

میں علم کا جویا ہوں | عزت کا بھی خواہاں ہوں
امید کا طوفاں ہوں | آخر تو میں انساں ہوں

کیوں کیا نہیں کر سکتا؟
ہستی کو بھلا دوں گا ہستی کو ہلا دوں گا
دنیا کو دکھا دوں گا میں کون ہوں میں کیا ہوں؟

گو قائلِ قسمت ہوں | پر حاملِ محنت ہوں
اک پیکرِ فطرت ہوں | مختارِ طبیعت ہوں

کیوں کیا نہیں کر سکتا؟
فطرت کو منا لوں گا، لکھے کو مٹا دوں گا
دنیا کو دکھا دوں گا میں کون ہوں میں کیا ہوں؟

میں ایک مسافر ہوں | اور آپ ہی رہبر ہوں
ہر رنج کا خوگر ہوں | کیا سمجھے ہیں نشتر ہوں

کیوں کیا نہیں کر سکتا؟
سوتوں کو جگا دوں گا اک حشر مچا دوں گا
دنیا کو دکھا دوں گا میں کون ہوں میں کیا ہوں؟

نشتر بلرامی

سست نوکر

ہم نے اِک نوکر کا قِصّہ ہے سُنا / جو نہایت سُست اور گستاخ تھا
ایسا دیتا تھا ٹکا سا وہ جواب / سُننے والے کا ہو جس سے دل کباب
اب سُنو تم ایک دن کا ماجرا / رات تھی، ہنگام تھا برسات کا
کوئی کمرے کی نہ تھی کھڑکی کُھلی / چیز باہر کی نظر آتی نہ تھی
سست نوکر سے یہ آقا نے کہا / اُٹھ کے کھڑکی کھول کر یہ تو بتا
"اب بھی ہے پانی برستا یا نہیں" / بولا "پانی بند اے آقا؟ نہیں"
سُن کے مالک نے کیا اُس سے خطاب / "تو نے بے دیکھے دیا کیوں کر جواب؟"
بولا وہ "باہر سے بلّی آئی تھی / پیٹھ اُس کی میں نے بھیگی پائی تھی
چھوتے ہی اس کو کیا میں نے بچار / کم سے کم اِس وقت پڑتی ہے پھوار"
پھر کہا آقا نے نوکر سے "ذرا / وقت سونے کا ہے گُل کر دے دیا"
سُن کے نوکر نے دیا اس کو جواب / "جو میں کہتا ہوں اُسے سنئے جناب!
منہ پہ کمبل اوڑھ لیں اپنے حضور! / روشنی ہو جائے گی نظروں سے دور"
آخر آقا نے کہی یہ اس سے بات / "بند کر دے در بہت آئی ہے رات
تو اگر سویا تو اُٹھنے کا نہیں / ہو نہ ایسا چور گھس آئیں کہیں"
سن کے نوکر نے یہ آقا سے کہا / "دِل میں آپ انصاف تو کیجے ذرا
آپ کے دو کام میں نے کر دئے / ایک بھی ہوتا نہیں ہے آپ سے
اور پھر یہ بات بھی ہے اے حضور! / آپ ہیں نزدیک در سے میں ہوں دور
آپ گھبراتے ہیں کیوں ہے سب بخیر / نیند اب آتی ہے مجھکو شب بخیر"
سست ہو ایسا جو نوکر روسیاہ / ہو کسی کا کس طرح اس سے نباہ؟

حضرت سروش دہلوی

یونانی ہسپتال حیدرآباد دکن
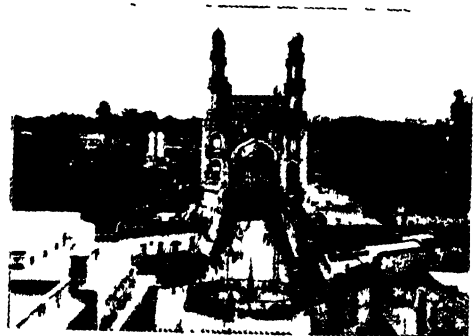
مکہ مسجد حیدرآباد دکن

چار مینار حیدرآباد دکن کا ایک منظر

ایمانداری سے کمایا ہوا دھن

ایک غریب مہاجن کپڑے کی خرید فروخت کیا کرتا تھا۔ وہ نہایت نیک نیت اور پارسا تھا۔ ایک مرتبہ وہ اپنا کپڑا لے کر ایک منڈی میں فروخت کرنے کی غرض سے ایک آڑھتی کی دوکان پر پہونچا۔ آڑھتی نے اس کی خوب آؤ بھگت کی۔ مہاجن نے اپنا مال بیچنے کے لئے پیش کیا۔ آڑھتی نے منڈی کا نرخ بتایا جسے مہاجن نے منظور نہ کیا اور آڑھتی سے کہا کہ لالہ جی میں اپنا کپڑا آپ کی دوکان پر رکھے جاتا ہوں۔ دو چار مہینے میں جب کپڑے کی قیمت کچھ مناسب ہو جائے گی تو پھر آکر فروخت کر جاؤں گا"

لالہ جی نے کپڑا گودام میں رکھ لیا اور مہاجن گھر واپس آگیا۔ کچھ دنوں کے بعد آڑھتی کے گودام میں آگ لگ گئی اور اس کا تمام مال و اسباب جل کر خاک ہو گیا۔

مگر اس مہاجن کا کپڑا جو گودام میں رکھا ہوا تھا محفوظ رہا۔ آڑھتی نے جب یہ دیکھا تو دل میں بے ایمانی کا خیال پیدا ہوا اور سوچا کہ بزاز سے کہدوں گا کہ میرے گودام میں آگ لگ گئی تھی جس سے میرے اسباب کے ساتھ ساتھ تمہارا کپڑا بھی جل گیا"

دو چار ماہ بعد مہاجن اپنا کپڑا فروخت کرنے کی غرض سے اس آڑھتی کے پاس پہونچا اور اپنا کپڑا طلب کیا۔ آڑھتی نے فوراً کہدیا کہ تمہارا کپڑا میرے گودام میں آگ لگنے کی وجہ سے جل گیا ہے۔ میں آپ کا کپڑا دینے سے مجبور ہوں"۔ بزاز نے جواب میں کہا کہ میرا کپڑا ہرگز ہرگز نہیں جل سکتا۔ کیونکہ وہ نہایت محنت۔ ایمانداری۔ سچائی اور نیک نیتی سے کمائے ہوئے روپئے کا خریدا ہوا ہے۔ ہاں یہ میں مانتا ہوں کہ تمہارا مال ضرور جل گیا ہو گا۔

آڑھتی نے اِدھر اُدھر کے دوکاندار اکٹھے کرکے کہلوا دیا کہ اُس کے گودام میں واقعی آگ لگ گئی تھی اور اس میں کا تمام مال واسباب جل گیا۔ مگر مہاجن کو اپنی نیک نیتی پر پورا بھروسہ تھا اس نے اس بات کو نہیں مانا اور راجہ کے دربار میں جاکر فریاد کی اور تمام ماجرا کہہ سنایا۔ راجہ صاحب نے آڑھتی کو اپنے پاس بلوا کر دریافت کیا کہ کیا یہ مہاجن درست کہتا ہے؟ آڑھتی نے دست بستہ عرض کیا کہ جہاں پناہ! یہ شخص اپنا کپڑا میری دوکان پر رکھ تو ضرور گیا تھا مگر میرے گودام میں آگ لگنے کی وجہ سے اُس کا تمام کپڑا اور میرا سارا مال واسباب جل کر خاک ہوگیا۔ اب مجھ مصیبت زدہ سے پورا کس طرح دیا جاسکتا ہے؟

راجہ نے مہاجن کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ سنتے ہو؟ تمہارا کپڑا اور بیچارے آڑھتی کا تمام مال و اسباب جل گیا ہے۔ اب اس کے پاس کچھ بھی نہیں رہا جس سے تمہارے کپڑے کا گھاٹا پورا ہوسکے۔

مگر مہاجن نے (جس کو ایشور پر پورا بھروسہ تھا) عرض کیا کہ جہاں پناہ! میرا کپڑا ہرگز نہیں جل سکتا اور نہ جلا ہے۔ راجہ نے سوچا کہ اس میں کوئی نہ کوئی راز ضرور ہے ورنہ مہاجن اتنے اصرار اور یقین کے ساتھ نہ کہتا۔ آخر اس نے مہاجن سے کہا کہ کیا تمہارے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے کہ تمہارا کپڑا نہیں جل سکتا؟ مہاجن نے اپنی چادر زمین پر رکھ دی اور کہا: حضور! اس کو آگ میں ڈال دیا جائے۔ اگر یہ چادر جل گئی تو میں سمجھ لوں گا کہ میرا کپڑا بھی جل گیا ورنہ نہیں۔

دربار کے تمام لوگ ہنسنے لگے کہ کیسا بے وقوف اور گنوار آدمی ہے۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ چادر آگ میں ڈالی جائے اور نہ جلے۔ اُس کے اصرار پر چادر کو آگ میں ڈالا گیا مگر اس پر آگ کا کوئی اثر نہ ہوا۔ سب لوگ یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔ راجہ نے مہاجن سے دریافت کیا کہ اس کو آگ

کیوں نہیں لگی؟ اس نے نہایت ہی عجز اور انکساری کے ساتھ عرض کیا کہ حضور میری چادر نیک نیتی، ایمانداری اور محنت سے کمائے ہوئے روپے کی خریدی ہوئی ہے"
راجہ صاحب نے فوراً ہی چوبدار کو لالہ جی کی دوکان کی تلاشی لینے کے لئے روانہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد چوبدار کپڑا لیکر راجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ راجہ کپڑا دیکھ کر حیرت میں آ گئے۔ کپڑا مہاجن کو دے دیا گیا اور آڑھتی کو قید میں بھیجدیا گیا۔

میرے پیارے بھائیو! کبھی بھول کر بھی بے ایمانی نہ کرو۔ ایمانداری، سچائی اور نیک نیتی سے کام کرو۔ اپنے آپ کو مستقل مزاج بناؤ اور اپنے پروردگار پر پورا پورا بھروسہ رکھو۔ تم ہمیشہ کامیاب رہوگے۔

(گنگا رام نگن۔ اول مدرس عیسیٰ پور)

ریل کے سفر کی دلچسپیاں

میں قریب قریب ہر روز ریل کا سفر کرتا ہوں۔ دہلی سے شکور بستی جاتا ہوں جو دہلی سے چھ میل کے فاصلے پر بھٹنڈا لائن پر واقع ہے۔ وہاں کی آب و ہوا دہلی سے بہتر ہے۔ اس لئے گھر کے لوگ وہیں رہتے ہیں۔

گاؤں والوں کو ریل کے سفر کا کم موقع ملتا ہے لیکن شہر کے بھی بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہیں ریل کے سفر کرنے کا اتفاق بھی نہیں ہوا۔

دہلی سے شکور بستی ریل پندرہ بیس منٹ میں پہونچا دیتی ہے۔ اس قلیل وقت میں سفر کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ عموماً خاموشی سے چلا جاتا ہوں اور خاموشی سے ہی چلا آتا ہوں۔ بعض دفعہ اس قلیل وقت میں بھی وہ بات پیدا ہو جاتی ہے جو دلچسپی کا بہترین نمونہ ہوتی ہے۔

حال ہی کا واقعہ ہے کہ اتوار کی صبح کو میں شکور بستی سے صبح سات بجے کی ٹرین سے

دہلی آرہا تھا۔ اتوار یعنی یوم تعطیل ہونے کی وجہ سے بہت سے مسافر سوار ہوئے۔ ٹرین کے ڈبے تو پیشتر ہی سے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔ دہلی آنا ضروری تھا اس لئے مجبوراً ایک ڈبے میں جس میں پہلے ہی سے بہت بھیڑ تھی ہم بھی جا ڈٹے۔ بیٹھنے کو جگہ نہ تھی۔ سردی اس قدر کہ دانت سے دانت بج رہے تھے۔ شور اتنا تھا کہ کان پڑے آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

گاڑی چلی تو شور کم ہوا۔ گاڑی کی رفتار بھی دھیمی تھی۔ شاید اسے بھی سردی لگ رہی تھی۔ گاڑی میں ایک طرف پانچ پٹھان بیٹھے ہوئے تھے جو ہندوستانی نہیں بلکہ ولایتی تھے۔ ان کے قریب ہی دس کے قریب پڑھے لکھے جنٹلمین بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ ہندوستانی تھے۔ ان کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ وہ سب کے سب لاہور سے آرہے تھے۔

گاڑی کو چلے ہوئے دو تین ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ ان جنٹلمینوں میں سے ایک صاحب اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر چلائے۔ "حضرات! ذرا خاموش ہو جائیے" ان کی آواز پر ڈبے میں سکوت ہو گیا۔ پھر وہ پٹھانوں کی طرف مخاطب ہو کر بولے "ہاں بابا۔ خان صاحبان! اب اس وقت کچھ گا کر سناؤ۔ تمہارا گانا اتنا سریلا، اتنا رسیلا اور ایسا پر لطف تھا کہ ہم رات بھر ایک منٹ کے لئے بھی نہیں سو سکے بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا تان سین دوبارہ زندہ ہو گیا ہے۔ اور اپنی تان سینی تانیں اڑا رہا ہے" اور سازندے اس کے خاموش ہونے پر اس کا گانا دہرا رہے ہیں" حاضرین کے قہقہوں سے گاڑی کی گونج میں اور اضافہ ہو گیا۔ مگر پٹھان سمجھے کہ ہماری تعریف ہو رہی ہے۔ بہت خوش ہوئے۔ مگر عجیب انداز سے کہا:۔ "نہیں نہیں اب ہم نہیں سنائے گا۔ تم مفت میں سنتا ہے۔ پہلے پانچ روپے لے گا تو پھر سنائے گا"

(محمد یسین بی اے۔ بی ٹی۔ دہلی)

اسکول کی زندگی

بچوں کے لئے ایک دلچسپ ڈرامہ

(۳ - گذشتہ سے پیوستہ)

چوتھا منظر

(ناگناتھن کا مکان ۔ ناگناتھن اسپورٹس (کھیل) کی تیاری کے لئے میدان جانے والا ہے کہ شعیب داخل ہوتا ہے)

شعیب ۔ کہئے ناگناتھن صاحب! کہاں کی تیاریاں ہیں؟

ناگناتھن ۔ ارادہ ہے کہ، اپریل کے اسپورٹس میں حصہ لوں ۔ خاص کر ایک میل دوڑ میں ضرور حصہ لوں گا

شعیب ۔ لاحول ولاقوۃ ۔ خواہ مخواہ میدان کے چکر لگا کر اپنے آپ کو پریشان کرنا کون سی عقلمندی ہے؟

ناگناتھن ۔ بھائی اس سے تیز دوڑنا آجائے گا ۔

شعیب ۔ توبہ ۔ توبہ ۔ پاگلوں کی طرح بھاگنا بھی کوئی عقلمندی ہے ۔ ہمیں تو کوئی خاص بات نظر نہیں آتی

ناگناتھن ۔ فرض کیجئے کسی شیر نے آپ کا پیچھا کیا ۔

شعیب ۔ شیر کا پیچھا کرنا! ہم نے تو زندگی میں کوئی ایسا شیر دیکھا نہیں ۔ البتہ صرف سرکس میں ایک شیر دیکھا تھا ۔ خیر اسے بھی جانے دیجئے ۔ اگر اتفاق سے شیر کہیں مل جائے تو آپ کی "مائل ریس" ایک میل کی دوڑ کچھ کام نہ دے گی ۔ دیکھو میں نے آج پاسنگ شو (سگریٹ) کا ایک ڈبہ خریدا ہے پیو گے؟

ناگناتھن ۔ سگرٹ کی تو مجھے عادت نہیں ۔ پینے سے ٹھسکا لگتا ہے ۔

شعیب ۔ اس سگرٹ میں یہی تو ایک خوبی ہے کہ ٹھسکا بالکل نہیں لگتا ہے ۔ ہلکی تمباکو ہے ۔

(شعیب سگرٹ سلگا کر ناگناتھن کو دیتا ہے ۔ ناگناتھن کو پہلے ہی کش میں ٹھسکا لگتا ہے ۔ اتنے ہی میں ڈرل ماسٹر داخل ہوتا ہے ۔ شعیب ناگناتھن کے پلنگ کے نیچے چھپ جاتا ہے ۔ ڈرل ماسٹر ناگناتھن سے کہتا ہے)

ڈرل ماسٹر Oh you are smoking Sigaretts!

(ناگناتھن پشیمانی سے سر جھکا لیتا ہے)

ڈرل ماسٹر "Why don't you come in the evening for excercise.

ناگناتھن Sir I was late.

ڈرل ماسٹر You see I don't make attendence at practice compulsary, but if you are going to take part in the

mile race you ought to come regularly.

ناگناتھن — Sir I run fast on the Upper Ridge road.

ڈرل ماسٹر — That is not enough. That is not the spirit of sport. It is the regular training that profits both body and mind.

ناگناتھن — Please excuse me sir I will be very regular after this time.

ڈرل ماسٹر — That is good. I hope so.

(ڈرل ماسٹر چلا جاتا ہے۔ شعیب پلنگ کے نیچے سے نکل آتا ہے۔ پردہ جلدی سے گرتا ہے)

پانچواں منظر

سالانہ امتحان ہو رہا ہے۔ آٹھویں اور نویں جماعت جیومیٹری اور سائنس کے پرچے حل کر رہی ہیں۔ ناگناتھن اپنے ایک دوست گوونداؤ کی بغل میں بیٹھا ہے جس سے وہ تعلیم میں مدد بھی کیا کرتا ہے۔ جیومیٹری کا پرچہ ناگناتھن کے لئے بہت مشکل ہے چنانچہ وہ گوونداؤ کا پرچہ دیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔

ایک طالب علم (اٹھ کر ممتحن سے) صاحب ذرا جیومیٹری کا تیسرا سوال پڑھ دیجئے۔

ممتحن۔ "اُن مسئلوں میں سے کسی دو کے ذریعے عام لکھو جن کے ذریعے آپ کو معلوم ہوا ہو کہ علم ہندسہ اور علم حساب باوجود اپنے ظاہری اختلافات کے یک جگر و یک جان ہیں"

(اس عرصہ میں ناگناتھن گوونداؤ کی کاپی سے ایک سوال دیکھ لیتا ہے اور اس کے حل کرنے کی کوشش کرتا ہے)

دوسرا طالب علم (ممتحن سے) صاحب پیاس لگی ہے۔

ممتحن (آواز دیتے ہوئے) چپراسی۔ چپراسی۔

چپراسی (آکر) حضور!

ممتحن۔ پانی لاؤ۔

(چپراسی پانی لا کر طالب علم کو پلاتا ہے)

تیسرا طالب علم۔ صاحب سائنس کا چوتھا سوال تبلا دیجئے۔

ممتحن "ایک بڑھیا نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا آنکھیں بڑی نعمت ہیں" سائنس کے حدود میں رہ کر کم از کم دو صفحے کا ایک مضمون لکھو کہ بڑھیا کا یہ قول کس حد تک صحیح ہے"

(ممتحن کی نظر ناگناتھن پر پڑتی ہے جو گوونداؤ کی کاپی دیکھ رہا تھا)

ممتحن۔ ناگناتھن ٹھیک طرح بیٹھو اور اپنے کام سے کام رکھو۔

چوتھا طالب علم (تھوڑی دیر کے بعد) صاحب جیومیٹری کا پہلا سوال تبلا دیجئے۔

ممتحن۔ "جیومیٹری کے حدود میں رہ کر ثابت

کروکہ :-

"بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے"

(ناگنا تھن سے) ناگنا تھن کیا بات ہے۔ آج تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟ سوالات تو بہت معمولی ہیں۔

ناگنا تھن۔ صاحب! میں تو اِس شعر کا مطلب ہی نہیں سمجھا کہ "بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے" پھر سوال کیا حل کروں۔

چوتھا طالب علم۔ صاحب! کیا اردو کا پرچہ بھی اس جیومیٹری کے پرچہ کے ساتھ ہے۔

(قہقہہ)

شعیب (سائنس کے ایک سوال کو پڑھتے ہوئے) سائنس کے حدود میں رہ کر ثابت کرو یا جھٹلاؤ —— آگے کیا ہے صاحب؟

ممتحن (بقیہ حصہ پورا کرتا ہے) "اے روشنیِ برق تو بر من بلا شدی"

شعیب۔ صاحب! اگر میں امتحان کے حدود میں رہ کر اس بات پر مضمون لکھوں کہ

اے پرچۂ سائنس تو بر من بلا شدی

تو کیا ہو۔ (قہقہہ)

ممتحن (تھوڑی دیر بعد) صرف ۲ منٹ رہ گئے ہیں جلدی کیجئے۔

(دو منٹ بعد گھنٹی بجتی ہے۔ ممتحن طلبہ کی کاپیاں چھینتا ہے۔ پردہ آہستہ آہستہ گرتا ہے)

چھٹا منظر

(جماعت میں تمام طلبہ حاضر ہیں اُستاد طلبہ سے مخاطب ہوتا ہے)

اُستاد۔ نتیجہ تو آپ لوگوں نے سن لیا۔ میں اس وقت ایک ضروری بات کی طرف آپ سب کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ ناگنا تھن جب ہمارے اسکول میں داخل ہوا تھا اس وقت وہ چوٹی کے طالب علموں میں گنا جاتا تھا۔ آٹھویں جماعت میں وہ اول نمبر بھی پاس ہوا تھا۔ مگر آج دیکھ لیجئے وہی طالب علم انعام تو کجا مشکل سے پاس ہوتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ شعیب اور سبا راؤ کا اس کے بگاڑنے میں بہت کچھ حصہ ہے۔ آخر ناگنا تھن کو بھی خدا نے عقل دی ہے وہ کیوں سوچ سمجھ کر کام نہیں کرتا؟ آپ شرارت کیجئے لیکن ایسی نہیں جو کسی کی دل آزاری کا باعث ہو اور آپ کے روزمرّہ کے کاموں میں حارج ہو۔ لیکن اگر آپ نے کوئی ایسی حرکت کی جو دوسروں کی تکلیف کا باعث ہو اور آپ کے کام میں حارج ہو تو پھر سخت سزائیں دی جائیں گی۔ اب آپ لوگ گھر جا رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ ان باتوں کا خیال رکھیں گے۔ خدا حافظ

ڈراپ سین۔

تیسرا حصہ

پہلا منظر

تیسرے سال کے آغاز پر ناگ کھن میٹرک جماعت میں داخل ہوتا ہے جس میں اس کے پرانے دوست گوونداؤ شعیب اور سباراؤ شریک ہیں۔ گھنٹہ شروع ہونے میں چار پانچ منٹ رہ گئے ہیں۔ سباراؤ اپنے ساتھ گلاب کے پھولوں کا ایک گلدستہ لایا ہے۔ گلاب کے پھولوں پر سرخ روشنائی اور گلابی پاؤڈر اور ہری پتیوں پر سبز روشنائی لگی ہوئی ہے۔ گووندراؤ کے جماعت میں داخل ہوتے ہی سباراؤ ساتھیوں سے یوں مخاطب ہوتا ہے)

سباراؤ۔ معزز حاضرین! اس وقت ہماری جماعت میں ایک ایسی ہستی رونق افروز ہے جس نے گذشتہ سال اول انعام حاصل کیا تھا۔ آج ہم سب کو فخر کرنا چاہئے کہ مدرسہ میں اول انعام لینے والا ہمارا ہم جماعت یعنی گووندراؤ ہے میں آپ کی خدمت میں نذر و عقیدت کے ساتھ یہ گلدستہ پیش کرتا ہوں"

(تمام طلبہ تالی بجاتے ہیں۔ گووندراؤ مجبور ہو کر گلدستہ قبول کرتا ہے۔ سباراؤ پھر مخاطب ہوتا ہے)

سباراؤ۔ اگرچہ پھول بظاہر بہت خوشنما ہیں مگر ان کی خوشبو اس سے کہیں زیادہ فرحت بخشنے والی ہے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ انہیں سونگھ کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں۔

(گووندراؤ پھول سونگھنے کے لئے گلدستہ ناک کے قریب لاتا ہے۔ تمام سرخ اور سبز روشنائی اس کے چہرہ پر لگ جاتی ہے۔ اور وہ کھانسنے لگتا ہے تمام طلبہ کھلکھلا کر ہنس پڑتے ہیں۔ گووندراؤ چہرہ دھونے کے لئے چلا جاتا ہے اتنے میں استاد داخل ہوتا ہے۔ طلبہ دم بخود ہو جاتے ہیں)

استاد۔ سال کے آغاز پر آپ لوگوں کو خوش و خرم دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ گذشتہ سال آپ لوگوں نے ضرورت سے زیادہ شرارت کی تھی۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ سال آپ ٹھیک طریقے سے گذاریں گے۔ اس جماعت میں چند شریر طلبہ ہیں جن سے میں واقف ہوں مگر امید ہے کہ آئندہ کوئی شکایت سننے میں نہ آئے گی۔ اچھا اب سوال لکھو۔

"ایک شخص نے ایک مکان ۲۵ دن میں بنانے کا وعدہ کیا اور ۲۰ آدمی اس پر لگائے لیکن ۱۵ دن کے بعد معلوم ہوا کہ صرف ½ کام ہوا ہے بتاؤ وہ شخص کتنے آدمی زیادہ کرے کہ کام وقت پر ختم ہو جائے"

(طلبہ سوال کے حل کرنے میں مشغول ہیں۔ استاد گلدستہ اٹھاتا ہے اور پھر کہتا ہے اہا کیا ہی خوشنما پھول ہیں اور سونگھنے کے لئے پھول چہرے سے لگاتا ہے۔ روشنائی چہرے پر لگ جاتی ہے۔ کھانستا ہے۔ پھر مخاطب ہوتا ہے)

استاد۔ کس بے وقوف نے یہ پھول یہاں رکھے تھے؟
سباراؤ (ڈرتے ہوئے) ماسٹر صاحب! خفا نہوں
تو میں صحیح صحیح واقعہ بیان کرتا ہوں۔ جماعت میں
گووندراؤ کو دھوکہ دینے کے لئے یہ پھول لاکر
رکھے گئے تھے۔ اگر غلط ہو تو گووندراؤ سے
پوچھ لیجئے وہ اپنا چہرہ دھونے کے لئے گیا ہے

(گووندراؤ چہرہ صاف کرتے ہوئے داخل ہوتا ہے
لیکن چند نشانات ابھی باقی ہیں۔ استاد سمجھ لیتا ہے
پھر بھی احتیاطاً یہ کہتے ہوئے چہرہ دھونے جاتا ہے)

استاد۔ احمقو! جماعت میں ایسی شرارت نہیں
کیا کرتے۔ گووندراؤ! تم ان کے سوال دیکھو میں
ابھی آتا ہوں"

دوسرا منظر

راستہ میں شعیب اور ناگناتھن کی ملاقات ہوئی ہے

شعیب۔ آہا مسٹر ناگناتھن! بھائی میں آپ ہی
کی طرف جا رہا تھا۔ دیکھا آپ نے؟ آج صبح
سباراؤ نے جماعت میں کیسی شرارت کی۔ بہتر یہ ہے
کہ ہم بھی اُس کے ساتھی بن جائیں۔ ایسا نہو کہ وہ
ہمیں بھی بے وقوف بنائے۔

ناگناتھن۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی آپ سے کہا
تھا کہ اب میں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ خوب
جی لگا کر محنت کروں گا تاکہ اس سال میٹرک کا
امتحان پاس کر لوں۔

شعیب۔ اوں۔ امتحان پاس کرنا تو موقع
کی بات ہے۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ اچھے لڑکے فیل
ہو جاتے ہیں اور معمولی ذہن کے لڑکے پاس
ہو جاتے ہیں۔ یہ تو قسمت کی بات ہے۔

ناگناتھن۔ کچھ بھی ہو۔ مگر بندہ تو دن رات سوائے
پڑھنے کے اور کچھ نہ کرے گا۔ آپ یہاں سے
تشریف لے جائیے۔

شعیب۔ آپ تو کاٹے کھاتے ہیں۔ یہ بھی کوئی
ناراض ہونے کی بات ہے۔ آپ کتابوں کے کیڑے
ہی بننا چاہتے ہیں تو بس سلام۔ جب میرے
سباراؤ اور اس کے ساتھی دوست ہیں تو تمہاری
کیا پرواہ ہے؟ جائیے آپ بھی اپنے گھر کا راستہ
لیجئے۔

(شعیب غصہ سے چلا جاتا ہے۔ لیکن ناگناتھن کو
اپنی پرانی دوستی کا خیال آتا ہے اور یہ بھی سوچتا ہے
کہ اگر شعیب سے بگاڑ ہوگیا تو نہ معلوم کیا آفت آئے؟
سوچ میں کھڑا ہو جاتا ہے)

ناگناتھن۔ (اپنے آپ سے) سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا
کروں۔ کمبخت ہے تو شریر مگر اس کے ساتھ دن
ہنسی خوشی میں گزر جاتے تھے۔ اگر میں نے اس
کی دوستی چھوڑ دی تو ممکن ہے کہ اس سے زیادہ
ستائے۔ نہیں میں خود اسے سمجھا کر راہ راست
پر لانے کی کوشش کروں گا۔ قبل اس کے
کہ وہ سباراؤ سے میری شکایت کرے۔ میں خود
اس کے پاس پہونچتا ہوں۔

(دوڑ کر راستہ میں شعیب سے ملتا ہے)

تاگنا تھن ۔ دوست تصور ہو گیا ۔ معاف کرنا جو کچھ ہم نے کہا وہ یوں ہی تھا۔

شعیب ۔ بھائی جو کچھ ہم کہتے ہیں ۔ سوچ سمجھ کر کہتے ہیں ۔ آپ خواہ مخواہ خفا ہوئے جاتے تھے ۔ اچھا اس کی خوشی میں پھر آپ کی اور ہماری دوستی ہو گئی ہے ۔ آج رات سبا راؤ کے ہاں دعوت دینا چاہتا ہوں ۔ امید ہے کہ آپ ضرور تشریف لائیں گے۔

تاگنا تھن ۔ ضرور ۔ مگر کتنے بجے ؟

شعیب ۔ بس آپ ٹھیک ۹ بجے سبا راؤ کے یہاں تشریف لائیے ۔ (دونوں جاتے ہیں)

اس ڈرامہ کی آخری قسط اگلے مہینے یعنی اپریل ۱۹۳۱ء کے ہونہار میں شائع ہو گی جو نہایت دلچسپ ہے ناظرین انتظار کریں۔

دانتوں کی صفائی

(۱) دانتوں میں کیڑا لگنے یا مسوڑھوں میں پیپ پڑ جانے سے بدہضمی پیدا ہو جاتی ہے اور پیپ کے خون میں جذب ہونے سے اور بڑے بڑے مرض ہو جاتے ہیں۔

(۲) دانتوں میں کیڑا لگنے اور پیپ پڑنے کا سبب شکر دار چیزوں کا کھانا اور دانتوں کو صاف نہ رکھنا ہے

(۳) پھل کھانے سے دانتوں کی ورزش ہوتی ہے اور دانت صاف رہتے ہیں اور ان میں کیڑا نہیں لگتا

(۴) کھانے کے بعد دانتوں کے بیچ سے غذا کے ٹکڑے نکال کر اچھی طرح کلی کرنا چاہئے۔

(۵) صبح کو داتون (مسواک) منجن یا برش سے دانت صاف کرنا چاہئے ۔

(۶) جن کے دانت خراب ہوں ان کو سوتے وقت اور کھانا کھانے کے بعد منجن لگانا یا برش کرنا چاہئے

(۷) گرم چیز کھانے یا پینے کے بعد ٹھنڈا پانی یا اور کوئی ٹھنڈی چیز استعمال نہ کرنا چاہئے ۔

(۸) پان، تمباکو سے جہاں تک ہو سکے پرہیز کرنا چاہئے اور خصوصاً سوتے وقت پان تمباکو حتیٰ کہ الائچی تک منہ میں نہ ہونا چاہئے ۔ ورنہ مسوڑھوں میں پیپ پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔

(۹) منجن کا باریک ہونا لازمی ہے ورنہ کچھ عرصہ تک استعمال کرنے کے بعد دانت بالکل خراب اور بے رونق ہو جائیں گے۔

(۱۰) بالو یا ریت و چونے وغیرہ سے دانت نہ ملنے چاہئیں۔

(بچوں کی دنیا ۔ الٰہ آباد)

ہندو مسلماں

(۱)

ہندو مسلماں
ہیں بھائی بھائی
تفریق کیسی۔ کیسی لڑائی
ہندو ہو کوئی
یا ہو مسلماں
عزت کے قابل
ہے بس وہ انساں
نیکی ہو جس کا
کارِ نمایاں
اوروں کی مشکل
ہو جس سے آساں
جس کا عمل ہو
اور جس کا ایماں
ہر اک سے نیکی سب سے بھلائی
ہندو مسلماں
ہیں بھائی بھائی

(۲)

ہندو مسلماں
دونوں برابر
دونوں کی خالق وہ ذاتِ برتر
دونوں اسی کی
کرتے ہیں پوجا
اک ہی در پر
کرتے ہیں سجدا
مسجد اسی کی
مندر اسی کا
دونوں جگہ وہ
ہے جلوہ فرما
ہندو نے ایشور
اس کو پکارا
بولا مسلماں اللہ اکبر
ہندو مسلماں
ہیں بھائی بھائی

(۳)

ہندو مسلماں
قومیں پرانی
دونوں کی ہو تو ہندوستانی
دونوں کا مسکن
ہندوستاں ہے
وہ بلبلیں ہیں
یہ گلستاں ہے
اک سرزمیں ہے
اک آسماں ہے
دونوں کا ایک جا
سود و زیاں ہے
نا اتفاقی
آزارِ جاں ہے
مل جل کے رہنا ہے کامرانی
ہندو مسلماں
قومیں پرانی

عالم کلکتہ

بحوالہ الجمعیۃ [illegible]

ایک دلچسپ مشغلہ

اِس تصویر میں مکڑیاں مکھیوں کی طرف جانا چاہتی ہیں۔ چوہے پنیر کھانا چاہتے ہیں۔ خرگوش گھاس میں جانا چاہتے ہیں مگر وہ ایک دوسرے کے راستوں کو کاٹ کر نہیں جانا چاہتے۔ کیا تم کسی ایسی لکیروں سے ان کو منزلِ مقصود تک پہونچا سکتے ہو جو ایک دوسرے کو نہ کاٹیں؟

(سید آل حسن جامی از گنگوہ)

شمالی امریکہ کے سرخ باشندے

۱۔ ایک زمانے کا ذکر ہے جب کہ انگریز شمالی امریکہ میں بسے نہیں تھے۔ امریکہ کے سرخ باشندے (ریڈ انڈین) وہاں سلطنت کرتے تھے۔ یہ لوگ بہت طاقتور ہوتے ہیں۔ اُن کا رنگ تانبے کا سا ہوتا ہے۔ آنکھوں کی پتلیاں بالکل کالی ہوتی ہیں اور بال لمبے لمبے اور سیدھے۔ یہ لوگ ہمیشہ بہت ہی کم کپڑے پہنتے ہیں۔ اُن کو بچپن ہی سے بھوک پیاس اور دوسری تکلیفیں جھیلنے کی عادت ڈالی جاتی ہے۔

(۲) جب انگریز امریکہ میں آئے تو ملک میں سرخ آدمی آباد تھے۔ ایک ایک گاؤں میں ایک ایک قبیلے کے لوگ رہتے تھے۔ یہ سرخ آدمی ہمیشہ لڑائیاں لڑا کرتے تھے۔ اگر کوئی نہ ملتا تو آپس ہیں لڑ بیٹھتے تھے۔ انگریزوں سے بھی ان کی خوب لڑائیاں ہوئیں۔ جنگ میں یہ لوگ بہت ہوشیاری سے کام لیتے ہیں۔ جو کوئی ان کے ہاتھوں میں پڑ جائے اس کے ساتھ بہت بے رحمی سے پیش آتے ہیں۔

(۳) جب سرخ آدمی لڑائی پر جاتے ہیں تو اپنے منہ کو رنگ لیتے ہیں تاکہ اُن کے دشمن ڈر جائیں۔ یہ لوگ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ موقع ملے تو دشمن پر اچانک آپڑیں یا سوتے ہوں تو ان پر حملہ کر دیں۔ یہ سرخ آدمی اپنے تیز رفتار ٹٹوؤں کی ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر ارنے بھینسوں کا شکار کیا کرتے تھے۔ جب انگریز یہاں پہونچے تو انھوں نے ان بھینسوں کا اپنی بندوقوں سے خوب شکار کیا۔ اب ایسے بھینسے بہت کم رہ گئے ہیں۔ اسی لئے ان کو نمائش کے لئے حفاظت سے رکھا جاتا ہے۔

(ترجمہ)

(محمد ثناء اللہ از کلکتہ)

وہ بادشاہ کیسے بنا؟

(۱)

ہزاروں بلکہ لاکھوں برس گذرے جب کہ دنیا کو قایم ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اور جب کہ انسان پہاڑوں کی کھوؤں اور غاروں میں رہا کرتے تھے اور اُن کی گذر جانوروں کے گوشت اور درختوں کے پھلوں پر تھی اور وہ اپنا جسم کھال اور پتوں سے ڈھکے رہتے تھے۔ جنگلوں میں حیوانات نہایت آزادی سے جہاں چاہتے تھے پھرا کرتے تھے۔ باوجودیکہ شیر تمام حیوانات کا بادشاہ خیال کیا جاتا تھا اس پر بھی ہمیشہ امن و امان نہیں رہتا تھا کیونکہ شیر کی ماتحتی میں بہت سے اور چھوٹے چھوٹے بادشاہ تھے جو ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے کو تیار رہتے تھے۔

ایک دن پرندوں میں بڑا جوش و خروش پھیل گیا کیونکہ لال اپنے شہنشاہ عقاب کے ہاں ایک درخواست دینے کو تھے جسکی وجہ یہ تھی کہ لالوں کو اُس زمانے میں ایک شکایت تھی

(۲)

اس زمانے میں لال اور معمولی چڑیاں ظاہرا اور کوئی فرق نہ معلوم ہوتا تھا کیونکہ اُن کے سینے سرخ نہیں تھے اس وجہ سے لال بہت رنجیدہ رہا کرتے تھے۔ معمولی چڑیاں ان پر ہنسا کرتی تھیں اور طعنہ دے کر کہا کرتی تھیں کہ تم میں ہم سے کون سی بات زیادہ ہے۔ تمہارا لباس بھی خاکی ہے اور ہمارا بھی لیکن تم اپنے آپ کو مثل بدّی اور بئے کے خوبصورت خیال کرتے ہو۔ اس پر لال اپنے مخالف فریق سے اپنی ہتک کئے جانے پر خوب کڑھتے تھے۔ اور اُن کا جواب نہ دے سکتے تھے۔ اور اُن کے دل اندر ہی اندر غمگین رہتے تھے اور آخر کا نوبت یہاں تک پہونچی کہ اُن کے چہچہے بند ہو گئے۔

(۳)

ایک دن لالوں کے بادشاہ نے اپنی قوم کو یہ فیصلہ کرنے کے لئے کہ اب کیا کیا جائے جمع کیا۔ بڑی بحث اور مباحثے کے بعد یہ بات قرار پائی کہ عقاب کو جو تمام پرندوں کا شہنشاہ تھا یہ درخواست دی جائے کہ وہ انھیں مثل بئے اور بدّی کے خوبصورت بنادے تاکہ انھیں اپنے دشمنوں کے طعنوں سے نجات ملے۔ چھ لال یہ پیغام لے جانے کے لئے چنے گئے اور وہ اپنی عزت پر ناز کرتے ہوئے ایک ویران اور اونچی پہاڑی کی طرف اڑ گئے جہاں پر پرندوں کا شہنشاہ عقاب دربار کیا کرتا تھا۔ شہنشاہ نے اُن کی بڑی آؤ بھگت کی اور اُن کی شکایتوں پر توجہ کرنے کا وعدہ کیا۔ اس نے ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ اپنے تمام قبیلے کو تین دن کے اندر یہاں جمع کرو جب ہم اپنا حکم سنائیں گے۔ جب تین دن گذر گئے تو تمام لال اپنے بادشاہ کے ساتھ دربار میں حاضر ہوئے اور شہنشاہ سے ملنے کی درخواست کی۔

شہنشاہ نے فوراً اُن کو اپنی حضوری میں طلب کیا اور جب وہ تخت پر اپنا حکم سنانے کے لئے کھڑا ہوا تو تمام دربار میں خاموشی چھاگئی شہنشاہ نے لالوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ "تم آج اپنی درخواست کا جواب لینے آئے ہو اس لئے ہم حکم دیتے ہیں کہ ہم تمہیں بئے اور بدّی کی طرح خوبصورت تو نہیں بنا سکتے لیکن تم اپنی ہی کوشش سے ایک خاص نشان حاصل کر سکتے ہو اور وہ نشان صرف اُس کو دیا جائے گا جو ایک ماہ کے اندر کوئی قابلِ انعام کام کرے گا۔ اب تم سب جا سکتے ہو۔ یہ کہکر شہنشاہ نے دربار ختم کیا اور اپنے مشیروں کے ساتھ اڑ گیا۔

(۴)

ایک مہینہ پورا گذر گیا اور دربار میں لالوں کی سرگذشت سننے کے لئے پھر اسی جگہ جمع ہوئے۔ تمام پرندوں میں اس درخواست کا اس قدر چرچا تھا کہ ہر ایک پرندہ آج شہنشاہ کا حکم سننے کے لئے آیا تھا

شہنشاہ نہایت شان و شوکت کے ساتھ تشریف لائے اور اپنے تخت پر بیٹھ گئے جس پر تمام حاضرین نے زور شور سے خوشی کی تالیاں بجائیں۔ اب شہنشاہ نے لالوں کو اپنے حضور میں پیش کئے جانے کا حکم دیا۔

پہلا لال آگے بڑھا اور اپنی سرگذشت اس طرح بیان کی:۔

"جہاں پناہ! میں نے خیال کیا کہ میں کون سا مفید کام کر سکتا ہوں۔ میں نے بیّے کو گھونسلہ بناتے دیکھا اور اب میں بھی ویسا ہی گھونسلہ بنا سکتا ہوں جیسا کہ اُن کا ہوتا ہے۔" یہ کہکر اس نے بڑے فخر سے ایک گھونسلہ جو بالکل بیّے کے گھونسلے کی طرح تھا پیش کیا۔ اس کو دیکھ کر درباریوں نے اس کی بڑی تعریف کی۔ لیکن بادشاہ نے کہا "یہ کام اس واسطے بے فائدہ ہے کہ تم اپنی ساری قوم کو ایسا گھونسلہ بنانا نہیں سکھا سکتے"۔ لال یہ سن کر پیچھے ہٹا اور دوسرا اس کی جگہ حاضر ہو کر کہنے لگا:۔

"حضور والا! میں اپنی دشمن چڑیوں سے کئی مرتبہ لڑا ہوں اور ہر دفعہ انھیں شکست دی ہے"۔ اس پر بادشاہ نے جواب دیا کہ "جو جنگ میں غالب رہتے ہیں اکثر انعام کے مستحق نہیں ہوتے"۔ یہ کہکر اُس بہادر کو پیچھے ہٹ جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد تیسرا امیدوار آگے بڑھا اور اس طرح کہنا شروع کیا:۔

"جناب عالی میں نے اپنا وقت بے کار نہیں گنوایا بلکہ میں نے بلبل کی طرح جو تمام پرندوں میں خوش الحان ہے گانے میں مہارت پیدا کی ہے" بادشاہ نے یہ سن کر فرمایا کہ "اس سے تمہیں سلطنت کے کام میں مدد نہیں مل سکتی"

اسی طرح تمام لال اپنی اپنی سرگذشت بیان کر کے چلے گئے۔ بادشاہ حکم سنانے ہی کو تھا کہ وہ آخری لال جو ابھی تک نہیں آیا تھا آپہونچا۔ لیکن اُس کے تمام پر اُڑے ہوئے تھے۔ اور تمام سینہ خون میں بھرا ہوا تھا۔ اس پر تمام درباری افسوس کرنے لگے۔ شہنشاہ نے اس کا قصہ اور سینہ خون میں رنگے ہونے

ہونے کی وجہ نہایت نرمی سے پوچھی۔ لال نے جواب دیا کہ غریب پرور میں نے کوئی قابل تعریف کام نہیں کیا کیونکہ میں پورے مہینے بھر ایک چڑیا کو جو پر ٹوٹ جانے کی وجہ سے اڑ نہیں سکتی تھی چگاتا رہا ہوں۔ اگر میں اس کو چھوڑ دیتا تو وہ مر جاتی۔ لیکن آج صبح کو جب میں آنے کی تیاری کر رہا تھا ایک ظالم باز اس کو اٹھا کر لے گیا۔ اگرچہ میں نے اس کو بچانے کی بہت کوشش کی لیکن افسوس کہ میں اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ یہ کہکر وہ رنجیدہ اور مغموم پیچھے کو ہٹا۔ شہنشاہ نے اس کو روک کر کہا کہ "صرف تم ہی انعام کے مستحق ہو کیونکہ تم نے انعام کی پرواہ نہ کرکے دشمن کی مدد کی"۔ پھر اور لالوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ "تمہارے ایک بھائی نے دوسروں پر رحم کھا کر وہ چیز حاصل کر لی جس کی تمہیں آرزو تھی۔ وہ خون جو اس کے سینے پر لگا ہوا ہے تمہاری قوم کا نشان ہوگا" اور پھر اس کو دوسرے لالوں کے سامنے کرکے دریافت کیا کہ کیا یہ تمہارا بادشاہ بننے کے قابل ہے"؟ اس پر تمام درباریوں نے خوشی سے تالیاں بجائیں اور وہ لالوں کا بادشاہ بنا دیا گیا۔ تمام لال اس کے گرد جمع ہو گئے اور انھیں معلوم ہو گیا کہ جب کہ وہ اپنی اپنی عزت کے خیال میں ڈوبے ہوئے تھے وہ اپنے آپ کو دوسرے کی مدد کے لئے بھولا ہوا تھا۔

(شیخ محمد فاروق حسن پانی پتی)

غزل

خدا کی یاد پیدا کر خدا کا دھیان پیدا کر
جہاں میں عیش سے رہنے کے یہ سامان پیدا کر

جہاں میں باعث عزت ہمیشہ علم ہوتا ہے
اسی کا ذوق ہر دم ہر گھڑی ہر آن پیدا کر

نمازیں پڑھ لیا کر تو خدا کا حکم ہے لیکن
خدا ہی پر فدا ہو ایک ایسی جان پیدا کر

غریبوں کی مدد محتاج کی حاجت روا کرنا
یہی حسرت، یہی خواہش، یہی ارمان پیدا کر

نہ کچھ ہمراہ تیرے دنیوی اسباب جائیں گے
جو آڑے وقت کام آئے تو وہ سامان پیدا کر

(محمد کامل جونپوری)

بھول بھلیّاں

پچھلے نمبر میں یہ نقشہ غلط شائع ہوگیا تھا۔ اب دوبارہ صحیح کرکے شائع کیا جارہا ہے اوپر کی طرف سے اندر جانے کا راستہ معلوم کیجیے۔ (مرسلہ عائکہ بائی از گودھرا)

ایک دلچسپ معمہ

اِن ۹ خانوں میں ۱۲۹ سے لے کر ۱۳۷ تک کے ہندسے اس طرح لکھو کہ اگر اوپر سے نیچے، دائیں سے بائیں یا ایک کونے سے دوسرے کونے تک ہندسوں کو جمع کریں تو حاصل جمع ۳۹۹ ہو۔ ایک عدد دو مرتبہ استعمال نہ کیا جاوے۔ صحیح حل کرنے والے کو قصوں کی ایک کتاب انعام دی جائے گی

ہنسی کی باتیں

مسافر۔ کیا میں گاڑی پکڑ سکتا ہوں؟
ٹکٹ کلکٹر۔ یہ تمہاری طاقتِ رفتار پر منحصر ہے۔
مسافر۔ وہ کیسے؟
ٹکٹ کلکٹر۔ کیونکہ گاڑی کو روانہ ہوئے ۱۰ منٹ ہوگئے۔

انگریز پادری۔ مجھے ایسے آدمی سے کسی قسم کی ہمدردی نہیں ہوسکتی جو اپنی بیوی کو مارتا پیٹتا ہو۔
انگریز مزدور۔ جو شخص اپنی بیوی کو مار پیٹ سکتا ہے اُس کو کسی کی ہمدردی کی کیا ضرورت ہے!

مجسٹریٹ۔ اب تم کیا کہنا چاہتے ہو؟
ملزم۔ کچھ نہیں۔ البتہ یہ خواہش ضرور ہے کہ کاش میں ایسی جگہ جا سکتا جہاں ظالم پولیس مجھ کو نہ ستاتی۔
مجسٹریٹ۔ اگر یہ خواہش ہے تو تمہیں تین ماہ کے لئے جیل خانے بھیجے دیتے ہیں۔

وحید۔ محمود! رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ تم نے مجھے ایک روپیہ دیا ہے۔
محمود۔ چلو بھائی اچھا ہوا۔ تمہارا ایک روپیہ مجھ پر قرض بھی تھا۔ اب میرا تمہارا حساب بے باق ہوگیا۔
(مرسلہ محمد عبد اللہ فاروقی)

ماں۔ رضیہ میں نے سنا ہے کہ تم سب کو چڑیل کہتی ہو۔ یہ نہایت بُری بات ہے۔
رضیہ۔ اماں جان! یہ بات بالکل غلط ہے۔ کسی چڑیل نے آپ سے جھوٹ کہا ہوگا۔

بیٹی۔ اماں تم کہاں جا رہی ہو؟ میں بھی چلوں گی۔
ماں (غصہ ہوکر) میں جہنم میں جاؤں گی تو بھی چل۔

بچہ (ایک سیاہ فام ہندوستانی میم صاحبہ سے مخاطب ہوکر) کیوں میم صاحب کیا واقعی آپ انگریز ہیں؟
میم صاحبہ۔ کیوں؟
بچہ۔ آپ بہت کالی ہیں مہترانی معلوم ہوتی ہیں۔
(مرسلہ بنت سید محمد الطاف حسین صاحب ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول لکھنؤ)

حاکم۔ جو شخص عدالت کے کمرہ میں شور مچائے گا وہ باہر نکال دیا جائے گا۔
ملزم (شور مچاکر) حضور! میں شور مچا رہا ہوں آپ مجھے باہر نکال دیں۔

شریف۔ لو بھائی سعید اب ہم نے صبح اٹھنے کا قصہ ہی ختم کردیا۔
سعید۔ وہ کس طرح؟
شریف۔ ہم نے اپنا مرغ بیچ دیا ہے۔ نہ وہ اذان دے گا نہ لوگ جاگیں گے۔

دلچسپ معلومات

سوئی کو پانی میں تیرانا

اپنے کسی دوست کو ایک سوئی پانی میں تیرانے کو کہو لیکن اگر وہ اس کو تیرانے کا طریقہ نہیں جانتا تو وہ تمہارا مذاق اُڑائے گا کہ لوہے کی چیز کو پانی میں کس طرح تیرایا جا سکتا ہے؟ اب تم کسی برتن میں تھوڑا سا پانی بھر لو۔ اُس کی سطح پر ایک پتلا سا کاغذ کا ٹکڑا تیرنے کے لئے رکھدو۔ اس کاغذ پر بڑی احتیاط سے ایک سوئی رکھدو۔ تھوڑی دیر میں کاغذ بھیگ کر ڈوب جائے گا اور تمہارے دوست کی تعجب کی کوئی انتہا نہ رہے گی جب کہ وہ دیکھے گا کہ کاغذ کے ڈوبتے ہی سوئی پانی کی سطح پر تیر رہی ہے۔ (جے رتن از احمد نگر)

ایک پشاوری نے ایک نئی قسم کی ٹائپ مشین ایجاد کی ہے جو ہاتھوں سے بھی چلائی جاتی ہے اور بجلی سے بھی۔

جرمنی میں ایک عورت مس فراپر کے قدرتی لمبی ڈاڑھی ہے جسے وہ نہیں منڈواتی

"نیویارک ٹائمز" امریکہ کا سب سے زیادہ چھپنے والا روزانہ اخبار ہے اس کے ۴۰ صفحے ہوتے ہیں جن میں سے ۲۵ صفحے اشتہاروں کے ہوتے ہیں۔ اتوار کے دن جو اخبار نکلتا ہے اس کے ۱۰۰ صفحے ہوتے ہیں اس اخبار کی سالانہ آمدنی دس کروڑ ڈالر سے بھی زیادہ ہے۔ اس کا روزانہ خرچ چالیس ہزار ڈالر ہے۔

ایک جاپانی نے ایسی توپ بنائی ہے جو ریڈیو کی طاقت سے کام کرتی ہے۔ اس کا گولہ ۵ میل تک زبردست مار کرتا ہے۔ یہ خود بخود چلتی ہے اور آپ ہی دشمن کی فوجوں کا پیچھا کرتی ہے۔

طلبہ کے مضامین

حقیقی خوشی

وہ سینما گھر کے سامنے بیٹھا بانسری بجا رہا تھا۔ وہ اندھا تھا۔ اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ اور اس کا پھٹا پرانا میل اور گرد سے پیلا ہوا کوٹ اس کو خوفناک سردی سے بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن سردی کے سامنے اس کی کچھ پیش نہیں چل رہی تھی۔ اور اس غریب اندھے فقیر کا جسم اس طرح کانپ رہا تھا جس طرح کہ بیت۔ اس کی پتلی پتلی انگلیاں بانسری کے سوراخوں پر ناچ رہی تھیں۔ اس کے پاس ہی اس کے ساتھ چمٹی ہوئی ایک ننھی سی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی اور بار بار دردناک آواز میں چلا کر کہہ رہی تھی "اندھے محتاج کو ایک پیسہ دو!" میں یہ سب کھڑا دیکھ رہا تھا۔

آدمی اپنے آپ کو گرم کپڑوں میں لپیٹے سینما گھر میں گھستے جا رہے تھے۔ موٹر پر موٹر وہاں آ کر رکتی۔ اور اس میں آدمی نکل کر مجمع میں اس طرح شامل ہو جاتے جس طرح سمندر میں ایک پانی کا قطرہ۔ چھوٹے چھوٹے بچے ادھر ادھر کود رہے تھے۔ اندھا اتنے بڑے مجمع کو خیال کرتے ہی زور زور سے بانسری بجانے لگا۔ اس کی آواز کتنی پرسوز تھی! کتنی دردناک! اندھے کی انگلیاں ناچ رہی تھیں۔ اس کے ساتھ بانسری کی تیز اور پر درد آواز بھی ناچ سی رہی تھی اور اسی کے ساتھ میرا دل بھی ناچ رہا تھا۔ بلیوں اچھل رہا تھا۔ اس کی تیز آواز میرے دل میں گھسی جا رہی تھی۔ اور پرغم آواز نے میرے دل میں بھی غم بھر دیا تھا۔ مجھ کو ایسا معلوم ہوا کہ میرے دل کی دنیا سکڑ سی گئی ہے۔ اور

اس میں غم کا دور دورہ ہے

ایک آدمی ایک لڑکے کے ساتھ وہاں سے گزرا۔ لڑکی چلائی۔ "اندھے محتاج کو ایک پیسہ دو!" لڑکے نے کہا۔ "آہ بانسری کی آواز کتنی دردناک ہے۔ مجھے سن کر تکلیف ہوتی ہے دل میں اس کی آواز تیر کی طرح چبھی جارہی ہے"۔ اس آدمی نے کہا "ہاں گانا بہت دردناک ہے۔ اندھے کے دل کی تمام کیفیت بتا رہا ہے"۔ یکایک اس آدمی کا ہاتھ جیب میں گیا۔ لڑکی کا چہرہ چمک اٹھا۔ لیکن اس آدمی کا ہاتھ جیب سے خالی باہر آیا۔ شاید دل نے منع کر دیا۔ خالی ہاتھ دیکھ کر پھر لڑکی کا چہرہ مرجھا گیا۔ دونوں آدمی پھاٹک کے اندر گھس گئے۔

پھر ایک آدمی چھوٹی سی لڑکی کو ہمراہ لئے ہوئے پھاٹک کے اندر گھسا۔ لڑکی نے بانسری کی پر درد آواز سن کر کہا "بابا مجھے اس کا گانا سن کر ڈر لگتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی رو رہا ہے۔ آدمی نے کہا "ہاں گانا دردناک ہے"۔ پھر غریب لڑکی کی آواز ہوا میں گونجی۔ لڑکی یہ سن کر بولی "بابا اس کو پیسہ دے دو"۔ آدمی نے گھڑک کر کہا "چپ رہ! ایسے دھوکہ باز آدمی ہزاروں کی تعداد میں گھوم رہے ہیں۔ کس کس کو پیسہ دیتا پھروں"۔ لڑکی نے منت آمیز لہجہ میں کہا "نہیں بابا! وہ دھوکہ باز نہیں۔ اندھا ہے" آدمی نے پھر گھڑک کر کہا "چپ! تجھے کیا معلوم پیسہ لینے کے لئے کبھی اندھے بن جاتے ہیں"۔ وہ دونوں بھی گذر گئے۔ یہ سن کر اندھے فقیر کا کلیجہ چھلنی ہو گیا۔ وہ اور بھی دردناک الاپنے لگا۔ بانسری کی تیز آواز خاموشی کو چیرتی ہوئی چاروں طرف گونجنے لگی۔ اور حسرت بن کر برسنے لگی۔ میں ابھی تک وہیں کھڑا تھا۔

(۲)

آخر کار لوگ آنے بند ہو گئے۔ تماشہ شروع ہو گیا۔ اندھا فقیر لاٹھی ٹیک کر اٹھا۔ اور لڑکی اس کی انگلی پکڑ کر ایک طرف کو چل دی

لڑکی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا " ہائے! کچھ نہ ملا - آس تو بہت تھی — ہزاروں - آدمی گذر گئے لیکن ذرا ترس نہ آیا " اندھے نے کہا " ہماری قسمت میں یہی لکھا تھا - قسمت کے آگے کسی کی پیش چل سکتی ہے؟ " لڑکی نے کہا " اب کیا ہوگا ماں کا؟ " اندھا " ہوگا کیا؟ مرجانے دو " یہ کہتے کہتے اس کی انکھوں سے دو آنسو ٹپک پڑے - لڑکی یہ سن کر رونے لگی - اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی - اس نے سسکتے ہوئے کہا " نا بھیا ایسا نہ کہو، نہ کہو!! ایسے برے الفاظ زبان پر نہ لاؤ - ورنہ میں مرجاؤں گی - بھیا! " وہ اس کو چپ کرنے لگا - " اچھا نہ رو، پھر میں ایسا نہ کہوں گا - لوگوں پر غصہ آگیا تھا - اس لئے یہ بات کہہ بیٹھا " وہ اس کو چمکارنے لگا - لیکن وہ چپ نہ ہوئی روتی ہی گئی - اس کے آنسو موسم برسات کے بادلوں کی طرح امڈے چلے آرہے تھے -

میں کھڑا حیران ہو رہا تھا - کہ کیا دنیا میں کوئی ایسا بے بس بھی ہو سکتا ہے؟ اندھے فقیر نے بانسری بجانا بند کر دیا تھا - لیکن اس کی تانیں ابھی تک میرے دل میں گونج رہیں تھیں - اور دل کی دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر واپس آرہی تھیں - لڑکی کی گریہ وزاری سن کر مجھ سے نہ رہا گیا - میں اندھے فقیر کے پاس آکر بولا - کیوں؟ کیا بات ہے؟ یہ لڑکی رو کیوں رہی ہے -؟

اندھا " کچھ نہیں سرکار ماں مر رہی ہے " ایسے دردناک الفاظ میں نے پہلے کبھی نہ سنے تھے - میں نے پوچھا " کیوں کیا بھوکی ہے؟ " اس نے کہا " نہیں بھوکی نہیں - بیمار ہے - کڑاکے کا جاڑا پڑ رہا ہے - اور اس کے پاس تن ڈھانپنے کے لئے کوئی کپڑا نہیں - امید تھی کہ پیسے جمع کر کے ایک موٹا جھوٹا کمبل لے لوں گا - لیکن پیسے کہاں؟ اب وہ اس پیڑ کے نیچے پڑی کانپ رہی ہے اور درد کے مارے کراہ رہی ہے "

یہ کہتے کہتے پھر فقیر کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ لڑکی کی تکلیف بھی پھر تازہ ہوگئی اب مجھ سے نہ رہا گیا۔ ان کی حالت دیکھ کر مجھے سخت افسوس ہوا۔ میرا ہاتھ جیب میں گیا۔ اور میں نے اندھے کو ایک پانچ روپے کا نوٹ پکڑا دیا۔ فقیر حیران رہ گیا۔ اس کو معلوم ہوا گویا وہ خواب دیکھ رہا ہے۔ اس نے نوٹ لے لیا اور مجھ کو دعا دی۔ یہ دعا دل سے نکلی تھی۔

میرے دل میں جو رنج و غم پہلے تھا سب کافور ہوگیا۔ جو اچھی اچھی چیزیں خریدنے کے میں نے منصوبے باندھ رکھے تھے وہ سب خاک میں مل گئے لیکن مجھے افسوس نہیں ہوا۔ کیوں کہ مجھے ایک بیش بہا چیز ملی۔ اور وہ چیز تھی حقیقی خوشی۔

آج مجھے معلوم ہوا کہ حقیقی خوشی کیا ہوتی ہے

جے رتن متعلم جماعت نہم
احمد نگر

انعامی معمے کا حل

ماہ فروری کے رسالہ ہونہار میں جو معمہ شائع ہوا تھا اس کا حل "محمد مرتضیٰ علی" ہے تقریباً ۱۵ صاحبان نے اس معمہ کا صحیح جواب لکھ کر بھیجا۔ فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی کیا گیا اور "عبد الرحمن صاحب کشمیری بلوچستان" کا نام نکلا اس لئے انعام انہیں کو دیا گیا۔

(حاجی محمد سعید مسلم پنجابی اسکول دہلی)

ایک عجیب کھیل

ہونہار بچو! آج ہم تمہیں ایک نیا کھیل بتلاتے ہیں ذرا غور سے سنو اور سمجھو۔

ایک گتہ یا ٹین کا گول ٹکڑا کاٹو جو کم از کم ایک روپے کے برابر ہو۔ اس کی ایک طرف ایک پرند بناؤ اور دوسری طرف ایک پنجرا۔ جیسے کہ نیچے بنا ہوا ہے۔ ٹکڑے کے سرے پر ایک سوراخ کر کے اس میں ایک ڈورا باندھو اور اس ٹکڑے کو انگلی سے مار کر زور سے پھراؤ تم کو پرند پنجرہ میں بیٹھا ہوا معلوم ہوگا۔

شکل نمبر ۲　　شکل نمبر ۱
جال
انگلی سے مارنے کی جگہ
خاکہ

(محمد سعید [illegible])

شریف نذیر

نذیر منزل
نذیر آباد۔ ۱۲ مارچ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

دعا۔ پیار۔ تمہارا خط ملا۔ دل کو نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ مجھے تمہارے بورڈنگ کے سپرنٹنڈنٹ سے معلوم ہوا ہے کہ تمہارا سالانہ امتحان ۱۵ ماہ حال سے ہوگا۔ بیٹا اب تو یہ نہایت ہی نازک وقت ہے۔ ان دو دنوں میں تم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ جو کچھ تم پہلے کر چکے ہو وہی آخر میں ظاہر ہوگا۔ اگر تم نے دل لگا کر محنت کی ہے اور اپنے اسباق کو خوب یاد کیا ہے تو تمہیں اس کا اجر ملے گا اور کامیاب ہو جاؤ گے اور تمہارے ساتھی بھی تمہاری تعریف کریں گے۔ بیٹا! اب دیکھنا ایسا نہ ہو کہ تمہارے ہیڈ ماسٹر صاحب کی طرف سے کچھ تمہاری شکایت آئے۔ اس سے مجھے بہت رنج ہوگا۔ تمہاری آئندہ زندگی اور فائدے کے لئے یہ چند نصیحتیں روانہ کی جاتی ہیں۔ اگر تم ان پر کاربند ہوگے تو ایک قابلِ فخر انسان کہلا سکو گے۔

۱۔ ہمیشہ ایسی باتیں کہو جس سے سننے والا خوش ہو۔ بھدی اور گندی باتیں زبان سے نہ نکالو۔
۲۔ شریف اور نیک لڑکوں کی صحبت اختیار کرو۔
۳۔ گفتگو کم کرو مگر وہ شیریں اور بامعنی ہو۔
۴۔ اپنے ماں باپ اور اُستاد کی عزت کرو۔ اور ان کی بتائی ہوئی نیک باتوں پر عمل کرو۔
۵۔ اپنی حیثیت سے بڑھ کر خرچ نہ کرو۔
۶۔ غصہ کو ضبط کرنا اچھا ہے۔
۷۔ جس کام کو کرو نہایت اچھی طرح انجام دو
۸۔ ذرا ذرا سی بات پر بگڑ جانا اچھی بات نہیں ہے ضبط اور تحمل کی عادت ڈالو۔
۹۔ اگر تم اپنی عزت چاہتے ہو تو دوسروں کی عزت کرو
۱۰۔ نہ سنو گر برا کہے کوئی۔ نہ کہو گر برا کرے کوئی
بخش دو گر خطا کرے کوئی۔ روک لو گر غلط چلے کوئی

تمہاری والدہ تمہیں دعائیں دیتی ہیں۔ بھائی اور ہمشیرہ سب سلام کہتے ہیں۔ فقط

راقم۔ بشیر

جواب

سراج نگر۔ بورڈنگ ہاؤس
۱۴ مارچ

جناب قبلہ و کعبہ والد ماجد صاحب دام ظلکم

السلام علیکم۔ آپ کا نہایت قیمتی اور نصیحتوں سے بھرا ہوا خط کل شام کو ملا۔ بہت دیر تک دیکھتا اور سوچتا رہا کہ اس خط کا جواب کیوں کر اور کس طرح دیا جاوے۔ بندے نے اپنے تمام اسباق اور دوسری کتابوں کو خوب ذہن نشین کر لیا ہے۔ آپ یہ سن کر خوش ہوں گے کہ ہمارے سپرنٹنڈنٹ صاحب کی کوشش سے بورڈنگ میں بجلی لگ گئی ہے اور

آئے دن کے جھگڑوں مثلاً آج تیل لانا ہے۔ چمنی ٹوٹ گئی ہے۔ بتی ختم ہو گئی ہے۔ چمنی کو صاف کرنا ہے" وغیرہ وغیرہ سے نجات مل گئی ہے سالانہ امتحان کل سے شروع ہوگا۔ پہلا پرچہ اسلامیات کا ہے۔ پہلی تاریخ تک نتیجہ نکل جائے گا۔ نتیجہ سے آپ کو مطلع کروں گا۔ امی کو سلام۔ بھائیوں کو پیار۔ فقط والسلام آپکا خادم "نذیر"

محنت کا پھل

سراج نگر۔ بورڈنگ ہاؤس

۲۹ مارچ

جناب والد صاحب۔ قبلہ گاہی

السلام علیکم۔ آج خدا خدا کر کے جناب ہیڈ ماسٹر صاحب نے نتیجہ کا اعلان کیا جس میں بندے نے نہایت کامیابی کے ساتھ امتحان پاس کیا ہے اور اسکول کی جانب سے مبلغ عہ روپے ماہوار وظیفہ کا مستحق ہوا ہوں۔ بچارا انور صرف چند نمبروں سے ریاضی میں فیل ہو گیا ہے۔ کیا آپ براہِ مہربانی نئی کتابوں اور ماہانہ خرچ کے لئے کچھ روپیہ روانہ کر دیں گے۔ جناب امی صاحبہ اور ہمشیرہ صاحبہ کو سلام۔ راقم آپ کا تابعدار "نذیر"

ماں کی طرف سے جواب

نذیر منزل۔ نذیر آباد

۵ اپریل

پیارے بیٹے۔ جیتے رہو

بیٹا! آج میری دعائیں پوری ہو گئیں۔ تمہارے پاس ہونے سے ہمیں بہت خوشی ہوئی تمہارے والد صاحب کو پرسوں سے بخار چڑھا ہوا ہے۔ انھوں نے جب تمہارے پاس ہونے کی خبر سنی تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور تین دن کے بعد آج باتیں کرنے لگے ہیں۔ انور غریب روتا ہے۔ اس کے ماں باپ اس کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ تمہارے والد صاحب نے آج تمہارے لئے ایک قیمتی سوٹ سلوانے کے لئے دیا ہے اور ایک نہایت عمدہ گھڑی اور ایک نفیس فاؤنٹین پین بھی تمہارے لئے خریدا گیا ہے جب سوٹ تیار ہو جائے گا تو یہ تمام چیزیں تمہارے لئے روانہ کر دی جائیں گی۔

اب تم پڑھائی کا خاص خیال رکھنا۔ کھیلوں میں بھی حصہ لیتے رہنا اس سے تمہاری تندرستی ٹھیک رہے گی۔ اس کے علاوہ تم نماز اور قرآن شریف کی تلاوت میں ہرگز ہرگز ناغہ نہ ہونے دینا بیٹیا اب تم اپنے نفع و نقصان کو بخوبی سمجھ سکتے ہو۔ تمہارے واسطے مبلغ ۳۵ روپے روانہ کئے جاتے ہیں۔ رسید سے اطلاع دینا۔

تمہاری ہمشیرہ تمہارے لئے ایک نہایت عمدہ میز پوش کاڑھ رہی ہیں۔ اس میں تمہارا نام بھی عمدہ طریقے سے لکھا گیا ہے جو کہ تیار ہونے پر جلد از جلد روانہ کیا جاوے گا۔ اپنے بھائیوں اور ہمشیرہ کی طرف سے سلام — راقمہ تمہاری امی

[illegible]

بیوقوف میزبان

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کہیں ایک امیر آدمی رہتے تھے۔ خدا کے فضل سے سب نعمتیں گھر میں موجود تھیں۔ اللہ میاں نے ایک بیٹا بھی دے دیا۔ میاں صاحبزادے تھے خیر سے بہت عقلمند۔ جب ان کے والد صاحب کے مرنے کا وقت قریب آیا تو انھوں نے کہا کہ میرا بیٹا ہے عقل کا ذرا پورا چلو اُسے چند وصیتیں کر دیں۔ تاکہ آیندہ کہیں ہمارے خاندان کی ناک نہ کٹوائے۔ بلا کر کہنے لگے۔

باپ۔ دیکھو بیٹے آدمی کو ہمیشہ عقلمندی سے کام لینا چاہئے۔ تمہیں معلوم ہے کہ میرا وقت قریب ہے۔ اگر کوئی شخص میری تعزیت کو آئے تو تم خوب بھاری کپڑے پہننا۔ میٹھی میٹھی، نرم نرم باتیں کرنا۔ اس کو اونچی جگہ پر بٹھانا۔ اس کے کھانے کے لئے بڑھیا بڑھیا اور قیمتی چیزیں پکوانا۔ غرض خوب خاطر مدارات کرنا۔

بیٹا۔ ایسی باتیں اللہ چاہے (خدانخواستہ کی جگہ) کیوں کرتے ہیں؟ آپ فکر نہ کریں میں میں ایسا ہی کروں گا۔"

ابا جان تو رخصت ہو گئے اور صاحبزادے سیاہ و سفید کے مالک بن بیٹھے۔

ایک دن ایک صاحب پرسے کو آئے لازموں نے خبر کی کہ کوئی صاحب تشریف لائے ہیں۔ اب صاحبزادے نے نوکروں کو حکم دیا کہ جاؤ بھاری بھاری کپڑے لے آؤ۔ اب کوئی صندوق لاتا ہے۔ کوئی الماری دیکھتا ہے۔ کوئی بیگ ٹٹولتا ہے۔ کوئی دراز کھولتا ہے اور عمدہ عمدہ انگرکھے، قیمتی قیمتی شیروانی اور اچکنیں لاتے ہیں مگر میاں صاحب فرماتے ہیں ارے احمقو! بھلا دیکھو تو یہ انگرکھا بھاری ہے؟ ذرا تو لو تو ڈھائی چھٹانک کا بھی نہیں ہے۔ ہٹو تم سب کے سب بیوقوف ہو میں خود ڈھونڈھ نکالوں گا۔" یہ کہکر ایک بڑی کوٹھری کھلوائی جس میں چاندنیاں، قالین دریاں، توشکیں، جازمیں وغیرہ تھیں ایک ایک عدد کو ہاتھ میں اٹھاتے تھے اور

کہتے تھے " اوں ہوں کچھ نہیں یہ تو پندرہ
بیس سیر کا ہے۔ آخر ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے
ایک بڑا سارا ایرانی قالین ملا جو کم از کم دو من
کا تھا۔ وہ بے ساختہ بول اٹھے " آہا یہ مل گیا
دیکھو تو یہ ہے بھاری"۔ پھر اس کو اوڑھ کر
دیوان خانے میں بیٹھے اور نوکر سے کہا جاؤ
مہمان صاحب کو بلا لاؤ۔ مہمان صاحب اندر
داخل ہوئے اور صاحبزادے کو والد کی
وصیت یاد آئی کہ "مہمان کو اونچی جگہ بٹھانا"
سارے میں دیکھا کہ اونچی جگہ کون سی ہے۔
کبھی کہتے کہ سیڑھی منگواؤں۔ کبھی کہتے کہ
میز پر بٹھاؤں۔ پھر خیال آیا کہ چلو منڈیر
پر بٹھا دو۔ کہنے لگے کہ "چچا جان تشریف رکھئے"
وہ بیچارے بیٹھنے لگے تو صاحبزادے نے کہا:
"چچا جان آپ تو تکلف کرتے ہیں" اور ہاتھ
پکڑ کر کہا " اٹھئے اونچی جگہ بیٹھئے آپ کا گھر
ہے۔ یہ بات نہ ہوگی۔ چھت کی منڈیر پر بیٹھئے"
مہمان " ارے میاں کیا منڈیر پر بیٹھوں؟"
میزبان۔ "جی ہاں وہیں بیٹھنا ہوگا۔ تکلف
نہ کیجئے"۔

غرض وہ انکار اور یہ اصرار کرتے رہے
آخر نوکروں کو حکم ملا کہ "وہ انھیں اوپر بٹھا دیں"
بس پھر کیا تھا ایک نے ہاتھ پکڑا۔ ایک نے
پاؤں اور مہمان کو ڈنڈا ڈولی کرکے اوپر بٹھا دیا
مہمان کہنے لگے " افسوس ہمارے محترم دوست
آپ کے والد صاحب کوچ کر گئے"

میزبان صاحب وصیت کے مطابق
فرمانے لگے " جی ہاں شکر "

مہمان۔ "میں نے اور انھوں نے ساتھ ہی
ساتھ تعلیم شروع کی۔ وہ میرے ہم جماعت تھے"
میزبان۔ "جی ہاں حلوہ "
مہمان " اور ساتھ ہی مڈل اور انٹرنس پاس کیا"
میزبان " جی ہاں قلاقند "

اب مہمان دل میں حیران ہے کہ یا الہی!
یہ ماجرا کیا ہے۔ یہ شکر، حلوہ اور قلاقند
کے کیا معنی۔ پھر بولے:
مہمان: "ہم ساتھ ہی ساتھ گریجویٹ ہوئے"
میزبان۔ " درست ہے رس گلہ "

مہمان۔ "اور ساتھ ہی ملازم بھی ہوگئے"

میزبان" ٹھیک ہے ربڑی"

مہمان:" وہ میرے بہت ہی گہرے دوست تھے۔

میزبان۔" جی صاحب روئی (نرم نرم باتیں)

مہمان" اتفاق یہ ہے کہ پنشن بھی ساتھ ہی ساتھ ہوئی"

میزبان" جی ہاں ریشم"

مہمان" اور اب بھی اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی"

میزبان" جی ہاں بالائی"

مہمان (روکر) "مگر افسوس وہ مجھسے پہلے ہی چل بسے"

میزبان "(روکر) جی ہاں برفی"

اسی طرح نرم نرم اور میٹھی میٹھی گفتگو ہوتی رہی۔ پھر میزبان صاحب کو کھانے کا خیال آیا اور نوکروں کو الگ لے جاکر کہنے لگے "بھئی کھانے کا انتظام تو کرو"

نوکر۔ "حضور! آپ ہی بتائیں کیا پکائیں؟"

آقا۔ "کسی قیمتی اور بڑھیا چیز کا نام بتاؤ"

نوکر:" حضور انڈے۔ مرغی وغیرہ"

آقا" ارے وہ تو بس حد سے حد چار پانچ روپے میں تیار ہو جائیں گے"

نوکر:" دنبہ۔ بکرا....."

آقا۔ ہشت۔ بس دس گیارہ روپے کا؟ (کچھ سوچ کر) "ارے وہ دیکھو تو والد صاحب نے ایک کتوں کی جوڑی خریدی تھی تمہیں یاد ہے کہ کتنے کی تھی"؟

نوکر" حضور ڈھائی سو کی تھی"

آقا:" بس بس۔ بس ٹھیک ہے جاؤ۔ جلدی ذبح کرو۔ دیر نہ کرو"

نوکر۔ " حضور کتے"؟

آقا۔" ارے ہاں کتے۔ بڑھیا نہیں ہیں کیا؟"

نوکر بیچارے دم بخود۔ کتوں کے گوشت کی بریانی، شامی کباب اور کوفتے وغیرہ پکالائے۔ اور مہمان نے کھانا شروع کیا۔ تعریف بھی ساتھ ہی ساتھ کرتے جاتے تھے کہ واہ وا! کیا مزے کا کھانا ہے۔

میزبان:۔ جی ہاں۔ مگر آپ کھائیے تو سہی ہاتھ نہ کھینچیے۔"

مہمان۔ نہیں بھئی کھا رہا ہوں۔ دیکھو نوالہ ہاتھ میں ہے۔ سبحان اللہ بریانی تو بس بریانی ہی ہے۔"

تعریفیں سنتے سنتے آخر میزبان صاحب کو غصہ آ گیا۔ اور کہنے لگے:۔

میزبان" آپ تعریفیں ہی تعریفیں کئے جاتے ہیں۔ خبر بھی ہے کہ اس کھانے میں میری ڈھائی سو روپے کی کتوں کی جوڑی خرچ ہوئی ہے۔"

مہمان۔ ارے کیا کہا "کتے" ؟

میزبان" جی ہاں کتے"

مہمان۔" ارے توبہ یہ کیا کیا ؟ ارے کوئی نمک پانی لاؤ۔ آخ تھو"

یہ کہکر بھاگے۔ آگے آگے مہمان پیچھے پیچھے میزبان دوڑ رہے تھے اور میزبان صاحب یہ کہتے جاتے تھے کہ "چچا جان ! ذرا ٹھہرئیے تو۔ پان تو کھاتے جائیے۔" مگر چچا جان نہ ٹھہرے اور آخرکار بیوقوف میزبان تھک کر بیٹھ گئے

(مرسلہ شان الحق حقی دہلوی از پشاور)

بیوقوفی کی نشانیاں

چار چیزیں بے وقوفی کی نشانیاں ہیں ان کا جاننا ضروری ہے۔

(۱) اپنا عیب نہ دیکھنا اور دوسروں کی عیب جوئی میں پڑنا۔

(۲) خود تو کنجوسی اختیار کرنا اور دوسروں سے سخاوت کی امید کرنا۔

(۳) جس آدمی کی عادت سے مخلوق کو چین نہیں اس سے خدا بھی خوش نہیں ہوتا۔

(۴) جو آدمی بدگوئی کا پیشہ اختیار کرتا ہے اس کا کام ہمیشہ تباہ اور برباد رہتا ہے۔

جو آدمی رات دن سونے (خواب) کا شوقین ہے سمجھ لو کہ اس کی موت قریب ہے۔ زیادہ کھانا پینا اور سونا چوپایوں کا طریقہ ہے۔

(مرسلہ نبت مولانا محمد منعم الحقانی صاحب از دیوبند)

آج ہی سے رسالہ ہونہار کے خریدار بن جایئے

اور

جنوری ۱۹۳۱ء سے لے کر اب تک تمام پرچے منگوا لیجئے اس لئے کہ جنوری سے بچوں کے لئے ایک نہایت دلچسپ ڈرامہ "اسکول کی زندگی" شروع ہوا ہے جو اپریل میں ختم ہو جائے گا اس کے بعد ایک نہایت عمدہ ڈرامہ "بچوں کا انصاف" اسی رسالہ میں شائع ہوگا۔ پہلے کی بہ نسبت اب رسالہ کی ضخامت بڑھا دی گئی ہے اور تصاویر میں بھی اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس کا ایک نمبر بھی ضائع نہ کیجئے اور ابھی خریداری کے لئے ایک خط لکھ دیجئے

پتہ: منیجر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی

لڑکوں اور لڑکیوں کے پڑھنے کے قابل کتابیں

مضمون نویسی سکھانے والی کتابیں

سی پارۂ دل

یعنی مجموعہ مضامین حسن نظامی۔ ضخامت ۲۰۱ صفحے۔ کاغذ لکھائی چھپائی مرغوب۔ اس کتاب میں ۱۳۶ مضامین ہیں۔ تین مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اس کا ہر مضمون نہایت دلچسپ اور موثر ہے۔ جو شخص ایک دفعہ اس کتاب کو پڑھے اُسکو اردو لکھنی آجاتی ہے۔ قیمت دو روپے۔

اردو سکھانے کے مضامین

اس کتاب میں حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے وہ چھوٹے چھوٹے مضامین جمع کئے گئے ہیں جن کے پڑھنے سے خود بخود اردو نویسی کی مہارت پیدا ہوتی ہے۔ یہ وہ مضامین ہیں جن کی ہندوستان میں بہت دھوم ہو چکی ہے مثلاً ستاروں کی کمر تپ۔ آنکھوں کی زبان۔ تیندا ماروں وغیرہ ۲۲ صفحے۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت ۶؍

پڑوس کے سترہ باجی

۱۰۰ صفحے کا رسالہ ہے۔ اسمیں مکڑا۔ مکڑیوں۔ چیونٹیوں۔ مکھیوں۔ مرغیوں۔ کتوں۔ چوہوں گلہریوں کھٹملوں جھینگروں اور چھپکلیوں وغیرہ کے نہایت دلچسپ حالات حضرت خواجہ صاحب نے اپنے خاص انداز میں لکھے ہیں۔ پڑھنے کی چیز ہے۔ قیمت ۲؍

لڑائی کا گھر

ضخامت ۵۵ صفحے۔ قیمت ۶؍۔ یہ چھوٹے چھوٹے رسالوں کا مجموعہ ہے جس میں حسب ذیل مضامین ہیں۔ توپخانہ۔ بندوق۔ مکھی کا میدان جنگ۔ مچھر کا اعلان جنگ۔ بم۔ جرمن شہزادہ کی لاش۔ ہوائی جہاز۔

آپ بیتی حسن نظامی

یہ ۱۲۰ صفحے کی کتاب ہے لکھائی چھپائی اور کاغذ اعلیٰ درجے کا ہے۔ اس میں حضرت خواجہ حسن نظامی نے اپنی پیدائش سے سنہ ۱۹۱۹ء تک کے اپنے حالاتِ زندگی خود لکھے ہیں اور ہر چھوٹی بڑی بات کو خواہ وہ کیسی ہی پوشیدہ کیوں نہ ہو صاف ظاہر کر دیا ہے اور زندگی کے بعض ایسے تجربے بھی قلم بند کئے ہیں جنکے پڑھنے سے دوسروں کو فائدہ پہونچتا ہے۔ قیمت ۱۲؍

بچوں کی کہانیاں با تصویر

ضخامت مع تصاویر ۹۶ صفحے یعنی ۳۲ صفحے تصویروں کے ہیں۔ کاغذ لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ درجے کی۔ تصویریں مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر کی بنائی ہوئی نہایت عمدہ اور بچوں کے لئے پسندیدہ۔ یہ کتاب لیلیٰ خواجہ بانو صاحبہ اہلیہ حضرتِ خواجہ حسن نظامی کی لکھی ہوئی ہے۔ اسمیں وہ دلچسپ کہانیاں ہیں جو دہلی کے شریف گھرانوں میں ننھے بچوں کے سامنے کہی جاتی ہیں۔ لڑکے اور لڑکیاں شوق سے اُن کو پڑھتے ہیں۔ قیمت ۱۰؍

مسلمان بچوں کے دس سبق

ضخامت ۶۱ صفحے۔ اس میں حضرت خواجہ صاحب نے حسب ذیل دس سبق لکھے ہیں۔ اللہ ایک ہے۔ اسلام اور ایمان۔ یتیم حور کی گڑیا۔ بن ماں باپ کا غریب بچہ۔ نیم کے پھول۔ سگرٹ۔ پان کی پیک۔ ہیرامن طوطا۔ تاش کا اِکّہ۔ ان مضامین کو پڑھکر بچوں کے دل میں خود بخود اسلامی تاثرات پیدا ہوتے ہیں قیمت ۳؍

نوٹ۔ محصولڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔ ایک روپے سے کم کا وی پی روانہ نہ ہوگا

سب کتابیں ملنے کا پتہ۔ **نونہال بک ڈپو۔ بارہ ٹوٹی دھلی۔**

چند ضرورت کی چیزیں

انگریزی حروف کا جیبی چھاپے خانہ

ہر طالب علم اور کاروباری آدمی کو اس بات کا شوق ہوتا ہے کہ اپنے نام کی مہر ضرور ہو یا کارڈ اور لفافے جو وہ دوسروں کو بھیجے اس پر اپنا نام اور پتہ ضرور چھپا ہوا ہو۔ چھاپے خانہ میں چھپوانے یا مہر بنوانے میں بہت زیادہ روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ ان تمام دقتوں کو یہ پاکٹ پریس یعنی جیبی چھاپے خانہ دور کر سکتا ہے۔ اس کے حروف نہایت عمدہ اور صاف ربر کے بنے ہوئے ہیں اور برسوں کام دیتا ہے یہ مختلف قسم کے ہوتے ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔ ضروری سامان ہر ایک کے ہمراہ ہوگا

پریس نمبر ۱۔ اس میں چھوٹے اور بڑے دونوں طرح کے حروف ہیں۔ دو لائن بیک وقت چھاپ سکتا ہے۔ قیمت ۱۲ار

پریس نمبر ۲۔ اس میں بھی پریس نمبر ۱ کی بہ نسبت حروف زیادہ ہیں۔ تین بیلوں دار مہریں بھی ہیں جنہیں ایک دو اور تین لائن الگ الگ چھپ سکتی ہیں۔ یہ پریس بیک وقت ۴ لائن چھاپ سکتا ہے۔ سیاہی کا پیڈ بھی ہمراہ ہوگا قیمت دو روپے ۱۲ار (۱۲؍)

پریس نمبر ۳۔ اس میں ۲۰۰ سے زیادہ نہایت عمدہ بڑے اور چھوٹے حروف ہیں۔ کئی قسم کی بیلیں بھی ہیں۔ تاریخ وغیرہ چھاپنے کے لئے نمبر بھی ہیں۔ ۴ بڑی اور ۸ چھوٹی لائن بیک وقت چھپ سکتی ہیں نہایت عمدہ پریس ہے۔ قیمت پانچ روپے چار آنے

جیبی گلاس

سیر میں سفر میں شکار میں یہ گلاس ہر جگہ کام دیتا ہے

اس گلاس کے موجد نے اس کو اس طرح بنایا ہے اور چار ٹکڑے کر کے ان کو اس طرح ملایا ہے کہ جب چاہو کھول کر پانی پیو اور جب چاہو دبا کر جیب میں رکھ لو۔ نہایت کام کی چیز ہے۔ قیمت فی گلاس ۱۲ار

ڈیٹ پرنٹر (تاریخ چھاپنے کی مہر)

اس مہر میں تاریخ مہینے اور سنہ نہایت صاف اور عمدہ ربر کے تراشے ہوئے لگائے گئے۔ جو تاریخ مہینہ اور سنہ چاہو چھاپ لو عرصہ تک خراب نہیں ہوتی قیمت صرف ۱۲ار

پنسل تراش

اس کے ذریعہ سے پنسل نہایت صاف اور عمدہ بنتی ہے۔ قیمت فی عدد ۲ پیسے

سلولائڈ کا بنا ہوا نہایت خوش رنگ، خوبصورت اور مضبوط۔ قیمت ۱ار

نوٹ۔ ہر چیز کا محصول بذمہ خریدار ہوگا۔

پتہ۔ ایس۔ ایم۔ اسحاق اینڈ کو بارہ ٹوٹی دہلی۔

باہتمام فیاض حسین نسیم پرنٹر و پبلشر جید برقی پریس دہلی میں طبع ہو کر دفتر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی سے شائع ہوا

AN ILLUSTRATED AND MOST USEFUL URDU MAGAZINE FOR BOYS AND GIRLS
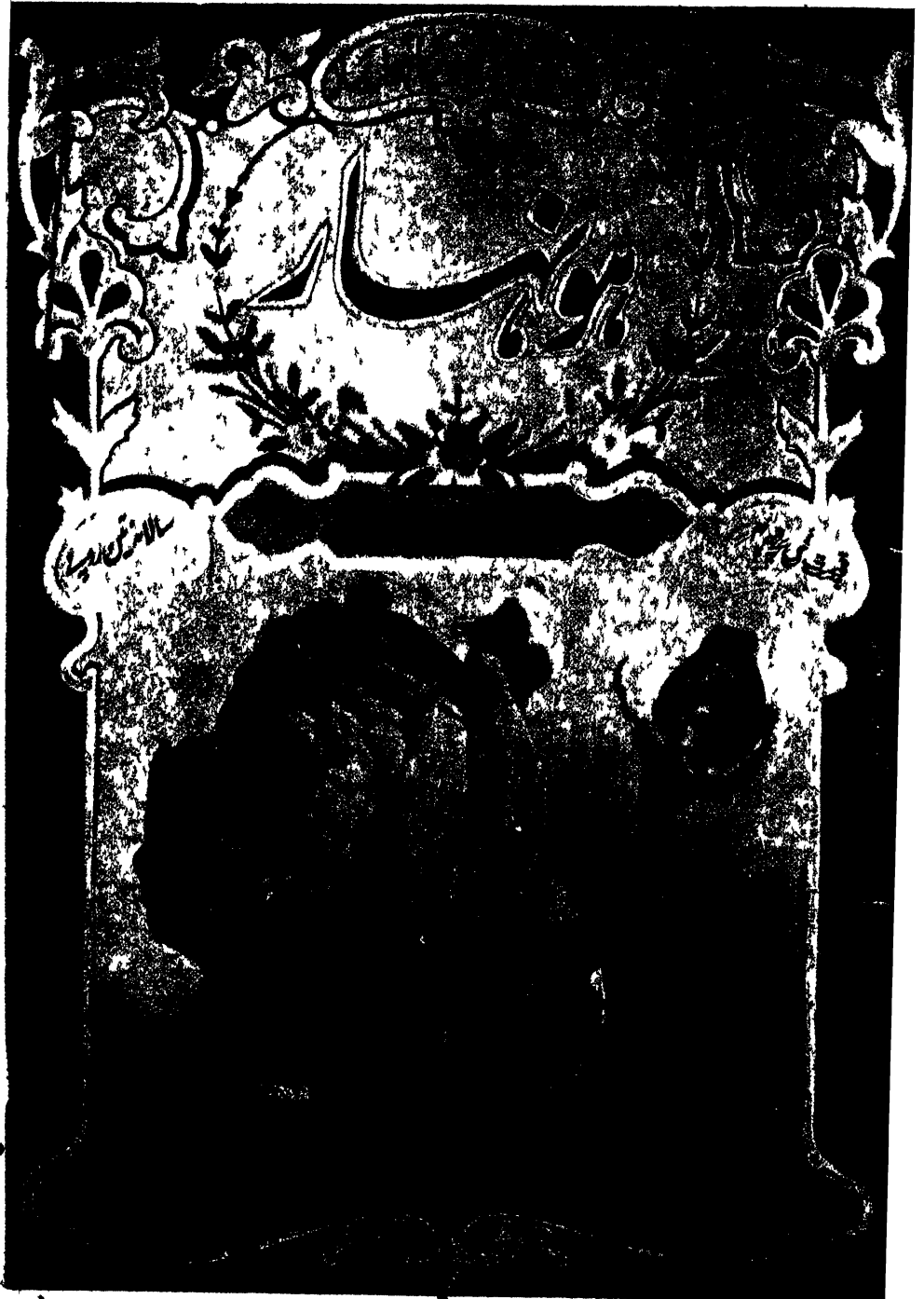
Annual subscription including postage Rs. 3-4-0.

اغراض و مقاصد

۱۔ ہندوستان کے مختلف فرقوں کے بچوں میں اتحاد پیدا کرنا۔

۲۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے ایسے مضامین شائع کرنا جن کے مطالعہ سے انھیں تعلیم سے دلچسپی ہو۔ اُن کی قابلیت بڑھے۔ اُن کی معلومات میں اضافہ ہو۔ اُن میں ترقی کرنے کا جذبہ پیدا ہو اور اُن کے اخلاق سُدھر جائیں۔

قواعد و ضوابط

۱۔ رسالہ ہونہار ہر ماہ کے وسط میں شائع ہوتا ہے۔

۲۔ اگر کبھی اتفاقاً رسالہ نہ ملے یا رسالہ پہونچنے میں دیر ہو جائے تو مہینہ کے آخر تک رسالے کے وصول نہ ہونے کی اطلاع دے دینی چاہئے۔ اس کے بعد طلب کرنے والوں کو قیمتاً بھیجا جائے گا۔

۳۔ رسالہ ہونہار کا سالانہ چندہ ۱۲ہ؎ بذریعہ وی پی ۱۲ہ؎ ششماہی ۶ہ؎ ہے۔

۴۔ غریب طالب علموں سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر صرف ۸ہ؎ چندہ لیا جائے گا۔

۵۔ خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور تحریر فرمائیے۔ جوابی امور کے لئے جوابی کارڈ یا ایک آنے کا ٹکٹ بھیجئے۔ بیرنگ خطوط وصول نہیں کئے جائیں گے۔

۶۔ تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام مینجر صاحب رسالہ ہونہار دہلی ہونی چاہئے۔

۷۔ مضامین و دیگر شکایات کے متعلق تمام خطوط ایڈیٹر صاحب رسالہ ہونہار کے نام آنا چاہئیں۔

۸۔ مضامین مختصر اور عام فہم ہونے چاہئیں جن کو بچے نہایت آسانی کے ساتھ سمجھ سکیں اور جو بچوں کے اخلاق سدھارنے اور اُن میں ترقی کا جذبہ پیدا کرنے میں معاون ہوں۔ "مینجر"

انڈین ہاکی فیڈریشن ٹیم جو ہندوستان کی نمائندہ قوم کی حیثیت سے دنیا کی مشہور ٹیموں سے مقابلہ کے لئے ہندوستان سے غیر ممالک کے دورہ پر روانہ ہونیوالی ہے -

یوروپ میں ایک نئی قسم کا مقابلہ

انگلینڈ کے لوگ جلد از جلد کرسی بنانے کے مقابلہ میں مصروف ہیں -
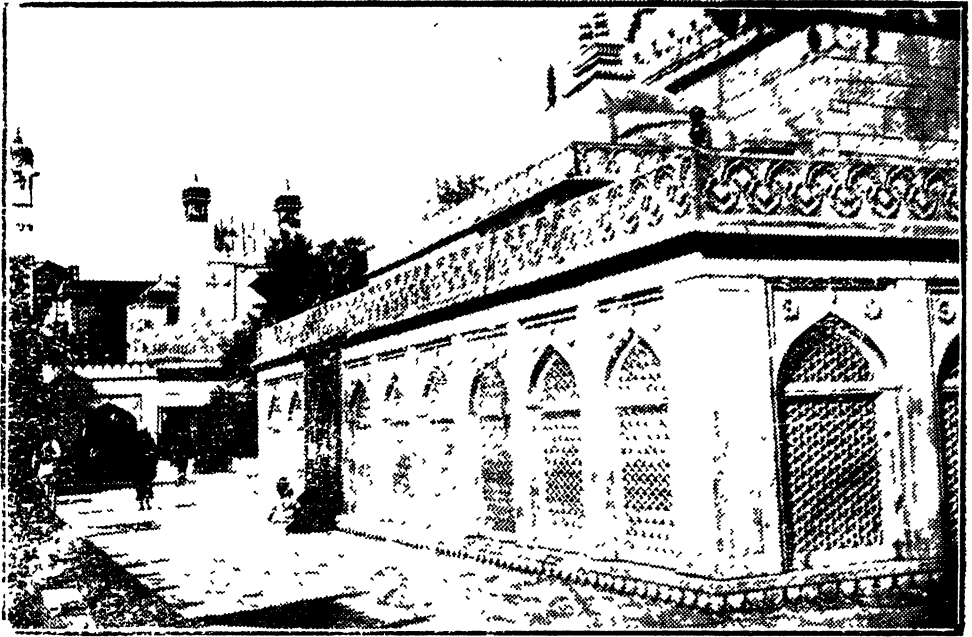
اجمیر میں خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کا ایک بیرونی منظر
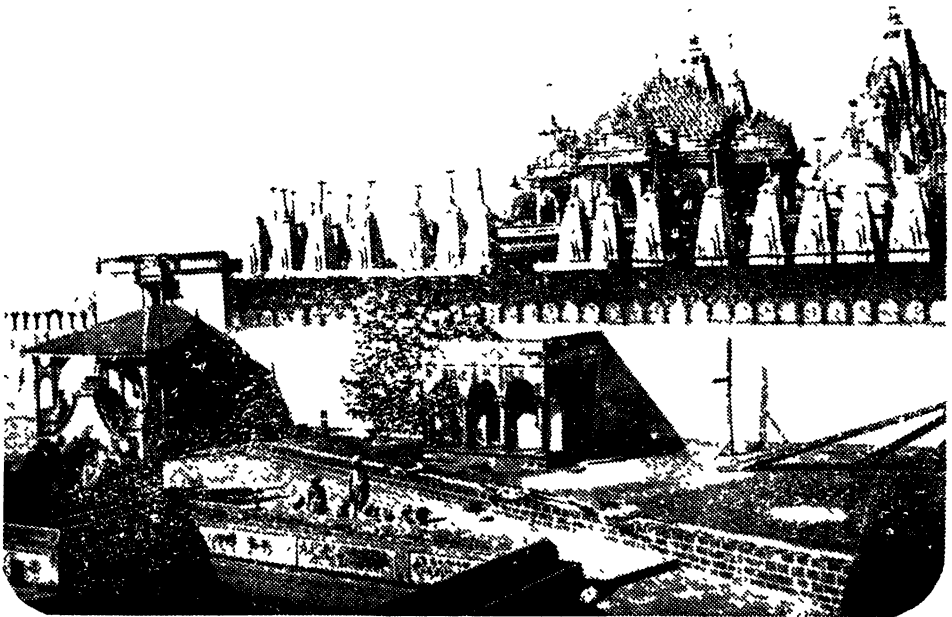
شترنجہ پہاڑ پر جینیوں کا ایک مندر

لڑکیوں اور لڑکوں کا باتصویر ماہوار رسالہ
ہونہار
جلد ۲
نمبر ۸
ایڈیٹر
فیاض حسین نسیم
جامعی
پتہ ۔ منیجر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی

فہرست مضامین رسالہ ہونہار بابت ماہ اگست ۱۹۳۱ء

علم و ہنر

جو بڑھنا ہے دنیا میں اے ہونہارو تو محنت کرو اور ہمت نہ ہارو

دکھا دو زمانے کو کچھ تم بھی کرکے
یہی دن یہی سن ہیں علم و ہنر کے
کرشمے دکھائیں گے اپنے اثر کے
خزانے بتائیں گے مال اور زر کے
گنوائے تو سن لو نہ گھر کے نہ در کے

جو بڑھنا ہے دنیا میں اے ہونہارو تم محنت کرو اور ہمت نہ ہارو

بڑھا ہے تو کوئی انھیں کی بدولت
ہے علم و ہنر کی زمانہ میں عزت
یہی سلطنت ہیں یہی ہیں حکومت
قلم کی ہے شاہی ہنر کی وزارت
کروگے نہ حاصل تو پاؤگے ذلت

جو بڑھنا ہے دنیا میں اے ہونہارو تو محنت کرو اور ہمت نہ ہارو

جو بے علم اور بے ہنر ہے جہاں میں
تو باہر کچھ عظمت نہ اپنے مکاں میں
نہ کچھ چین و راحت نہ امن و اماں میں
صداقت بیاں میں نہ سچ ہے زباں میں
گذرتی ہے عمر اس کی نشتر زیاں میں

جو بڑھنا ہے دنیا میں اے ہونہارو تو محنت کرو اور ہمت نہ ہارو

نشتر بلرامی

ہیضہ

یہ ایسا مرض ہے جس کے زہریلے جراثیم پانی یا کھانے میں مل کر جسم کے اندر زہریلا مادہ پیدا کر دیتے ہیں۔ تمام جسم میں زہر پھیل جاتا ہے۔ مریض کو قے اور دست ہو جاتے ہیں اور اگر فوری علاج نہ ہو تو مریض بہت جلد مر جاتا ہے۔

ہیضہ کے مریض کی پہچان

اس مرض کی پہچان یہ ہے کہ پیشاب بند ہو جاتا ہے اور سفید سفید پتلے دست آنے لگتے ہیں۔ بار بار قے ہوتی ہے۔ پٹھے اکڑنے لگتے ہیں اور طبیعت گر جاتی ہے۔

آج کل ملک میں چاروں طرف اس مرض کا زور ہے۔ جب کسی مریض میں اوپر لکھی ہوئی علامتیں پائی جائیں تو اس وقت غفلت نہیں کرنی چاہئے بلکہ فوراً کسی اچھے حکیم یا ڈاکٹر کی اس کی اطلاع کرنی چاہئے یا اپنے شہر کی میونسپل کمیٹی کے محکمۂ حفظانِ صحت کے افسر کو اس کی اطلاع دینی چاہئے تاکہ مریض کا جلد سے جلد علاج کیا جا سکے

ابتدائی احتیاط

ہیضہ کے حملے سے محفوظ رہنے کے لئے شروع ہی میں حفاظتی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔ بہتر ہو کہ ہیضہ کا ٹیکہ لگوا لیا جائے اس سے ہیضہ کے حملے سے حفاظت ہو جاتی ہے۔

کھانے پینے میں احتیاط

ایسے کنوئیں جن پر لوگ غسل کرتے ہوں ان کا پانی نہیں پینا چاہئے اس زمانہ میں کنوؤں کے پانی میں جرمس پیدا ہو جاتے ہیں جو ہیضہ پیدا کرتے ہیں اس لئے مناسب یہ ہے کہ کنوئیں کا پانی جوش دے کر صراحیوں میں بھر دیا جائے اور پینے میں

اسی پانی کو استعمال کیا جائے۔ اِس پانی سے تسکین ہو جاتی ہے اور بار بار پیاس نہیں لگتی۔ نَل کا پانی کنوئیں کے پانی سے بہتر ہوتا ہے اِس لئے کہ وہ صاف کیا ہوا ہوتا ہے۔ اِس زمانہ میں ٹھنڈا اور باسی دودھ کبھی نہیں پینا چاہیئے۔ دودھ ہمیشہ گرم کر کے اور جوش دے کر استعمال کرنا چاہیئے۔

کھانے میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ ایسی ترکاریاں یا پھل جو گلے اور سڑے ہوئے ہوں اور جو مکھیوں سے محفوظ نہ رکھے گئے ہوں ان کو کبھی استعمال نہ کرنا چاہیئے۔

بازار کی مٹھائیوں سے جہاں تک ہو سکے پرہیز کرنا بہتر ہے۔ صرف اُن دوکانوں سے کھانے پینے کی چیزیں خریدنی چاہئیں جو صاف ستھری ہوں اور اپنی چیزوں کو گرد و غبار اور مکھیوں سے محفوظ رکھتی ہوں۔

کھانا کھاتے وقت پیاز، سرکہ اور نیبو کا استعمال بہت مفید ہے۔ کھانا بھوک سے کچھ کم کھانا چاہیئے اور ایسی غذا کھانی چاہیئے جو بہت جلد ہضم ہو جائے۔ ایسا کھانا یا ایسی چیزیں جو مکھیوں سے محفوظ نہوں اُن کو کبھی استعمال نہ کرنا چاہیئے۔

گھر کی صفائی اپنے رہائشی مکان کو بہت صاف رکھو۔ گھر میں کوڑا کرکٹ کبھی جمع نہ رہنے دو بلکہ اُس کو بہت جلد سرکاری ٹبوں یا کسی کوڑے کی جگہ ڈلوادو اس لئے کہ مکھیاں اکثر کوڑے کرکٹ ہی میں پرورش پاتی ہیں اور ان کی تعداد بڑھتی چلی جاتی ہے۔ گھروں میں غلیظ جگہوں کو فنائل سے دھونا بہتر ہے اس سے ہیضہ کے جرمس فنا ہو جاتے ہیں۔

ہیضہ کا مریض اگر کسی گھر میں ہیضہ کا مریض ہو تو اُس کی اطلاع فوراً اپنے شہر کے محکمہ حفظانِ صحت کو کرنی چاہیئے۔ مریض کے قے اور دستوں پر فوراً راکھ یا چونا ڈال کر وہ جگہ بہت جلد صاف کر دینی چاہیئے تاکہ اُس کے جرمس دوسری جگہ نہ پھیل جائیں۔ ایڈیٹر

آپس کی بات چیت

رسالہ ہونہار کی قیمت میں تخفیف

رسالہ ہونہار کی حالت خدا کے فضل و کرم سے بہت بہتر ہوتی جا رہی ہے اور اب ہم اس قابل ہو گئے ہیں کہ رسالہ کے سالانہ چندے میں کچھ تخفیف کر دیں لہذا اب رسالے کا چندہ بجائے [illegible] کے صرف تین روپے لیا جائے گا اور غریب طلبہ سے جو ہونہار پڑھنے کا شوق رکھتے ہیں صرف دو روپے آٹھ آنے لئے جائیں گے۔

رسالہ ہونہار کے نام کی نقل

جولائی ۱۹۳۰ء کے ہونہار میں ناظرین کو مطلع کیا گیا تھا کہ لاہور سے ہمارے رسالے کے نام پر اور ایک رسالہ ہونہار شائع کیا گیا ہے۔ ہم نے رسالہ ہونہار لاہور کے کارکنان کو توجہ دلائی تھی کہ وہ اپنے رسالے کا نام تبدیل کر دیں ہماری طرف سے لاہور کے بعض معزز حضرات نے شیخ محمد نصیر صاحب ہمایوں مالک رسالہ ہونہار سے اس کے متعلق گفتگو کی لیکن انہوں نے کوئی تسلی بخش جواب دیا۔

اسی اثنا میں رسالہ ہونہار لاہور کچھ عرصہ کے لئے بند ہو گیا۔ ہم سمجھے کہ شاید ہماری درخواست پر غور فرما کر ایسا کیا گیا ہے۔ لیکن ایک عرصہ کے بعد دوسرے ایڈیٹر صاحب کی ادارت میں رسالہ دوبارہ شائع کیا گیا۔ اس لئے ایڈیٹر صاحب کی خدمت میں پھر ایک خط روانہ کیا گیا کہ وہ رسالہ ہونہار کے نام کے متعلق کوئی اطمینان بخش فیصلہ کر لیں اس لئے کہ موجودہ صورت دونوں کے لئے تکلیف دہ اور نقصان پہونچانے والی ہے۔ نہایت افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ ایڈیٹر صاحب نے ہمارے اس خط کا بھی جواب نہ دیا۔

میں جولائی ۱۹۳۱ء کے آخری ہفتے میں ایک ضروری کام سے لاہور گیا اور ہونہار

کے دفتر میں جاکر شیخ محمد نصیر ہمایوں صاحب وایڈیٹر صاحب سے ملاقات کی۔ محمد نصیر ہمایوں صاحب نے فرمایا کہ ہمیں آپ کے رسالے کا علم نہ تھا اس لئے ہونہار نام رکھ لیا اگر ہمیں پہلے سے آپکے رسالے کا علم ہوتا تو دوسرا نام تجویز کر لیتے۔ مجھے یہ سُن کر حیرت ہوئی اس لئے کہ ہمارا رسالہ اُن کے رسالے سے تقریباً پانچ ماہ پیشتر جاری ہو لہے۔ لاہور اور تمام ہندوستان کے رسائل اور اخبارات جنوری اور فروری ۱۹۳۱ء میں اس پہ ریویو کر چکے ہیں۔ لاہور کا نگریس کے موقعہ پر اس کے اشتہارات تقسیم کئے گئے اور پوسٹر چسپاں کرائے گئے۔ لاہور کے ایجنٹوں نے اس کو فروخت کیا۔ لاہور کا تعلیم یافتہ طبقہ اچھی طرح واقف ہے کہ دہلی سے رسالہ ہونہار نکلتا ہے ایسی صورت میں شیخ صاحب جو لاہور میں ایک بڑے کتب خانے کے مالک ہیں اُن کا یہ فرمانا کہ ہمیں آپ کے رسالے کا علم نہ تھا ایک عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے۔

ہم نے احتیاطاً اپنے رسالے کے نام کو کاپی رائٹ ایکٹ کے ماتحت تمام ہندوستان کے لئے رجسٹرڈ کرا لیا تھا لہذا رسالہ ہونہار لاہور کے کارکنان کو قانونی طور پر بھی اپنے رسالے کا نام "ہونہار" رکھنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ ہم ایک مرتبہ پھر شیخ صاحب کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں کہ اگر وہ واقعی ملک کے بچوں کی کوئی تعلیمی خدمت انجام دینا چاہتے ہیں اور ان کا مقصد ہونہار کے نام سے تجارتی فائدہ حاصل کرنا نہیں ہے تو اُن کو اپنے رسالے کے نام کے تبدیل کرنے میں کوئی پس و پیش نہ کرنا چاہیئے اور سرکاری عدالت کے فیصلہ کرنے سے پیشتر اُن کو خود ہی اس کا فیصلہ کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ موجودہ صورت ہمارے اور اُن کے دونوں کے لئے تکلیف دہ ہے اور یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ امید ہے کہ شیخ صاحب ہماری اس مخلصانہ درخواست پر غور فرمائیں گے۔

"ایڈیٹر"

میرا دیش

پھولوں کا ہر سمت مہکنا   کلیوں کا ہر روز چٹکنا
باغوں میں پھولوں کا مہکنا   میووں کا شاخوں سے لٹکنا

جیسا میرا دیش ہے افسر ایسا کوئی دیش نہیں

کیسے اچھے اچھے دریا   وہ ان کا اٹھلا کر چلنا
دو بہنیں ہیں گنگا جمنا   دنیا میں ثانی نہیں اُن کا

جیسا میرا دیش ہے افسر ایسا کوئی دیش نہیں

دیکھو یہ ساون کی بہاریں   پڑتی ہیں ہر سمت پھواریں
ہرے بھرے پودوں کی قطاریں   بادل جن پر موتی واریں

جیسا میرا دیش ہے افسر ایسا کوئی دیش نہیں

شبنم نے پھولوں کو نکھارا   سورج نے کچھ اور سنوارا
کیسا سماں ہے پیارا پیارا   اک گلشن ہے بھارت سارا

جیسا میرا دیش ہے افسر ایسا کوئی دیش نہیں

مٹی ہے اکسیر یہاں کی   ایسی زمیں ہے اور کہاں کی
جھولی بھر دی سارے جہاں کی   کیوں کر ہو تعریف کساں کی

جیسا میرا دیش ہے افسر ایسا کوئی دیش نہیں

(گلدستہ لاہور)   حامد اللہ افسر میرٹھی

نپولین بوناپارٹ

نمبر ۴ - گذشتہ سے پیوستہ

جوں جوں زمانہ گذرتا گیا دوسرے لڑکے بھی اُس کے دوست بنتے گئے۔ جس طرح کہ کارسیکا میں وہ لڑکوں کا سردار بنتا تھا اِسی طرح وہ یہاں بھی لڑکوں کا لیڈر بن گیا۔ لڑکوں کی دو پارٹیاں بنا کر جھوٹ موٹ کی لڑائیاں لڑتا۔

ایک مرتبہ سخت برف باری (برف کی بارش) ہوئی۔ نپولین نے صحیح اور بڑے پیمانے پر لڑائی لڑنے کا بہترین موقعہ خیال کیا۔ لڑکوں کو دو پارٹیوں میں تقسیم کر دیا۔ برف کا ایک قلعہ بنایا۔ ایک پارٹی قلعہ کی حفاظت اور دوسری اس پر حملہ کرنے کے لئے مقرر کی گئی۔ برف کے گولے جن سے یہ لوگ لڑ رہے تھے واقعی تیز بھالوں کی طرح سے لگتے تھے۔ نپولین کے ایک گولہ پھینکنے سے ایک لڑکے کی پیشانی پر سخت چوٹ آئی جس نے سالہا سال کے بعد جب نپولین شہنشاہ ہو گیا تھا اس کو وہ اپنا نشان دکھایا اور تکلیف کے صلے میں فوراً اسے انعام دیا گیا۔

یہ لکھنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ نپولین کو زمانہ برین کی خوشگوار باتیں تو یاد رہیں اور دیگر تمام تکالیف اور چھیڑ چھاڑ کے متعلق اسے کچھ یاد نہ رہا۔ اس میں انتقام لینے کا جذبہ نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس زمانہ کی یاد سے آیندہ زندگی میں وہ اکثر لطف اندوز ہوتا تھا۔

۱۷۸۳ء میں اس کی اسکول کی زندگی ختم ہونے والی تھی۔ ماہ ستمبر میں نپولین نے ایک نہایت ضروری امتحان دیا جس

بعد اسے فرانس کے فوجی کالج میں جانا تھا۔ اس امتحان میں نپولین نہایت اعلیٰ درجے کے نمبر حاصل کر کے پاس ہوا۔

ایک ممتحن کی رپورٹ ذیل میں درج ہے:۔

"مانسیور ڈی بوناپارٹ نپولین ۱۵ اگست ۱۷۶۹ء میں پیدا ہوا۔ قد چار فٹ پونے گیارہ انچ لمبا۔ قوی مضبوط۔ صحت نہایت عمدہ۔ فرماں بردار۔ ایماندار راستباز۔ شکر گزار۔ چال چلن نہایت اطمینان بخش ریاضی میں ہمیشہ اوّل پاس ہوتا رہا۔ تاریخ وجغرافیہ میں بھی نہایت اچھے نمبر حاصل کئے۔ ملاح نہایت اعلیٰ درجے کا ہوگا۔ وہ اس بات کا مستحق ہے کہ پاس ہونے کے بعد وہ پیرس کے فوجی کالج میں بھیج دیا جائے۔"

لیکن ابھی اس کی قسمت کا ستارہ گردش میں تھا اسے دراصل صرف تین ماہ اور رہنا تھا لیکن بجائے اس کے ایک سال اور قیام کرنا پڑا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ مہربان استاد جس نے مندرجہ بالا پر زور الفاظ میں سفارش کی تھی اس جہان سے رخصت ہوگیا۔ دیگر طلبہ جن کے رشتے دار بارسوخ تھے پیرس چلے گئے اور غریب نپولین پیچھے رہ گیا۔

ایک سال بعد دوبارہ امتحان پاس کر کے آخر وہ پیرس کے کالج میں پہونچ گیا اگرچہ اب اس کے سرٹیفکٹ میں اسے مغرور بدمزاج اور ضدی ظاہر کیا گیا تھا۔

آؤ اب ذرا اس کے گھر کی حالت دیکھیں کارسیکا میں نپولین کے والدین کی حالت بد سے بدتر ہو رہی تھی۔ اس کے والد کی آمدنی پیشتر ہی سے کم تھی۔ فضول خرچی اور مقدمہ بازی میں پاس کا تمام روپیہ خرچ ہوگیا۔ نپولین کے علاوہ اس کے تین بھائی اور تین بہنیں اور تھیں۔ جوزف (نپولین کا بڑا بھائی) مذہبی زندگی سے متنفر ہوگیا تھا اور نپولین کی طرح وہ بھی سپاہی بننا چاہتا تھا۔ ان سب سے بڑھ کر ایک بڑی مصیبت یہ تھی کہ کارلو بوناپارٹ (نپولین کے والد) سخت بیمار تھے۔

پیرس میں بھی اوٹون اور برین کی طرح اپنے ہم جماعتوں سے نپولین کے تعلقات

کچھ اچھے ثابت نہیں ہوئے۔ یہاں بھی طلبہ
جو امیر اور مغرور تھے بیچارے کو غریب اور
اجنبی سمجھ کر نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔
اس میں شک بھی نہیں کہ جس طرح ایک دیہاتی
شہر میں جا کر ہر چیز کو حیرت سے تکتا ہے۔ اسی
طرح سانولی رنگت اور ہلکے بالوں والا نپولین
بھی پیرس کی عمارتوں اور دیگر چیزوں کو منہ
کھولے دیر تک حیرانی سے دیکھتا رہتا مفلس
اور دیہاتی ہونے کی وجہ سے اس کا لباس اور
جوتے معمولی اور بھدے ہوتے تھے اس لئے
وہ زیادہ تر تنہائی پسند اور شرمیلا رہتا تھا۔
لیکن یہ بھدا پن کسی حد تک عمر بھر اس کی عادت
کا ایک جزو رہا۔ طبقۂ نسواں سے خصوصاً وہ
بہت گھبراتا تھا۔ سنجیدہ مضامین پر ان سے
گھنٹوں باتیں کرتا۔ برا بھلا کہتا۔ اور ہنسی مذاق
کی باتوں سے کوسوں دور بھاگتا۔

پیرس کے فوجی کالج سے ایک سال بعد
اس کو فوج میں تبدیل کر دیا گیا۔ اسی سال
اس کے والد چل بسے۔ نپولین پیشتر بھی باوجود
کم عمر ہونے کے کئی مرتبہ اپنے آپ کو عقلمند
سنجیدہ اور سمجھدار ثابت کر چکا تھا۔ والد کی
وفات پر اس نے نہ صرف اپنی بیوہ والدہ
کا ہی بلکہ کنبے بھر کا بار اپنے سر لے لیا۔ اپنے
والد کے انتقال پر نپولین نے جو خط اپنی والدہ
کو تحریر کیا وہ حسب ذیل ہے۔

اب جب کہ میرے پرالم اور غمزدہ جذبات کچھ کم
ہو گئے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ نوازشات اور مہربانیوں
کا شکریہ ادا کروں جو آپ اپنی بے پایاں محبت اور پیار
سے ہم پر نچھاور کرتی رہی ہیں۔ پیاری اماں جان!
صبر کیجئے اور اپنے دل کو ڈھارس دیجئے۔ ہم پہلے سے زیادہ
محنت کریں گے اور اگر خدا نے ہماری مدد کی تو آپ کو
خوش کرنے کی کوشش کریں گے اور اپنی فرمانبرداری
اور خدمت گاری سے والد کی موت کا رنج آپ کے
دل سے کم کریں گے۔ مجھے امید ہے کہ آپ صبر و
استقلال سے کام لیں گی۔ میں بخیریت ہوں اور
ہر روز خداوند تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ
سب کو بخیریت رکھے۔ آپ کا نہایت ہی فرمانبردار اور
پیارا بیٹا۔ نپولین بوناپارٹ

پیرس کے فوجی کالج چھوڑنے پر اس کے متعلق ایک رپورٹ لکھی گئی :۔

"قومیت کے لحاظ سے ایک کارسیکن۔ حالات نے اگر یاوری کی تو بہت ترقی کرے گا۔ وہ نہایت غصہ والا ہے ہر قسم کے مطالعہ کو پسند کرتا ہے۔ سائنس حساب اور جغرافیہ میں طاق ہے۔ مغرور۔ متلون مزاج۔ خاموش۔ خود پسند۔ گفتگو کرنے میں بے مروت اور حاضر جوابی میں تیز اور سخت کلام۔ یہ نوجوان ہر چیز کو حاصل کرنے کا ملکہ رکھتا ہے اس لئے آگے ترقی دینے کے قابل ہے"۔

نپولین توپ خانے میں بھرتی ہو گیا یہاں قاعدہ تھا کہ سپاہی اپنا ہتھیار خود بناتے تھے۔ ابتدا میں اس کا خیال بحری فوج میں بھرتی ہونے کا تھا لیکن فرانس میں اس زمانے میں بحری اور بری دو جدا گانہ چیزیں نہیں تھیں اس لئے نپولین نے بھی اس خیال کو چھوڑ دیا۔ بھرتی ہونے کے بعد وہ فوج کے ساتھ مختلف مقامات پر نقل و حرکت کرتا رہا۔ اکثر رخصت لے کر کارسیکا اپنے گھر جاتا تھا۔ آٹھ سال کا عرصہ گذر گیا۔ لیکن کوئی قابل تحریر بات واقع نہیں ہوئی لیکن اس کے بعد جب طویل رخصت کا زمانہ کارسیکا میں گزار کر پھر فرانس میں آیا تو اپنے ساتھ اپنے چھوٹے بھائی لوئی (جس کی عمر اس وقت ۱۲ سال کی تھی) کو بھی لیتا آیا تاکہ اس کی والدہ پر سے کچھ محنت و فکر کا بار ہلکا ہو جاوے۔

نپولین اس زمانے میں فوج کا جمعدار تھا۔ اس کی تنخواہ نہایت قلیل تھی۔ اس کم تنخواہ میں ایک بائیس سالہ جوان اور ایک بارہ برس کے لڑکے کا گذارا بہت ہی دقتوں سے ہوتا تھا۔

نپولین کفایت شعاری کے اصول پر سختی سے کاربند تھا۔ اپنے اخراجات کو آمدنی سے نہیں بڑھاتا تھا۔ بھائی کو ساتھ لانے سے پیشتر کچھ نہ کچھ بچا لیتا تھا۔ خشک روٹی سے ناشتہ کرتا اور چوبیس گھنٹے میں صرف ایک مرتبہ دوپہر کو تین بجے کھانا کھاتا۔ دس بجے

شب کو سوتا اور صبح سویرے چار بجے اُٹھ جاتا۔ بھائی کے آنے پر اپنا اور اُس کا کھانا خود ہاتھ سے تیار کرتا۔ ان کا کھانا نہایت سادہ ہوتا یعنی خشک روٹی اور شوربا۔ اُس کے کمرے میں ایک میز، دو کرسیاں اور ایک نہایت معمولی بان کی بنی ہوئی چارپائی تھی۔ نپولین نے ایک عرصہ کے بعد ایک مرتبہ کہا "آپ جانتے ہیں کہ میں نے کس طرح سے اپنا انتظام کیا تھا؟ میں نے کبھی کسی سوسائٹی یا ہوٹل میں دوسرے فوجیوں کی طرح سے قدم نہیں رکھا۔ خشک روٹی کھاتا۔ اپنے کپڑے خود صاف کرتا تاکہ وہ ایک عرصے تک کارآمد ہوسکیں"۔

اِس طریقے سے اِن بھائیوں کا گذارہ ہورہا تھا۔ نپولین بھوکا رہنا منظور کرتا لیکن قرض سے ہمیشہ دور رہتا۔ وہ جانتا تھا کہ قرض بُری بلا ہے۔ صرف ایک مرتبہ اُسے قرض لینے کی ضرورت پیش آئی اور وہ بھی بحالت مجبوری۔ جب وہ لفٹنٹ اول نمبر ہوا تو اُس کے لئے ضروری تھا کہ اپنے لئے ایک تلوار اور ایک نئی وردی خریدے۔ لیکن جب تک اُس نے قرض ادا نہیں کر لیا اُسے چین نہیں آیا۔

نپولین عمر بھر قرض اور فضول خرچی سے خوف زدہ رہا اور دونوں برائیوں سے ہمیشہ بچتا رہا۔ لیکن بعض موقعوں پر وہ ضرورت سے زیادہ روپیہ بھی خرچ کر دیتا تھا۔ مثلاً فوج کی حالت سنوارنے۔ شہر بسانے اور عمارتیں بنانے میں وہ کروڑوں روپے خرچ کر ڈالتا درباریوں اور ان کی بیویوں کو حکم دیتا کہ عمدہ سے عمدہ لباس زیب تن کریں۔

لیکن ہر قسم کے بے ہودہ اور لغو کاموں میں روپیہ ضائع کرنے سے وہ سخت برہم ہوتا اور بددیانت یا مقروض پر ہرگز رحم نہ کھاتا۔ (باقی آئندہ)

محمد یٰسین۔ بی اے۔ بی ٹی۔

نوٹ۔ ہونہار بھائی خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں اور جواب کے لئے جوابی کارڈ بھیجا کریں۔ "منیجر"

جاپانی بچوں میں تعلیم کا طریقہ

ایک انگریزی سیاح لکھتا ہے:۔

"میں دو سال تک جاپان میں رہا اور ہر روز ٹریم اور گاڑیوں کے ذریعہ اُس کی گلیوں میں گشت لگاتا رہا۔ میں نے کسی بچّے کو سزا پاتے نہیں دیکھا۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ وہاں کے بچے شرارتی ہی نہیں ہوتے بلکہ اِس کا یہ مطلب ہے کہ جاپانیوں نے اِس بات کو محسوس کر لیا ہے کہ جسمانی سزا کے بجائے بچوں کو گھُڑکی دینا اور اِس قسم کی دوسری سرزنش کرنا زیادہ موثر اور مفید ہے۔

جب میں ٹوکیو میں مقیم تھا۔ اس وقت میرے ایک دوست نے جو یوکوہاما کا باشندہ تھا مجھے بتایا کہ ایک جاپانی عورت چینی کوارٹر میں جا کر بڑی حیرانی سے دیکھا کرتی تھی کہ کس طرح چینی اپنے بچوں کو پتھر مار کر سزا دیا کرتے ہیں۔ وہ دوست یہ بھی کہا کرتا کہ کاش یہ رحم دِل جاپانی والدہ اِسکاٹ لینڈ میں جا کر بچوں کی سخت سے سخت سزا دیکھتی۔

اِس بات کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ جاپان کے اسکولوں میں کسی قسم کی جسمانی سزا نہیں دی جاتی۔ میں نے ایک بار ایک جاپانی طالب علم سے پوچھا کہ اگر کوئی لڑکا اپنے استاد سے گستاخی سے پیش آئے تو اُس کو کیا سزا دی جاتی ہے؟ لڑکے نے کہا کہ اِس کی زیادہ سے زیادہ سزا یہی ہو سکتی ہے کہ اُس کو کمرے سے باہر نکال دیا جائے۔ کسی اُستاد کا کسی بچہ کو سخت لفظ کہہ دینا ہی اس کے لئے بہت بڑی سزا ہے۔ گذشتہ سال کا واقعہ ہے کہ ایک اُستاد نے ایک لڑکی کو منہ چڑھانے کی وجہ سے لعنت کی۔ اُس لڑکی نے اتنی شرم محسوس کی کہ زہر کھا کر خودکشی کر لی۔

جس وقت جاپانی بچہ مدرسے میں داخل

ہوتا ہے تو وہاں کے اتالیق اُس سے نہایت خوش خلقی سے پیش آتے ہیں۔ وہ طالب علم کے دل پر اپنی شرافت کا سکہ جماکر اُس پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس اتالیق میں یہ صفت نہ ہو اُس کو اِس کام کے اہل نہیں سمجھا جاتا۔ اُستاد کی لیاقت کا اندازہ اس بات سے کیا جاتا ہے کہ اُس کی جماعت اس کی نسبت کیا خیال رکھتی ہے اگر کسی وجہ سے مدرسہ میں اسٹرائک ہو جائے تو اُس کا جواب دہ اوستاد کو ٹھہرایا جاتا ہے اور اس کو مجبور کیا جاتا ہے کہ فوراً استعفا دیدے لیکن ہندوستان میں حالات بالکل اس کے خلاف ہیں۔ یہاں ہر چیز کا ذمہ دار غریب طالب علم ہی ٹھہرایا جاتا ہے"

اِس مضمون میں سب سے زیادہ اچھی بات مجھے یہ معلوم ہوئی کہ بچے اپنی تعلیم کے متعلق کس قدر آزاد ہیں چنانچہ مسٹر ارلنگٹن جن کے مضمون کا ترجمہ پیش کر رہا ہوں لکھتے ہیں:-

"جاپان کے مدرسوں کو اگر ایک چھوٹی سی جمہوری سلطنت کہا جائے تو غیر مناسب نہ ہوگا۔ ایک اسکول کا ذکر ہے کہ وہاں کے طلبہ نے اس بات کو محسوس کیا کہ ان کے اُستاد کا طریقہ تعلیم ایسا نہیں جس سے وہ کچھ ترقی کر سکیں۔ آخر بچوں نے اُستاد کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:-

"جناب من! ہم اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ آپ بہت بڑے عالم ہیں۔ لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ آپ کا طریقہ تعلیم ایسا نہیں جس سے ہم ترقی کر سکیں۔ ہمارا خیال ہے کہ ہم اتنی ترقی نہیں کر رہے ہیں جتنی ہم کو کرنی چاہئے تھی۔ اس لئے جناب اگر طریقہ تعلیم تبدیل نہیں کر سکتے تو ہم مودبانہ عرض کرتے ہیں کہ آپ جلد سے جلد مستعفی ہو جائیں۔"

اُستاد کو مجبور ہو کر پڑھانے میں دلچسپی لینی پڑی۔

کامل۔ بی اے
جونپوری

رازداری

ایک بادشاہ نے اپنے نوکر سے کہا کہ میں تجھ سے ایک راز کہنا چاہتا ہوں۔ تجھ کو چاہئے کہ کسی سے بیان نہ کرے۔ نوکر نے کہا میں کسی سے نہ کہوں گا۔ تب بادشاہ نے اپنا راز نوکر سے کہدیا کہ میں اپنے بھائی کی وجہ سے خوفزدہ ہوں اس لئے کہ وہ مجھ پر چڑھائی کا ارادہ کر رہا ہے۔ اس سے قبل کہ وہ چڑھائی کرے میں اس کا دفعیہ کرنا چاہتا ہوں اور تجھ کو اپنا محافظ مقرر کرتا ہوں۔ جو بات چیت میرے بھائی کی طرف سے تجھ کو معلوم ہوا کرے فوراً مجھ کو آگاہ کر دیا کر۔ نوکر نے ان باتوں کو قبول کر لیا۔

نوکر نے کسی موقعہ پر یہ تمام باتیں اس کے بھائی سے جو درپردہ اپنے بھائی کا دشمن تھا بیان کر دیں۔ اس نے اُس نوکر کا شکریہ ادا کیا اور کہا "تمہارا مجھ پر بڑا احسان ہوا کہ مجھ کو خبردار کر دیا" بادشاہ کا بھائی بھی اپنی حفاظت کرنے لگا۔

اتفاقاً بادشاہ کا انتقال ہو گیا اور وہ سلطنت کا حقدار ہوا۔ فوراً تخت پر بیٹھتے ہی اس نے نوکر کو طلب کیا اور حکم دیا کہ اس کا سر قلم کر دیا جائے۔ نوکر فریاد کرنے لگا کہ میری کیا خطا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تو نے میرے بھائی کے راز کو ظاہر کر دیا باوجودیکہ وہ ہر قسم کے انعام و اکرام تجھ کو دیتا رہا۔ یہاں تک کہ تجھ کو اپنا رازدار بنا لیا۔ پھر بھی تو اُس کے راز کو نہ چھپا سکا۔ پھر مجھ کو تجھ پر کیسے بھروسہ ہو سکتا ہے" آخر کار اُس کو قتل کرا دیا۔

ہونہار بچو! رازداری عجیب چیز ہے اگر تمہارے روبرو کوئی راز کی بات کہی جائے تو اُس کو کسی کے سامنے مت کہو۔ ورنہ اس سے جھگڑا اور فساد پیدا ہو جائے گا اور نتیجہ میں تمہیں بھی نقصان اٹھانا پڑے گا۔

(محمد منعم الحقانی از دہرہ دون)

فہیم کی شرارتیں

یوں تو بچپن کے زمانہ میں ہر ایک بچہ تھوڑی بہت شرارت کرکے کبھی نہ کبھی گھر والوں کو تنگ کر لیا کرتا ہے لیکن فہیم کی شرارت سے خدا محفوظ رکھے۔ یہ بڑا ہی شریر لڑکا ہے اپنی شرارت کی وجہ سے تمام شہر میں بدنام ہے اور کوئی پاس کھڑا نہیں ہونے دیتا۔ اُس کی شرارتیں گھر کی چار دیواری سے نکل کر محلوں اور محلوں سے شہر میں مشہور ہو چکی ہیں۔ اسکول کے ہم جماعت بچے تو گویا فہیم کے غلام ہیں۔ ماسٹر صاحب بھی جب ہر طرح کے سمجھانے بجھانے اور مارنے پیٹنے سے عاجز آگئے تو اب خاموشی اختیار کرلی ہے اور اب اس کے منتظر ہیں کہ کسی طرح اسکول سے اِس بلا کو دور کیا جائے فہیم کی یہ تو معمولی شرارت ہے کہ خالی تانگہ دیکھا اور اُس میں یہ کہکر بیٹھ گیا کہ فلاں محلّے لے چلو وہاں سے ہماری والدہ زنانہ شفا خانہ یا کسی دوسری جگہ جائیں گی۔ جب تانگہ اُس محلّے میں پہونچا تو یہ والدہ کو بلانے کے بہانے سے اُتر گیا۔ تانگہ سڑک پر چھوڑکر اور خود کسی گلی میں سے نکل کر کسی دوسری طرف کو چل دیا۔ تانگے والے نے دس بیس منٹ تک انتظار کیا اور اس کے بعد اُس کو بُرا بھلا کہتا ہوا واپس چلا گیا۔

ایک دن فہیم کے گھر کچھ مہمان آگئے۔ فہیم نے اسکول سے آتے ہی شرارت شروع کردی۔ کبھی کسی کے بچے کو مارتا اور کبھی کسی کے بچے کو ڈھکیل دیتا۔ اُس کی ماں نے اس کو کئی مرتبہ مارا بھی لیکن وہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آیا۔ شامت اعمال اُن مہمان عورتوں میں سے کسی نے کہیں یہ کہدیا کہ توبہ توبہ خدا امان میں رکھے کیسا شریر لڑکا ہے۔ اتنا سننا تھا کہ میاں فہیم کے خون میں انتقام

کا جوش لہریں لینے لگا۔ جھٹ زینہ کھول کر چھت پر چڑھ گئے اور روشندان میں سے اُن بی بی کے اوپر کوڑا کرکٹ پھینک کر چھپوں ہی چھتوں دور چلے گئے اور شام تک گھر میں نہیں آئے۔

ایک مرتبہ محلّے میں کسی کے یہاں بارات آئی ہوئی تھی۔ یہ حضرت بھی معائنہ فرمانے کے لئے تشریف لے گئے۔ لڑکی کے والد سے اُن کی آنکھیں دو چار ہوگئیں۔ وہ اِن سے خوب واقف تھے۔ اِن کو دیکھتے ہی فرمایا کہ تم یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔ اگر یہاں رہوگے تو ضرور کوئی نہ کوئی شرارت کروگے۔ اُس وقت تو میاں فہیم خاموش ہوگئے۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد اپنی توہین کا بدلہ لینے کے لئے چھپ چھپا کر بارات میں داخل ہوگئے اور ایک براتی کو الگ لے جاکر اُن سے کہا کہ دولہا کے والد سے مجھے ملا دیجئے اُن سے مجھے ایک راز کی بات کہنی ہے۔ کسی نے مجھے اُن کے پاس ایک پیغام بھیجا ہے۔ جلدی کیجئے کہیں ایسا نہو کہ نکاح ہوجائے تو پھر تمام عمر کے لئے پچھتانا پڑے۔ براتی نے یہ سمجھ کر کہ ضرور کوئی خاص بات ہے دولہا کے والد کو بلوا دیا۔ میاں فہیم نے جھک کر اُن کے کان میں کہا کہ جناب میری والدہ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ میری والدہ اور دولہا کی والدہ منہ بولی بہنیں ہیں اور ایک ہی محلے کی رہنے والی ہیں۔ اوّل تو انھوں نے شادی میں یاد نہ کرنے کی شکایت کی ہے اور پھر فرمایا ہے کہ بھائی صاحب سے کہنا کہ آخر ایسی شادی کی کیا عجلت تھی جو بغیر دیکھے بھالے اور مجھ سے بلا مشورہ کئے یکایک تیاری کرلی۔ کیا لڑکیوں کا دنیا میں کال ہے۔ جس لڑکی کی بارات آئی ہے وہ برسوں سے بیمار ہے۔ ایک ہاتھ اور ایک پاؤں فالج کی وجہ سے قطعی بیکار ہیں۔ میاں فہیم تو یہ راز کی بات کہکر چمپت ہوگئے مگر بارات میں یہ خبر بجلی کی طرح دوڑ گئی اور سب کو معلوم ہوگیا کہ لڑکی مفلوج ہے۔ جب دولہا کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے

پھولوں کا سہرا وغیرہ سب اتار کر پھینک دیا
اور بآوازِ بلند کہا کہ میں شادی ہرگز نہیں کروں گا
ہوتے ہوتے لڑکی والوں کو بھی اس
بات کی خبر ہوگئی۔ انھیں براتیوں کا یہ جھوٹا
الزام لگانا سخت ناگوار گزرا۔ وہ آئے اور
انھوں نے اس کی تردید کی۔ براتیوں نے
کہا اگر یہ بات جھوٹ ہے تو ہم میں سے کسی
کو اپنی لڑکی دکھا دو۔ اب تو ہم بغیر دیکھے ہوئے
شادی نہ کریں گے۔ لڑکی والوں نے اپنی
اس ذلت کو گوارا نہ کیا اور کہا کہ شریفوں میں
ایسا نہیں ہوا کرتا۔

رفتہ رفتہ معاملے نے طول کھینچا۔ دونوں
طرف کی ضد سے شادی نہ ہو سکی اور تو تو میں
میں کے بعد مار پیٹ تک نوبت پہونچ گئی۔
آخر برات واپس چلی گئی۔

لڑکی کے والد نے واقعات کی تحقیقات
کی تو معلوم ہوا کہ میاں فہیم کے یہ گل کھلائے
ہوئے ہیں۔ وہ غصہ میں بیٹھا ہی تھا اس نے
فہیم کو بلوا کر خوب پٹوایا اور اس واقعہ کی
پولیس میں رپورٹ کر دی۔ اور آخر کار ایک ماہ
بعد پھر برات آئی اور اس کی لڑکی کی شادی
ہوئی۔ دولہا والوں کو اپنی حماقت پر بڑا
افسوس تھا۔

ایک مرتبہ فہیم کہیں سے ایک بندر پکڑ لائے
گھر لا کر اس کے بدن اور منہ پر سیاہی وغیرہ
پھیر کر لنگور کی سی صورت بنا دی اور ایک
تار میں خوب روئی لپیٹ کر اس کی دم
میں باندھ دی۔ رات کے دس بجے روئی
کی دم پر مٹی کا تیل چھڑکا اور چھت پر سے جاکر
دیا سلائی جلا کر آگ لگا دی اور بندر کو چھوڑ دیا
اب کیا تھا۔ آگ کا لگنا اور بندر کا بھاگنا۔ تمام
شہر میں شور مچ گیا کہ یہ کیا آسمانی بلا نازل
ہوگئی۔ جس غریب کے چھپر پر ہو کر بندر
نکل گیا اسی میں آگ لگ گئی۔ بیسیوں کیا
سینکڑوں گھر جل گئے۔ آخر کار بندر کو گولی
سے ہلاک کیا گیا۔ پولیس نے واقعات کی
تحقیقات کی اور میاں فہیم ایک عرصہ کے لئے
جیل خانے کے مہمان بن گئے۔ (اختر بلوچی)

خدائے تعالےٰ

ہونہار بھائیو! کیا کسی چیز کا پہچاننا اس بات پر موقوف ہے کہ وہ ہم کو آنکھوں سے نظر آئے۔ ہاتھوں سے چھوئی جائے۔ کانوں سے سُنائی دے۔ اکثر تمہارے سر میں درد ہونے لگتا ہے۔ اگر ہم تم سے کہیں کہ اپنا درد دکھا دو تو کیا تم دکھا دوگے؟ ہرگز نہیں۔ پھر بتاؤ ہم کو کیسے یقین آئے کہ تمہارے سر میں درد ہے۔ اس کا جواب شاید تم نہ دے سکوگے اچھا ہم سے سنو۔ ہم کو اِس کا یقین اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ تمہارے چہرے کی رنگت بدل جاتی ہے۔ شگفتگی پژمردگی میں منتقل ہو جاتی ہے۔ بدن کی تمام چستی اور چالاکی ہٹ جاتی ہے۔

اب تم سمجھے کہ پہچاننے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی چیز کے آثار سے اُس کا ہونا معلوم کریں۔ پس خدا ہماری اِن ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتا کیونکہ وہ دنیا کی چیزوں کی طرح نہ جسم رکھتا ہے۔ نہ کوئی رنگ بو۔ پھر نظر آئے تو کیا چیز نظر آئے۔ اگر یہ باتیں اُس کی ذات میں پائی جاتیں تو پھر وہ ہماری طرح محتاج ہوتا اور ہمارا پروردگار نہ رہتا۔ دیکھو ذوق مرحوم نے کیا اچھا کہا ہے۔

سب کو دیکھا اُس سے اور اُس کو نہ دیکھا جوں نگاہ
وہ رہا آنکھوں میں اور آنکھوں سے پنہاں ہی رہا

اے ہونہار بھائیو! زمین۔ آسمان۔ چاند ستارے۔ رنگ برنگ کے پتھر۔ قسم قسم کی گھاس اور پودے۔ بھانت بھانت کے جانور۔ انواع و اقسام کے حیوانات۔ دنیا کے تمام انسان اور ہر ایک چیز کے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان سب کا بنانے والا کوئی ضرور ہے۔ وہی ہمارا پروردگار ہے۔ وہ برتر ہستی آنکھوں سے نہاں ہے لیکن اس کے ہونے میں کچھ شبہ نہیں

ولایت کی بنی ہوئی گھڑیوں کو جب تم دیکھتے ہو تو گو اس کا بنانے والا آنکھوں کے سامنے موجود نہیں ہوتا لیکن کوئی شخص اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ اس کا بنانے والا کوئی ضرور ہے۔ ہر ایک شخص کے منہ سے بنانے والے کے لئے بے اختیار واہ وا نکلتی ہے۔ جو دیکھتا ہے پکار اٹھتا ہے کہ کیا عقل مند کاریگر ہے جس نے ایسی عمدہ گھڑی بنائی ہے۔ تو کیا سارا جہان ایک عمدہ گھڑی نہیں، ہے جس کے سب کل پرزے کس خوبی سے بنے ہیں سورج۔ چاند۔ ستاروں پر نگاہ ڈالو۔ کوئی ان میں سے اپنی حد مقررہ سے باہر نہیں جاتا۔ اگر ان کا درپردہ کوئی مدبر نہ ہو تو یہ تمام سلسلہ درہم برہم ہو جائے۔ یہ کیسی قدرت ہے کہ وہ آپس میں نہ ٹکراتے ہیں اور نہ بال بھر رفتار بدلتے ہیں اور نہ اتنی مدت کام دینے میں کچھ خراب ہوئے ہیں اور نہ ان کے کل پرزوں میں کچھ فرق آیا۔ باوجودیکہ وہ سب بے جان ہیں اور کسی کو اپنی ہستی کی خبر نہیں۔ تو بھی اپنے مداروں اور راہوں پر چلے جاتے ہیں۔ پس اگر سر پر کوئی محافظ نہیں تو کیوں کر اتنا بڑا کارخانہ بے شمار برسوں سے خود بخود چل رہا ہے؟

اگر انسان کچھ بھی عقل سے کام لے تو ہر ہر جگہ اور ہر ہر قدم پر خدائے تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت پائے گا۔

اے ہونہار بھائیو۔ باغ میں آؤ اور پھولوں کی سیر کرو۔ اس باحکمت کاریگر نے ایک پھول کی پتی میں وہ وہ خوبیاں اور باریکیاں رکھی ہیں کہ اگر سارے جہان کے دستکار جمع ہو کر ہزاروں سال کوشش کریں تو ایک پتی ویسی نہ بنا سکیں۔ کیا اس سے اس پروردگار کی عظیم الشان قدرت اور حکمت نظر نہیں آتی۔

دور کیوں جاؤ اپنے جسم ہی کی بناوٹ کو دیکھو اور غور کرو۔ آنکھ کیسی پیاری چیز ہے آنکھوں کو اس نے ایسی جگہ رکھا ہے جہاں سے وہ نہایت آسانی اور آرام کے ساتھ سب چیزوں

کو دیکھ سکیں۔ اگر مان لیا جاوے کہ یہ آنکھیں سر کے اوپر ہوتیں تو کیسی تکلیف ہوتی۔

ناک ٹھیک منہ کے پاس بنائی کہ اگر ہم کوئی سڑی چیز کھانے لگیں تو اس کی بو معلوم کر کے فوراً پھینک دیں۔ اسی طرح جسم کے تمام اعضا مناسب جگہوں پر لگائے گئے ہیں جن میں اگر غور کیا جائے تو ایسی مصلحتیں اور حکمتیں ہیں جن کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ ایک سچے دل کا آدمی اُن کو دیکھ کر آپ سے آپ پکار اٹھتا ہے کہ خدا ہے اور ضرور ہے۔

اہا ہا! وہ کیسا عظیم الشان خدا ہے جس نے اپنی قدرت اور حکمت سے بے انتہا سامان زمین سے آسمان تک پھیلا رکھے ہیں۔ اُس نے انسان کے رہنے کے لئے زمین کا فرش بچھایا۔ آسمان کو اس کے قدرتی گھر کا سقف بنایا۔ اس میں دن کو روشنی دینے کے لئے سورج کی لالٹین روشن کی۔ رات کے لئے چمکتا ہوا چاند بنایا ہزاروں روشن ستارے پیدا کئے اور اُن کی جگمگاہٹ سے دنیا کو چمکایا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلائیں۔ آسمان سے بادلان رحمت برسایا۔ سبزیاں اور اناج پیدا کئے اور قسم قسم کے کھانوں کا مزہ چکھایا۔ مکھی کے پیٹ سے شہد پیدا کیا۔ پہاڑ اور دریا بنائے۔ قسم قسم کے اناج اگائے۔ میوے اور پھل کھلائے۔ قسم قسم کے خوشنما پرندے پیدا کئے جو طرح طرح کی سریلی بولیوں سے چہچہاتے ہیں۔

یہ سب کچھ اِس لئے پیدا کیا ہے کہ انسان خوش ہو اور اس کا شکریہ ادا کرے پس اے ہونہار بھائیو! خدائے تعالیٰ نے جو اپنی مہربانی سے تم کو مہربان ماں باپ شفیق اُستاد۔ تندرستی۔ علم اور طرح طرح کی نعمتیں مرحمت فرمائی ہیں اس کا تم کو شکریہ ادا کرتے رہنا چاہئے۔ افسوس اور صد ہزار افسوس ہے اس پر جو ایسے مہربان خدا کی ناشکری کرے اور سچے دل سے اُس کی اطاعت نہ کرے

(شکور علی خاں شکور رامپوری)

بڑا ہو کر میں کیا کروں گا؟

سناتا ہوں دلچسپ اک ماجرا / کہ تھے جمع بچے بہت ایک جا
اچھل کود سے ان کی اک شور تھا / پسینہ میں ہر اک شرابور تھا
دھما چوکڑی تھی مچائی ہوئی / زمیں بھی تھی سر پر اٹھائی ہوئی
کسی نے حقیقت میں ہے سچ کہا / کہ بچوں سے شیطاں بھی ہے بھاگتا
وہ جب کھیلتے کھیلتے تھک گئے / تو پھر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے
لگا ایک سے پوچھنے دوسرا / "بتاؤ کروگے بڑے ہو کے کیا؟"
کسی نے کہا "میں بنوں گا لہار / کروں گا یہی پیشہ میں اختیار
پڑے گا دھڑا دھڑ مرا گھن اگر / تو لرزے گی اس سے زمیں سربسر
وہ توپ اور بندوق جنگی جہاز / دوکاں کا مری ہوں گے ادنیٰ ساساز"
کسی نے کہا "میں بنوں گا سنار / کہ اس پیشہ میں نفع ہے بےشمار
پہن کر مرے ہاتھ کی چوڑیاں / منائیں گی خوشیاں بہت لڑکیاں"
کوئی دوستوں سے یہ کہنے لگا / "اڈیٹر بنوں گا میں اخبار کا
مضامیں وہ لکھوں گا شایانِ وقت / کہ تھرائیں گے مجھ سے شاہانِ وقت"
مگر ایک بچہ جو تھا ہوشیار / نہایت متیں اور بہت باوقار
وہ بیٹھا رہا چپ نہ کچھ بات کی / فضول اس نے ضائع نہ اوقات کی
بنانے لگے اس کو لڑکے تمام / "کہو تم بھی کچھ لالہ چپ چاپ رام

جو چھیڑا اُسے تو وہ کہنے لگا
نہ بھایا کسی کا مجھے فیصلا

یہاں ہیں جمع جتنے چھوٹے بڑے
حقیقت سے سب دور ہیں جا پڑے

اسی کام کا میں کروں کا خیال
کہ جس سے مجھے ہوگی رغبت کمال

جو رہبر نے یہ اس سے باتیں سنیں
کہا مرحبا! مرحبا! آفریں

ناظرین سے خطاب

ترقی ہے دنیا کی مدِّ نظر
اگر تم کو لے میرے نورِ بصر

تو کرنا ہمیشہ اسی کام کو
کہ جس سے طبیعت کو کچھ انس ہو

طبیعت کو جس سے نہ ہو کچھ لگاؤ
کبھی اس طرف بھول کر بھی نہ جاؤ

اگر مارے باندھے کیا کوئی کام
تو اُس میں نہ ہوگے کبھی نیک نام

جو کرنا ہو تم کو خوشی سے کرو
مگر بات یہ ہے کہ جی سے کرو

ماخوذ — محمد فاروق حسن پانی پتی

اچھی عادتیں

اِن دس باتوں کو جو کوئی اختیار کرے گا دنیا میں کامیاب اور نیک نام زندگی بسر کرے گا

(۱) اپنے کام میں لوگوں کی مخالفت نہ کرنا۔
۲۔ اپنی ذات سے انصاف کرنا۔
۳۔ لوگوں کی عیب جوئی نہ کرنا۔
۴۔ دوسروں کی خطا سے در گذر کرنا۔
۵۔ جب خطا وار عذر کرے تو معاف کرنا۔
۶۔ محتاجوں کی ضرورت پوری کر دینا۔
۷۔ لوگوں کی غم خواری کرنا۔
۸۔ اپنے عیبوں پر نظر رکھنا۔
۹۔ آدمیوں سے خندہ پیشانی سے پیش آنا
۱۰۔ لوگوں سے اچھی باتیں کرنا (منعم الحقانی)

ایک وفادار نوکر

ہونہار بھائیو! ہم آپ کو ایک وفادار نوکر کا سچا قصہ سناتے ہیں جس کو پڑھ کر آپ کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑیں گے۔

سرزمین روس موسم سرما میں برف سے ڈھکی رہتی ہے۔ سردی اس شدت کی پڑتی ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ ہندوستان کا سخت سے سخت سردی کا دن وہاں کے معمولی سردی کے دن سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ برفیلی زمین کی وجہ سے یہاں گاڑیاں بھی بغیر پہیوں کے استعمال ہوتی ہیں تاکہ برف پر آسانی سے پھسل سکیں۔

یہاں پہونچ کر ہم جس طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہیں سوائے سفید سفید زمین کے جس پر کئی کئی فٹ برف کی موٹی تہ جمی ہوئی ہے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ سردی کا یہ حال ہے کہ انسان بغیر پوستین (کھال) اوڑھے گھر سے باہر نہیں آ سکتا۔ کوسوں تک نہ کوئی آدم ہے نہ آدم زاد۔ ہوا کے فراٹے منہ پھیرے دیتے ہیں۔ سردی سے تمام بدن کا خون منجمد ہوا جاتا ہے۔ بدن مثلِ بید لرزاں کانپ رہا ہے۔ ذرا سنئے! کسی چیز کی گڑگڑاہٹ کی آواز آ رہی ہے۔ اور یہ آواز رفتہ رفتہ بالکل قریب آتی جاتی ہے ملے یہ تو وہی بغیر پہیوں کا تانگہ ہے جو یہاں عام طور سے استعمال ہوتا ہے۔ اس میں چار گھوڑے جتے ہوئے ہیں۔

تانگے کے اندر تین مرد اور ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے جس کی گود میں دو تین سال کا بچہ ہے۔ گھوڑے ہوا کے گھوڑوں پر سوار ہیں۔ اُن کی تیز رفتاری پتہ دیتی ہے کہ اُن لوگوں کو کوئی نہایت ضروری کام درپیش ہے

جس کی وجہ سے یہ لوگ اس قدر جلد سفر کر رہے ہیں۔ اسی دوران میں نوکر آقا سے کہتا ہے:۔

نوکر۔ حضور گھوڑے بہت تھک گئے ہیں۔ منزل قریب ہے۔ رات وہیں قیام کریں گے انشاء اللہ صبح تازہ دم گھوڑے لے کر پھر سفر شروع کر دیں گے۔

آقا۔ ہاں ٹھیک کہتے ہو۔ واقعی گھوڑے بہت تھک گئے ہیں۔ بارہ چودہ کوس کا سفر تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹوں میں طے کیا ہے ہم منزل پر پہونچ کر دوسرے تازہ دم گھوڑے لینگے۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ رات قیام کر کے دوسرے دن چلیں۔ ہم کو اسی وقت چلنا چاہیئے۔

نوکر۔ بہت اچھا حضور۔ جیسا حکم دیں گے ویسا ہی کیا جائے گا۔

اسی گفتگو میں وہ سرائے کے دروازے پر پہونچ گئے۔ مگر دروازہ بند تھا۔ نوکر نے باہر سے آواز دی۔ ایک شخص نے آکر دروازہ کھولا۔ یہ لوگ اندر داخل ہوئے۔ گھوڑے کھول دئے گئے اور دوسرے گھوڑے جوت کر چلنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ سرائے کا مالک بولا

مالک سرائے۔ حضور یہ راستہ بہت ہی خطرناک ہے۔ رات کے وقت یہاں کوئی بھی سفر نہیں کرتا۔ اگر آج رات آپ یہیں قیام فرمائیں اور صبح تشریف لے جائیں تو بہتر ہے۔

آقا۔ کیوں۔ کیا بات ہے ؟

مالک سرائے۔ حضور یہاں سے تھوڑی دور پر ایک گھنا جنگل ہے۔ اس میں کثرت سے بھیڑئے رہتے ہیں۔ رات کے وقت وہ وہاں سے کسی کو گذرنے نہیں دیتے۔ بہت سے آدمی گئے مگر واپس نہ آئے۔ حضور! یہاں تو دن میں بھی ایسی ہی آوازیں سننے میں آتی ہیں۔ یہ تو پھر رات ہے۔ بہتر ہو کہ حضور آج رات یہیں قیام فرمائیں صبح آرام سے اپنی منزلِ مقصود پر پہونچ جائیں گے

آقا۔ نہیں نہیں کوئی فکر کی بات نہیں ہے جس کی آتی ہے وہ چلا جاتا ہے

مالک سرائے۔ حضور! گستاخی معاف

خداوند کریم نے عقل بھی دی ہے اور آنکھیں بھی عطا کی ہیں کہ انسان دیکھ بھال کر کھائے پیئے۔ اور سوچ سمجھ کر کام کرے۔ جان بوجھ کر اپنے کو مصیبت میں مبتلا کرنا کہاں کی عقلمندی ہے

آقا۔ خیر کچھ پرواہ کی بات نہیں۔ چونکہ گھوڑے تازہ دم اور تیز رفتار ہیں اور ہمارے پاس پستول ہیں جن سے ہم اُن کی مدافعت کر سکتے ہیں چونکہ مجھ کو ایک نہایت ضروری کام انجام دینا ہے اس لئے میں ذرا دیر بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ یہاں ٹھہرنے میں میرا بہت ہی نقصان ہے۔

مالک سرائے۔ حضور میری تو یہی رائے ہے کہ آپ صبح آرام سے تشریف لے جائیں آگے جیسی آپ کی مرضی ہو۔

آقا۔ تم کو کسی طرح کی فکر نہ کرنا چاہئے اگر خدا نے چاہا تو بلا خرخشہ اپنی منزل مقصود پر پہونچ جائیں گے (نوکر سے) بس بھائی جلدی کرو ورنہ پہونچنے میں دیر ہو گی۔

نوکر۔ حضور چلئے گاڑی تیار ہے۔

آقا مع بیوی بچہ کے گاڑی میں بیٹھ گیا نوکر بھی کوچوان کے پاس بیٹھ گیا اور گاڑی روانہ ہو گئی۔

مالک سرائے (دوسرے شخص سے) یہ گئے تو ہیں مگر خدا خیر ہی کرے۔ یہاں کے بھیڑئے بہت ہی خونخوار ہیں۔ اگر کہیں اُنھوں نے اِن کو دیکھ پایا تو میاں جی کو پیچھا چھڑانا مشکل ہو جائے گا۔

شخص۔ ہاں واقعی سچ کہتے ہو۔ یہاں کے بھیڑئے بہت ہی خونخوار ہیں۔ اکثر دن میں بھی جانیں تلف ہوتی رہتی ہیں۔ یہ تو بھلا رات ہے۔

مالک سرائے۔ غالباً اُن کے پاس کافی کارتوس ہوں گے۔ جبھی تو اُن کو اتنا بھروسہ ہے

شخص۔ کچھ بھی ہو اگر خدانخواستہ بھیڑیوں کا غول آ گیا تو پیچھا چھڑانا مشکل ہو جائے گا۔

وہ مقام جہاں یہ لوگ جانا چاہتے ہیں یہاں سے تقریباً ۱۲ کوس کے فاصلے پر ہے اور یہ بھیڑئے غالباً اُن کو تین چار کوس جانے کے بعد اُس گھنے جنگل میں ملیں گے جہاں سے ان کی منزلِ مقصود تقریباً آٹھ کوس رہ جاتی ہے

مالک سرائے۔ ہاں ٹھیک ہے۔ میرا بھی
یہی خیال ہے۔

شخص۔ خدا صبح نیک خبر سنائے اور ان لوگوں
کو آرام اور خیریت سے منزل مقصود پر پہنچائے۔

ہونہار بھائیو! ہم ان لوگوں کو یہاں
گفتگو کرتا ہوا چھوڑ کر آپ کو اس اندھیری
رات میں اپنا سفر طے کرنے والے مسافروں
کی طرف لئے چلتے ہیں۔ رات اس قدر
اندھیری اور ڈراونی ہے کہ بہادر سے بہادر
شخص بھی یہاں کی ہیبت کا اثر قبول کئے بغیر
نہیں رہ سکتا۔ اوّل تو جاڑوں کی راتیں
عام طور سے اندھیری ہوتی ہیں اور آج رات
کو ابر چھایا ہوا ہے۔ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا
مگر یہ لوگ سفر پر تلے ہوئے ہیں اور گھوڑوں
کو سرپٹ دوڑائے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔
تقریباً ڈیڑھ کوس نکل گئے ہوں گے مگر ابھی
تک کسی قسم کا کوئی خطرہ پیش نہیں آیا۔ اس وقت
آقا اپنے نوکر سے کہتا ہے

آقا۔ ابھی تک تو کسی قسم کا خطرہ پیش نہیں آیا
ہم ڈیڑھ دو کوس نکل آئے ہوں گے نہ؟

نوکر۔ حضور بجا فرماتے ہیں۔ مگر انھوں نے
تو اس گھنے جنگل کا پتہ دیا تھا جو اب یہاں سے
غالباً ڈیڑھ ایک فرلانگ ہوگا۔

آقا۔ خیر معلوم ہوا جاتا ہے۔ وہ جنگل بھی کوئی
دور نہیں۔

دوران گفتگو میں یہ لوگ اس جنگل میں
داخل ہوگئے اور تقریباً ایک فرلانگ نکل
گئے ہوں گے کہ یکایک دور سے ایک خوفناک
آواز آئی۔ اس آواز کا آنا تھا کہ آقا کی بیوی
کے کان کھڑے ہوئے۔ اس نے پھر سنا کہ وہ
آواز کسی قدر قریب آگئی تھی اس نے خیال کیا کہ
کہ ہو نہ ہو بھیڑئے آگئے۔ اب کاٹو تو بدن میں
لہو نہیں۔ کلیجہ بلیوں اچھلنے لگا۔ بیچاری عورت
ذات پہلے ہی سے اس ہیبت ناک جنگل سے
سہم رہی تھی۔ اس پر یہ نئی مصیبت آ رہی
تھی۔ آخر اس سے رہا نہ گیا اور اپنے خاوند
سے بولی۔ (باقی آئندہ)

وسیم احمد فاروقی۔ از بھوپال۔

دلچسپ معلومات

جرمن کا مشہور ڈاکٹر ہیمن ۱۹۲۷ء کے ایک اخبار میں حیوانوں کی عمریں حسب ذیل بتاتا ہے

کچھوا	۳۰۰	برس
طوطا	"	"
کوّا	"	"
بط	"	"
ہاتھی	۲۰۰	"
شکرا	۱۶۲	"
گدھ	۱۰۴	"
شتر مرغ	۷۰	"
اُلّو	"	"
بگلا	۶۰	"
اونٹ	۵۰	"
گھوڑا	"	"
گدھا	"	"
ریچھ	"	"
دریائی گھوڑا	"	"
گرگدن	۵۰	برس
مگرمچھ	۴۰	"
مینڈک	"	"
جنگلی سور	۳۰	"
چیتا	۲۵	"
شیر	"	"
دریائی گائے	"	"
گوریّا	۲۰	"
ہرن	۱۴	"
کتا	۱۵	"
بھیڑیا	"	"
لومڑی	۱۰	"
چیونٹی	۱۵	"
مکڑی	"	"
چوہا	۳	"

ہونہار بچو! یہ باتیں یاد رکھنے کی ہیں ان کو اپنی اپنی ڈائریوں میں لکھ لو۔

"خیر بہوسدی"

ہنسی کی باتیں

دِن چڑھ گیا تھا۔ بچہ سو رہا تھا۔ ماں نے اُسے جھنجوڑ کر جگا دیا۔ بچّہ کہنے لگا

بچہ۔ "اماں تم بہت بری ہو"

ماں۔ "کیوں"

بچہ۔ "جب میں جاگتا ہوں تو تم سونے پر مجبور کرتی ہو اور جب سوتا ہوں تو جگا دیتی ہو"۔

سیاح۔ "نہایت عمدہ مٹھا ہے اس کی قیمت کیا ہوئی"؟

گاؤں کی لڑکی۔ "جناب ہم مٹھا بیچتے نہیں اپنے کتّوں کو پلا دیتے ہیں"۔

بچی۔ "آج اماں کو کیسے معلوم ہو گیا کہ تم نہائے نہیں اور انھوں نے تم کو سزا دی"

بچہ۔ "آج میں صابن کو پانی میں تر کرنا بھول گیا تھا"

آقا (خفا ہو کر نوکر سے) "کیا تم سمجھتے ہو کہ میں بے وقوف ہوں"

نیا نوکر۔ "حضور میں نہیں کہہ سکتا۔ میں تو کل ہی آیا ہوں"

ایک شخص لیموں نچوڑ سرائے میں رہا کرتا تھا۔ جب کوئی مسافر سرائے میں آکر بھٹیاری سے کھانا پکوا کر کھانے لگتا تو وہ لیموں نچوڑ کھانے میں شریک ہو جاتا۔ ایک روز ایک مسافر آیا لیموں نچوڑ بھی کھانے میں شریک ہو گیا۔ مسافر نے ایک طمانچہ اس کے منہ پر مارا تو آپ بولے کہ صاحب مجھ سے غلطی ہوئی میں نے بسم اللہ نہیں پڑھی۔ پھر بسم اللہ پڑھ کر کھانے کی طرف ہاتھ دراز کیا تو مسافر نے ایک طمانچہ اور رسید کیا۔ آپ فوراً بولے۔ آفریں۔ آفریں۔ یا تو ماں باپ لڑکپن کے زمانہ میں مار مار کر کھانا کھلایا کرتے تھے یا آپ۔

اُستاد۔ "نقشہ میں پانی دکھاؤ"

شاگرد۔ "جناب اگر نقشہ میں پانی ہوتا تو وہ بھیگ جاتا

طلبہ کے مضامین

ایڈیسن

ایڈیسن نے ایجادات کس طرح شروع کیں

ایڈیسن جو امریکہ کا رہنے والا ہے تمام دنیا کا سب سے بڑا موجد سمجھا جاتا ہے۔ اس نے اب تک ۱۵۰ ایجادیں کی ہیں۔ وہ ایک غریب شخص کا لڑکا تھا اور امریکہ کے ایک اسٹیشن پر اخبار بیچا کرتا تھا۔ وہ اسٹیشن بھی ایسا تھا جس میں دن بھر میں ایک دفعہ گاڑی آتی تھی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ گاڑی کے آنے کا وقت تھا اور اسٹیشن ماسٹر کا لڑکا پٹڑی پر کھیل رہا تھا۔ ایڈیسن نے جس وقت لڑکے کو دیکھا تو گاڑی چند گز کے فاصلے پر تھی مگر ایڈیسن اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے لڑکے کو پٹڑی پر سے اٹھا لایا۔ اِس بات سے اسٹیشن ماسٹر بہت خوش ہوا اور اس نے اِس احسان کے بدلے ایڈیسن کو تار کا کام سکھا دیا

اتفاق سے کچھ دنوں کے بعد ایک تار بابو کی جگہ خالی ہو گئی اس کے لئے ایڈیسن نے درخواست دی اور وہ منظور ہو گئی۔ جس اسٹیشن پر وہ ملازم ہوا تھا وہ ایسا تھا کہ وہاں پر اس کو کچھ زیادہ کام نہیں کرنا پڑتا تھا۔ اِس لئے وہ ہمیشہ خالی رہا کرتا تھا۔ صرف گاڑی کے وقت اس کو اِسٹیشن پر رہنا پڑتا تھا۔ باقی تمام دِن سیر و شکار میں مصروف رہا کرتا تھا۔

ایک دفعہ جب کہ وہ سیر و شکار کو گیا ہوا تھا اُس کا افسر وہاں کسی ضرورت سے آیا لیکن ایڈیسن وہاں موجود نہ تھا۔ اس نے چپراسی سے دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ وہ تو روزانہ کام ختم کر کے شکار کھیلنے کے واسطے چلے جایا کرتے ہیں۔ یہ سن کر وہ بہت ناراض ہوا اور اس نے یہ حکم جاری کیا کہ ہر ایک

تار بابو مجھ کو ہر آدھ گھنٹے کے بعد اطلاع دیا کرے کہ میں حاضر ہوں۔ اس حکم سے ہر ایک تار بابو کو حاضر رہنا پڑا۔ لیکن ایڈیسن نے اپنے کمرے میں کے گھنٹے کو جو کہ ہر آدھے گھنٹے کے بعد بجا کرتا تھا ایک ایسے آلے سے جوڑا جو کہ ہر آدھے گھنٹے کے بعد یہ کہدیا کرتا تھا کہ میں حاضر ہوں۔ وہ روزانہ رفوچکر ہو جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ پھر اس کے افسر کو کوئی ضروری کام پیش آیا۔ افسر نے تار کے ذریعہ دریافت کیا کہ "کیا تمہاری تنخواہ مل گئی"؟ ایڈیسن تو موجود نہ تھا مگر ایڈیسن کے ایجاد کردہ آلے نے جواب دے دیا کہ "میں حاضر ہوں" افسر نے پھر دریافت کیا "کیا تمہاری تنخواہ مل گئی"؟ مگر پھر اس طرف سے جواب ملا کہ "میں حاضر ہوں" افسر نے کہا کہ "کیا تم گھاس تو نہیں کھا گئے"۔ ادھر سے پھر یہی جواب ملا کہ "حاضر ہوں"

آخرکار افسر یہاں آیا مگر اس نے ایڈیسن کو اس کے کمرے میں نہ پایا کہ اتنے میں آدھا گھنٹہ ہو گیا اور وہ آپ ہی آپ بولنے لگا کہ "میں حاضر ہوں" اس سے افسر کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شاید اس کے قبضے میں کوئی جن ہے۔ جب ایڈیسن آیا تو افسر نے دریافت کیا کہ کیا تمہارے قبضہ میں کوئی جن ہے؟ ایڈیسن نے جواب دیا کہ کچھ بھی نہیں یہ پرزہ لگا دیا ہے۔ اس ایجاد کو دیکھکر افسر بہت خوش ہوا اور اس کو معاف کر دیا مگر یہ حکم نافذ کیا کہ ہر ایک شخص بارہ شہروں کو بارہ تار دیا کرے۔

کچھ عرصہ کے بعد افسر پھر وہاں آیا لیکن ایڈیسن حاضر نہ تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ایڈیسن آیا تو افسر نے دریافت کیا "کیا تم نے سب تار دے دئیے"؟ ایڈیسن نے جواب دیا "جی ہاں" یہ سنتے ہی افسر نے ہر جگہ سے دریافت کیا تو سب نے اقرار کیا کہ ان کے پاس تار پہونچ گئے۔ افسر نے دریافت کیا کہ بھئی یہ اتنی جلدی تار کیوں کر پہونچ گئے؟ ایڈیسن نے کہا "جناب میں نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے جس سے ایک ہی وقت میں بارہ جگہ تار پہونچ سکتا ہے۔ افسر نے کہا "اچھا اگر میں تمہارے اس آلے کو بکوا دوں تو تم مجھے کیا دو گے"؟ اس نے کہا کہ "اس کو پوچھے گا کون؟ اگر یہ بک گیا تو میں آپ کو چوتھائی قیمت دوں گا"

یہ سنتے ہی افسر نے اشتہار دے دیا۔ اشتہار شائع ہوتے ہی امریکہ نے اس کی ایک لاکھ ڈالر قیمت لگائی۔ جرمنی نے اس سے بھی زیادہ لگائی مگر لیڈیسن نے امریکہ کے ہاتھ بوجہ اپنا وطن ہونے کم قیمت پر وہ آلہ بیچ دیا اور اس روپے سے اس نے نئی نئی ایجادات شروع کر دیں۔

سید برکات احمد۔ جماعت ہشتم
بلیماراں۔ دہلی

سچا دوست

(۱)

اب میں ایک نوکر ہوں

پچھلا زمانہ مجھکو ایک خواب سا ہو گیا ہے۔ جب اس کا خیال آتا ہے۔ چھاتی پر سانپ لوٹ جاتا ہے آنسوؤں کو پینے کی کوشش کرتا ہوں لیکن نہیں رکتے۔ اُمڈے چلے آتے ہیں۔ روتا ہوں اور خون کے آنسو بہاتا ہوں اور میرا دل بھی میرا ساتھ دیتا ہے۔ جب مالک کی ننھی سی کملا میرے پاس آکر کہتی ہے۔ "موہن اب تم محلے کے دوسرے نوکروں کو کشتی میں نہیں پچھاڑ سکتے۔ تم کمزور ہو گئے ہو۔ مگر تم تو گڑ اور میٹھا بھی نہیں کھاتے اور تمہارے پھوڑے پھنسیاں بھی نہیں نکلتیں۔ پھر تم کمزور کس طرح ہو گئے؟" میں معصوم کملا کی بھولی بھالی بات سن کر ہنس دیتا ہوں اور کہتا ہوں "کملا دوسرے نوکروں نے مجھے نظر لگا دی ہے" مگر کسی کو کیا معلوم کہ میں کیوں کمزور ہو گیا؟ میں کیوں سوکھا جاتا ہوں؟ کون جانتا ہے کہ میرے دل میں دکھ اور تکلیف کے نوک دار تیر نے کتنا گہرا زخم کر دیا ہے ـــــ اتنا گہرا جو کہ مجھکو اندر ہی اندر گھلائے جاتا ہے اور جس کے بھرنے کی خواب و خیال میں بھی امید نہیں کی جا سکتی۔

تو تم بھی میری پُرغم کہانی سُن لو۔ میں ایک امیر گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔ میرے والد جسونت رائے دہلی کے مشہور وکیل تھے۔ بڑے امیر تھے۔ روپے پیسے میں کھیلتے تھے۔ انھوں نے کئی برس دیوی دیوتاؤں کی پوجا کی، پرماتما کے آگے سینکڑوں بار گھٹنے

جھکا کر اور سادھو سنیاسیوں کے گنڈے تعویذ پہنانے
کے بعد میرا منہ دیکھا تھا۔ میں بڑے ناز و نعم سے پلا
تھا۔ میرے والد صاحب مجھ پر جان دیتے تھے۔
لیکن نہیں کیا وہ میرے والد تھے؟ نہیں نہیں
وہ والد نہ تھے۔ میرے دشمن تھے پکّے دشمن۔
انھوں نے اپنے اندھے پیار و محبت کی تلوار سے میرے
پیر کاٹ ڈالے اور میں لڑکھڑا کر ایک تاریک گڑھے
میں گر گیا۔ انھوں نے مجھے تعلیم سے محروم رکھا
اور میری جڑ پر کلہاڑی چلائی۔ میں نیکی اور بدی
میں تمیز نہ کر سکا اور مصیبتوں کے جنگل میں پھنس گیا
اور اس تاریک دنیا میں ٹھوکریں کھانے لگا۔ ماں
باپ نے روپے کا جائز استعمال نہ سکھایا اور بھکاری
بنا دیا۔ آج میں در در کی خاک چھانتا پھرتا ہوں
جب میں بچہ تھا تو امرت (آبحیات) تھا لیکن والدین
نے مجھ میں وِش (زہر) بھر دیا۔ پھر کیا وہ میرے
والد تھے؟ انھوں نے میری نیو ہی کچی ڈالی
پھر میں مصیبت کی کالی گھٹاؤں کو کس طرح برداشت کر سکتا تھا

ایک دن کی بات ہے۔ بابو جی نے والدہ
سے کہا کہ "منا سات برس کا ہو گیا ہے۔ اس کو
اسکول میں داخل کرا دینا چاہئے۔" میں بھی پاس
ہی بیٹھا تھا۔ یہ بات سن کر چونک پڑا۔ اسکول کا
نام میرے لئے زہر تھا۔ میں نے اپنے ایک دوست
سے سن رکھا تھا کہ اسکول بڑا خراب ہوتا ہے۔ صبح
سے شام تک قید رہنا پڑتا ہے۔ ماسٹر مغز چاٹ
جاتے ہیں۔ بات بات پر کان اینٹھتے ہیں، اور منٹ
منٹ بعد چپتوں کی بوچھار شروع ہو جاتی ہے۔
بھلا ایسی حالت میں مجھے اسکول کیا خاک بھاتا۔
میں والدہ صاحبہ کا جواب سننے کے لئے بیتاب تھا۔
ماں نے بابو جی کو خوب آڑے ہاتھوں لیا۔ بولیں
"ایں ہاہیں!! کیا اسکول میں داخل کرانا چاہئے
ابھی عمر ہی کیا ہوئی ہے۔ پڑھنے کے لئے تو ساری
عمر ہی پڑی ہے۔ پہلے سے اتنا کمزور ہے۔ اسکول
میں نگوڑے ماسٹر نہ جانے میرے بچے کی کیا گت
بنائیں گے۔ میرے بچے کو کوئی نوکری تھوڑے
ہی کرنی ہے جو فضول پڑھاتی پھروں" یہ سنتے
ہی بابو جی چپ ہو گئے۔ میں یہ جواب سن کر خوش
ہوا۔ اور جب خوشی رہ کے نہ رکی تو ذرا سا مسکرا بھی
دیا لیکن بعد میں اس مسکراہٹ کے بدلے بہت کچھ

دینا پڑا اور اسی دن میری قسمت پھوٹ گئی

(۲)

آخر نو سال کی عمر میں اسکول میں داخل ہوا۔ اور تو سب جوں توں برداشت کر لیتا اور رو دھو کر دن پورا کر لیتا تھا۔ لیکن وہ عینک والا ماسٹر مجھے پھوٹی آنکھ نہ بھاتا تھا۔ جب وہ بغل میں بیت دبا کر کمرے میں داخل ہوتا تو دل دہل جاتا۔ خون سوکھ جاتا اور میں منتیں مانتا کہ وہ گھنٹہ خیریت سے گذر جائے۔ میں گھر پر تو سبق یاد کرتا ہی نہ تھا۔ اس لئے روز بے بھاؤ کی پڑتی تھیں۔ ایک دن مدرسے جانے سے انکار کر دیا۔ ماں نے نوکر کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ "ماسٹر صاحب! بچے کو چمکار چمکار کر پڑھایا کرو۔ بچہ ہے۔ بڑا ہونے پر خود سمجھ آ جائے گی" اُس دن سے ماسٹر صاحب نے مجھے کچھ نہ کہا۔ اب تو میری بن آئی۔ من مانی کرتا۔ گھر پر لاڈ پیار کی وجہ سے مجھے کوئی ایک لفظ بھی نہ کہتا۔ پھر ڈر کس کا؟

خیر نویں جماعت تک ماسٹروں کی مٹھی گرم کر کر کے پاس ہوتا گیا لیکن دسویں میں دال نہ گلی۔ میں اس جماعت میں سڑنے لگا۔ میرے ساتھی کہتے "اسے اس جماعت سے خاص محبت ہے" یہ بات نہ تھی کہ میں ذہین نہ تھا میں ذہین ضرور تھا مگر لاپرواہ تھا اور گھر والوں کے بے جا لاڈ پیار نے مجھے اور بھی بے فکر بنا دیا تھا۔

آخر میں بیس برس کی عمر میں بھی دسویں جماعت پاس نہ کر سکا۔ انھیں دنوں میں میرے ماں باپ پلیگ کا شکار ہو گئے اور میں اُن کی جائداد کا مالک بن گیا۔ اب میرے پاس دوستوں کا جمگھٹا رہنے لگا جو میری خوشامد کرتے اور میری تعریفوں کے پل باندھ دیتے اور مجھ کو اُلّو بنا کر میری ہی دولت کا مزا اُڑاتے۔ اُن کی میٹھی میٹھی باتیں سن کر میں بڑا خوش ہوتا اور جامہ میں پھولا نہ سماتا۔

میرے ایک دوست امرت داس بھی تھے۔ وہ میرے پاس کبھی کبھی آیا جایا کرتے تھے۔ وہ مجھے ہر وقت نصیحت ہی کیا کرتے تھے۔ کہتے دنیا دھوکے سے بھری پڑی ہے۔ یہاں ہزاروں بھیڑئے بھیڑ کی کھال میں گھومتے پھرتے ہیں لہٰذا ہمیشہ پھونک پھونک کر قدم اٹھانا چاہئے۔ تم اپنے

دوستوں سے ہوشیار رہا کرو" مجھے امرت داس کی یہ بات زہر معلوم ہوتی اور میں دل ہی دل میں جلتا۔ مجھے اپنے دوستوں پر پورا اعتماد تھا۔

ایک دن کی بات ہے۔ سردی کا موسم تھا کڑاکے کا جاڑا پڑ رہا تھا۔ سب دوست بیٹھے گپیں ہانک رہے تھے۔ امرت داس بھی وہیں بیٹھے تھے۔ یکایک نوکر نے دو بوتلیں میز پر سجا کر رکھ دیں اور ان کے پاس شیشے کے گلاس چن دئے۔ میں نے امرت داس سے مسکرا کر کہا "بھئی جاڑے کے مارے تو دم نکلا جاتا ہے آج دل میں آیا کہ تھوڑی سی پی کر دیکھیں کہ یہ جاڑا کہاں تک دور کرتی ہے۔ تم بھی پیوگے؟" امرت داس یہ سن کر سناٹے میں آگئے۔ انھوں نے حیرت کے مارے منہ میں انگلی دبالی اور انھیں ایسا محسوس ہوا کہ گویا وہ خواب دیکھ رہے ہوں۔ یکایک کھڑے ہو گئے۔ غصہ سے بیتاب ہو کر بولے۔ موہن بابو تم اپنے پیروں پر آپ کلہاڑی مار رہے ہو۔ یہ لچھن اچھے نہیں۔ سوچ سمجھ کر کام کرو۔ دیکھو تمہارے دوست نما دشمن تمہیں تباہ کر دیں گے۔ تم مجھے پینے کو کہتے ہو میں تو ایسی ذلیل جگہ کھڑا ہونا بھی پسند نہیں کرتا" اپنے دوستوں کی توہین سن کر میں سانپ کی طرح بل کھا کر کھڑا ہو گیا اور امرت داس کے ایک گھونسہ رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر نیچے گر گیا اور میں نے اس کو باہر نکلوا دیا۔

آخر میرے پاس قاروں کا خزانہ تو تھا نہیں۔ بری صحبتوں میں پڑ کر کنگال ہو گیا۔ اب میری آنکھیں کھلیں۔ دوستوں کے پاس مدد کے لئے گیا لیکن سب نے طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیں اور میں خون کے سے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ یہ تھے میرے سچے دوست اب مجھے امرت داس کی یاد آئی۔ سچ مچ وہ امرت تھے لیکن میں نے ان کی قدر کی اور زہر سمجھ کر ٹھکرا دیا۔ اب میں ایک نوکر ہوں۔

(۳)

ایک دن کی بات ہے کہ میں رسوئی بنا کر ذرا کمر سیدھی کر رہا تھا۔ اتنے میں دودھ جو بابو جی کے لئے رکھا تھا اُسے بلی پی گئی۔ بابو جی کو پتہ لگا تو وہ جھوٹا الزام مجھ پر لگانے لگے کہ دودھ تو نے پی لیا ہے۔ کہنے لگے کہ میں اتنک تجھ پر بعت

وہ توں سے تھا۔ "آج مجھے بالکل یقین ہو گیا" میں نے
کہا "ذرا سے دودھ کے لئے کیا بے ایمانی کرتا۔
آخر بابا کو منہ دکھانا ہے۔ آپ فضول الزام
کیوں لگاتے ہیں؟" بابوجی تیوری چڑھا کر بولے،
"اُف تیری اتنی بڑی زبان! چوری کرکے بھی
شرم نہیں آتی۔ باتیں بنائے جاتا ہے" یہ کہکر
لات اور گھونسے مارتے مارتے میرا کچومر نکال
دیا۔ میری کمر ٹوٹ گئی۔ تمام بدن درد کرنے لگا۔ مجھ
کو پچھلا زمانہ یاد آگیا۔ کبھی کسی نے ایک گھڑکی
بھی نہ دی تھی اور آج میں رو رہا تھا۔ ہائے
تقدیر نے کیسا پلٹا کھایا۔ راجہ تھا۔ بھکاری بنا دیا۔
عیش کرتا تھا۔ اب ٹکڑے روٹی کے لئے ترستا
پھرتا ہوں۔ پہلے حکم چلاتا تھا۔ اب سنتا ہوں۔
جب میں اور اب میں کتنا فرق ہے؟ ان خیالات
نے میرے زخمی دل پر نمک کا کام کیا۔ میری ہچکی
بندھ گئی اور میرا غم آنسو بن کر بہنے لگا۔ میرے
نیک دل مالک نے مجھے اسی وقت گھر سے نکال دیا

(۴)

آخر میں ایک یتیم بچے کی طرح بھوکا پیاسا
نوکری کی تلاش کرنے لگا۔ خوش قسمتی سے ایک روز
شام کے وقت میں ایک عالی شان کوٹھی کے سامنے
جا نکلا۔ وہاں پوچھنے پر نوکری مل گئی۔ اب مجھے
گھر میں آئے ہوئے چند ہی منٹ ہوئے تھے۔ میں
آنگن میں بیٹھا ہوا برتن دھو رہا تھا۔ اتنے میں
میرے نئے مالک شام کو تھکے ماندے گھر آئے
انھوں نے مجھے بلایا۔ میں اُن کے سامنے جا کھڑا
ہوا۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ عجب سماں تھا۔
میں نے اپنے مالک کو دیکھتے ہی سر جھکا لیا لیکن
وہ میری طرف ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے۔ پھر بولے
"ارے موہن تم یہاں کہاں؟" مجھ پر مارے
شرم کے گھڑوں پانی پڑ گیا۔ لیکن انھوں نے
مجھے گلے سے لگا لیا۔ ہم اس طرح سے ملے
جس طرح مدت کے بچھڑے ہوئے دو بھائی۔ وہ
امرت داس تھے۔ میری آنکھوں میں خوشی
کے آنسو تھے۔ سب لوگ حیران تھے کہ ماجرا کیا ہے۔
یکایک میرا سر شرم و ندامت سے جھک گیا
مجھے وہ رات یاد آگئی جب میں نے امرت داس
کی توہین کی تھی۔ لیکن اس کے باوجود بھی وہ میرے

ساتھ کیسا نیک برتاؤ کر رہے تھے۔ آج مجھے ہوش آیا۔ آج میں نے ایک سچے دوست کو پہچانا۔ کونین بڑی کڑوی ہوتی ہے لیکن بعد میں کیسی فائدے مند ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح امرت داس کے کونین جیسے کڑوے اپدیش کیسے میٹھے تھے۔ بس وہ امرت ہی تھے۔ آج میرے دل نے کہا موہن آج تم نے ایک سچے دوست کو پہچانا ہے تمہارے پہلے دوست دوست نہ تھے۔ وہ مکھیاں تھیں جو تمہارے شہد نما دولت کے لالچ سے تمہارے اوپر منڈلا رہی تھیں۔

... ...

امرت داس ایک اونچے عہدے پر مامور تھے اُن کا ہر جگہ رسوخ تھا اس لئے انھوں نے مجھے ایک کلرک کی جگہ دلوا دی۔ آج میں چین کی بنسی بجاتا ہوں اور اپنے سچے دوست کی تعریف کے گیت گاتا ہوں۔

جے رتن متعلم۔ از لاہور

دنیا کا سب سے پہلا پریس

ہونہار بھائیو! ہم میں سے اکثر بھائی یہ جانتے ہیں کہ اہلِ چین دنیا میں سب سے پہلے اخبار نویس ہیں مگر آج میں دنیا کے سب سے پہلے پریس ایجاد کرنے والوں کا حال لکھتا ہوں۔ یہ فخر بھی اہلِ چین ہی کو حاصل ہے۔ لارنیس کاسٹر سے کئی سو سال پیشتر اہلِ چین بلاکس سے کتابیں اور اخبار وغیرہ چھاپا کرتے تھے۔ حروف ایک لکڑی کے چوڑے اور چوکور ٹکڑے پر اُبھرے ہوئے ہوتے تھے۔ پھر اُن بلاکس پر سیاہی لگا کر اور انھیں کاغذ پر رکھ کر دبایا جاتا تھا۔ اس طریقے سے حروف کاغذ پر آ جاتے تھے۔

اہلِ چین کو علیحدہ علیحدہ ٹائپ کرنے کا طریقہ بھی معلوم تھا لیکن چونکہ یہ طریقہ اُن کی زبان کے واسطے زیادہ مشکل اور دِقت طلب تھا اس لئے انھوں نے اِس کو چھوڑ کر بلاکس سے چھاپنے کا طریقہ ایجاد کیا۔

چینی زبان میں بجائے حروف کے خاص قسم کے نشانات اور عجیب غریب پھول ہوتے ہیں۔

اس لئے اُن کا ٹائپ کرنا بہت وقت طلب کام تھا۔ اس کے علاوہ بجائے دائیں سے بائیں یا بائیں سے دائیں طرف لکھنے کے چینی زبان میں اوپر سے نیچے الفاظ لکھے جاتے ہیں۔ جیسے اردو یا انگریزی کے بہاڑسے۔ اور اس طرح ٹائپ کرنا تقریباً ناممکن ہے اور اِن خاص نشانات کو ٹھیک ترتیب دے کر ٹائپ کرنا بہت مشکل تھا اور اس طرح وقت زیادہ صرف ہوتا اور کام تھوڑا۔ برطانیہ میں اِس قسم کی چھپائی کا رواج اس وقت ہوا جب کہ "چوسَر" لڑکا تھا۔

انگریزی زبان میں جیسا کہ ہم سب کو معلوم ہے کل چھبیس حروف ہیں اور چونکہ وہ علیحدہ علیحدہ ہیں اس لئے اُن کے ٹائپ کرنے میں بڑی سہولت ہے علیحدہ ٹائپ کا استعمال یورپ کی ہر زبان کیلئے ٹھیک پڑتا ہے اس وجہ سے یہ طریقہ وہاں بہت مقبول ہوا۔

یورپ میں علیحدہ ٹائپ کا استعمال سب سے پہلے "جان گوٹنبرگ" نے کیا تھا۔ ہم کو اس شخص کا حال سب سے پہلے ۱۴۵۰ء میں معلوم ہوا تھا جب کہ یہ اپنے وطن مینز (جرمنی) میں لاطینی زبان میں انجیلِ مقدس چھاپنے میں مشغول تھا۔ اور جہاں اس نے یہ ہنر سیکھا جو اس وقت تک اہلِ یورپ کو معلوم نہ تھا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اُس نے یہ فن لارنیس کاسٹر سے سیکھا تھا مگر کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ اُس نے اپنے آپ ایجاد کیا۔ یہ کہاں تک صحیح ہے اس کا ہمیں علم نہیں لیکن اتنا ضرور جانتے ہیں کہ جان گوٹنبرگ یورپ کا سب سے پہلا آدمی تھا جس نے دھات کا علیحدہ ٹائپ استعمال کیا۔ یہ ٹائپ آج کل کے ٹائپ سے بہت ملتا جلتا تھا جو ہم استعمال کرتے ہیں۔

اُس کی آمدنی بہت کم تھی اور وہ اپنے روپیہ سے یہ مفید کام جاری نہ رکھ سکتا تھا اس لئے ایک شخص "جان فسٹ" نامی اُسے روپیہ دیا کرتا تھا۔ یہ شخص چاہتا تھا کہ چونکہ میں روپیہ دیتا ہوں اس لئے اِس کام میں میرا بھی برابر کا حصہ ہونا چاہئے۔ اس شرط کو جان گوٹنبرگ نے پس و پیش کرنے کے بعد منظور کر لیا۔

پانچ سال کے بعد جان گوٹنبرگ نے اپنی

انجیل مقدس تک کے کام کو ختم کیا۔ یہ یورپ کی سب سے بڑی اور پہلی کتاب تھی جو اُس زمانہ میں چھاپی گئی۔

اب جان فسٹ چاہتا تھا کہ تمام کام اُسی کو دے دیا جائے لیکن جب جان گوٹنن برگ نے اس بات کو منظور کرنے سے انکار کر دیا تو اس نے اس کی ایک ترکیب کی۔ اس نے جان گوٹنن برگ سے اپنے روپے کا مطالبہ کیا۔ مگر چونکہ اس غریب کے پاس اپنا ذاتی سرمایہ کچھ نہ تھا اس لئے وہ نہ دے سکا اور اُسے اپنا یہ مفید کام ہمیشہ کے واسطے چھوڑنا پڑا۔

جان فسٹ جلد ہی انجیل مقدس کی سو کاپیاں چھاپنے میں کامیاب ہو گیا جن کو اُس نے اُس زمانے کی عام قیمت کے آٹھویں حصہ پر فروخت کرنا شروع کر دیا جس سے اہلِ یورپ بہت حیران ہوئے اور تمام ملک میں اُس کے متعلق عجیب و غریب قصے مشہور ہو گئے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ جنات اور شیاطین اُس کے تابعدار ہیں اور یہ انہیں کا کام ہے۔ ہر نئے باب کا پہلا لفظ سرخ روشنائی سے چھپا ہوا ہوتا تھا اس لئے جاہل اور ضعیف الاعتقاد لوگ سمجھتے تھے کہ یہ جان فسٹ کے خون سے لکھا جاتا ہے۔

اُدھر جان گوٹنن برگ اب بوڑھا ہو گیا تھا اور بڑی تنگی سے بسر کرتا تھا۔ آخر ایک پادری نے اس پر ترس کھا کر اسے اپنے پاس رکھ لیا اور آخر اسی غریبی اور مصیبت میں اس کی موت ہوئی۔

۱۸۳۷ء میں جرمنی کے اکثر شہروں میں جلسے ہوئے اور جان گوٹنن برگ کی یادگار بنانے کی تجویز کی گئی۔ آخر اس کا پتھر کا ایک بُت بنا کر اس کے وطن مینز (جرمنی) میں کھڑا کیا گیا جو غالباً آج تک وہیں کھڑا تمام باشندوں اور آنے والے مسافروں کو اس قابل ہستی کی یاد دلاتا ہے۔

رفتہ رفتہ فن طباعت ترقی کرتا گیا اور اس واقعہ کے چند سال بعد یورپ میں ہزاروں پریس قائم ہوئے اور بہت سی لاجواب کتابیں چھاپی گئیں۔ پھر اس کے بعد لکڑی کے بلاک سے تصویریں بھی چھاپی جانے لگیں۔

اگرچہ اس فن نے ترقی یورپ میں ہی کی مگر دراصل اس کی ایجاد کا فخر ایشیا ہی کو حاصل ہے

اور ہم سب اہل چین کے ممنون ہیں کہ اُن کی اس مفید ایجاد سے آج ہم ایسی لاجواب کتابیں پڑھ سکتے ہیں جو اس فن سے پہلے نایاب تھیں۔

ہندوستان میں سب سے پہلے ۱۹۱۲ء میں پریس قائم ہوا تھا اور سب سے پہلا ہندوستانی اخبار بنگال گزٹ تھا۔

(محمد عبدالحق حقی جماعت ششم۔ شملہ)

دو سہیلیوں کے خطوط

گرمیوں کے موسم میں رضیہ اپنی سہیلی شمسہ کے یہاں گئی۔ جب وہ شمسہ کے گھر پہونچی تو شمسہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔

گرمی کے کھلے ہوئے دنوں میں دونوں سہیلیاں خوش خوش باغوں کی سیر کیا کرتی تھیں اور رضیہ باغ میں بہت سی عجیب عجیب چیزیں دیکھا کرتی تھی۔

رضیہ نے بہت ہی مشکل سے ایک بھیڑ کے بچے کو پہچانا جس کو وہ گائے کا بچہ سمجھتی تھی اور بطخ کو وہ ہنس سمجھا کرتی تھی۔ پھر تھوڑے ہی دنوں بعد وہ سب کو پہچاننے لگی۔

رضیہ شمسہ کے یہاں گرمیوں بھر رہی اور پھر اپنے گھر کو واپس چلی گئی۔ رضیہ نے گھر پہونچ کر چند دنوں کے بعد شمسہ کو ایک خط لکھا

رضیہ کا خط

میری پیاری سہیلی شمسہ۔ تسلیم

تین ہفتے گزر گئے جب سے میں تمہارے گھر سے آئی ہوں۔ میں اُن خوش گوار دنوں کو یاد کرتی ہوں جو میں نے تمہارے ساتھ ہنسی خوشی گذارے

میرے ابا نے مجھے ایک عمدہ اور نئی کتاب لاکر دی ہے جس کو میں روزانہ پڑھتی ہوں۔ میری شمسہ مجھے لکھنا کہ باغ کی جھاڑیوں میں اب بھی پھول کھلتے ہیں یا نہیں؟

کیا بھیڑ کے بچے اب بھی ہری بھری گھاس پر میدانوں میں کلیلیں کرتے ہیں۔ اور شاید سیب بھی درختوں میں پک گئے ہوں گے۔ شمسہ میرے خط کا جواب ضرور دینا۔

تمہاری سہیلی رضیہ

رضیہ کے خط کا جواب

میری پیاری سہیلی رضیہ۔ تسلیم

تمہارا خط پہونچا۔ میں اور میری والدہ پڑھ کر بہت خوش ہوئے۔ جب سے تم گئی ہو واقعی میں نے کوئی خط نہیں لکھا۔ خیر معاف کرنا۔ اور عزیز بھائی نے جھاڑیوں کے تمام پھول نوچ ڈالے ہیں

وہ بھیڑ کے بچے جو تم نے دیکھے تھے اب وہ بھیڑوں کی طرح بڑے ہوگئے ہیں۔ ہمارے باغ کے سیب پک گئے ہیں۔ ہم انھیں توڑ کر گھر لائے ہیں۔ میرا اسکول اگلے ہفتہ سے کھل جائے گا تو پھر مجھے نئی نئی کتابیں ملیں گی

تمہاری سہیلی شمسہ

(ثریا بیگم بنت ایس سراج الدین۔ کلکتہ)

انعامی معمہ

میرے ایک دوست کا تیرہ حرفی نام ہے جس کے حروف مختلف صورتوں میں ملانے سے مندرجہ ذیل معنے پیدا ہوتے ہیں۔ بتاؤ کہ میرے دوست کا کیا نام ہے۔

۱۴ + ۱۲ = سائنس

۱۱ + ۱۳ تعریف

۶ + ۸ + ۱۲ ایک ملک کا نام

۴ + ۱۰ + ۵ قیمت

۸ + ۱ + ۳ مولوی

۱۲ + ۶ + ۹ ایک لفظ کو بار بار لکھنا

۷ + ۱۰ + ۶ جوا کھیلنے کی چیز کا نام

۶ + ۴ + ۷ تیزی

۵ + ۲ + ۱۲ + ۴ ایک پیغمبر کا نام

جو صاحب اس معمہ کا حل کرکے بھیجیں گے ان کو انعام میں پیتل کا ایک کپ دیا جائے گا

شرائط

(۱) جوابات ۳۱ اگست تک آجانے چاہئیں

(۲) زیادہ جوابات آنے کی صورت میں فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی ہوگا۔

(۳) حل کے ہمراہ ایک آنے کا ٹکٹ آنا چاہئے

(۴) تمام حل مندرجہ ذیل پتے پر بھیجئے۔

پتہ۔ شجاع الدین۔ بر مکان محمد امین پیتل والے حویلی حسام الدین حیدر گلی پتھر والی۔ بلیماران۔ دہلی

کشمیر کی سیر

بچوں نے کشمیر کا نام تو ضرور سنا ہوگا۔ اُتر کی طرف یہ ایک بڑی ریاست ہے۔ کشمیر اپنی خوبصورتی کے لئے تمام دنیا میں مشہور ہے۔ دور دور سے لوگ اس کی سیر کے لئے آتے ہیں۔

بچو! ذرا خیال تو کرو۔ چاروں طرف سبزی سے ڈھکی ہوئی اونچی اونچی پہاڑیاں ہیں۔ قدم قدم پر پھول کھلے ہوئے ہیں۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں۔ سامنے جھیلوں کا پانی لہریں مار رہا ہے، خوشنما کشتیاں چھوٹی ہوئی ہیں۔ کتنا پیارا نظارہ ہے۔ بس یہی کشمیر ہے۔ کشمیر کو مسلمان بادشاہوں نے دنیا کی بہشت کا خطاب دیا تھا اور مغل شہنشاہوں میں جہانگیر کو تو کشمیر سے عشق تھا۔ گرمیوں کے زمانہ میں برابر یہاں سیر کرنے کے لئے آتا تھا اور اس کے بنوائے ہوئے کئی شاندار باغ کشمیر میں اب بھی موجود ہیں۔

کشمیر میں سب سے بڑا شہر سری نگر ہے۔ اسی جگہ کشمیر کا راجہ بھی رہتا ہے۔ سری نگر میں سیر و تفریح کے لئے ہر سال ہزاروں آدمی آتے ہیں۔ اس شہر تک پہونچنے کے لئے دو راستے ہیں۔ ایک راولپنڈی ہوکر۔ دوسرا جموں ہوکر۔ دونوں راستوں سے تقریباً دوسو میل موٹر میں سفر کرنا پڑتا ہے۔

سری نگر کا سفر کرتے وقت راستے کی پُربہار سبزی دل پر بہت اثر کرتی ہے۔ سری نگر کے تمام مکانات لکڑی کے بنے ہوئے ہیں۔ شہر کے بیچ میں دریائے جہلم بہتا ہے اور اس پر سات پُل بنے ہوئے ہیں۔ شہر کے پاس ہی ایک بہت بڑی جھیل ہے جس کا نام "ڈل" ہے۔ اس جھیل کا نظارہ اس قدر خوب صورت ہے کہ لوگ دور دور سے سیر کے لئے آتے ہیں اور اسی جھیل میں قیام کرتے ہیں۔

جھیل میں ٹھہرنے کا حال سن کر بچوں کو تعجب ہوگا۔ مگر یہ واقعہ ہے کہ یہاں ایک نرالی قسم کی کشتیاں ہوتی ہیں جن کو انگریزی میں "ہاؤس بوٹ" کہتے ہیں۔ ان کشتیوں میں سونے بیٹھنے اور کھانے کے کمرے الگ الگ ہوتے ہیں اور ان میں سیر کرنے والوں

کو بہت آرام ملتا ہے۔ کشمیر کی جھیلیں بہت بڑی ہیں۔ ان کشتیوں کو جو بالکل گھر کی طرح ہوتی ہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے میں بڑا مزا آتا ہے۔

سری نگر کے باغ بھی بہت خوشنما ہیں۔ اُن میں سے بہت سے تو ایسے ہیں جن کو مغل بادشاہوں نے تیار کرایا ہے۔ "شالامار باغ" ان میں سب سے زیادہ مشہور ہے اور ہندوستان کے بہت کم باغ خوبصورتی میں اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ باغ نشاط بھی سری نگر کا مشہور باغ ہے۔ شالامار باغ کی طرح یہ بھی مغل بادشاہوں کا بنوایا ہوا ہے ان باغوں کے گلاب بہت دور دور مشہور ہیں۔

پہاڑ کی چوٹیوں پر ہر وقت برف جمی رہتی ہے بچے دن بھر خوب کھیلتے اور پھسلتے ہیں۔ کشمیر کا علاقہ جس قدر خوب صورت اور شاندار ہے اُسی قدر یہاں کے باشندے غریب ہیں۔ اُن کی دردناک حالت کو دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے۔ کشمیر سرسبز بھی ہے اور زرخیز بھی لیکن باشندوں کو پیٹ بھر روٹی نصیب نہیں ہوتی اور وہ غریب محنت مزدوری کے لئے دوسرے شہروں میں نکل جاتے ہیں۔ یہاں جو لوگ ہیں وہ یا مزدوری اور کھیتی باڑی کرتے ہیں یا بھیڑیں پالتے ہیں۔ کشمیر کا اون اور ریشم بہت مشہور ہے۔ ایسا عمدہ اون تو شاید ہی دنیا میں مل سکے۔ لکڑی اور چاندی کا کام بھی یہاں عمدہ ہوتا ہے۔ کشمیر کا راجہ تو ہندو ہے مگر آبادی زیادہ تر مسلمانوں کی ہے۔

(ریاست دہلی)

معمے بھیجنے والوں کیلئے ہدایتیں

جو صاحب رسالہ ہونہار میں معمہ شائع ہونے کے لئے بھیجا کریں وہ معمے کے ساتھ اس کا حل بھی لکھ دیا کریں تاکہ معمہ میں کسی قسم کی غلطی ہو تو درست کی جا سکے۔ اس کے علاوہ جب لوگ معمہ حل کر کے ان کے پتے پر بھیجدیں تو رسالہ ہونہار کے ذریعہ سے ہونہار کے خریداروں کو مطلع کرنا چاہئے کہ انعام کس کو ملا۔ امید ہے کہ معمے بھیجنے حضرات آئندہ سے ان باتوں کا خیال رکھیں گے۔

ریویو

تذکرۂ جمیل گذشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی دہلی کے مشہور رسالے پیشوا نے رسول نمبر تذکرہ جمیل کے نام سے شائع کیا ہے۔ رسالے کی ضخامت ۱۴۲ صفحات ہے اور ۱۵ مقاماتِ مقدسہ کی تصاویر ہیں۔ اس نمبر میں ہندو اور مسلمان مضمون نگاروں کے بہترین مضامین اور نظمیں ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کے ہر شعبہ پر نظر ڈالی گئی ہے۔ تمام مضامین پڑھنے کے قابل ہیں یہ نمبر مضامین۔ کتابت۔ طباعت غرضکہ ہر اعتبار سے نہایت اچھا ہے۔ اس نمبر کی قیمت ایک روپیہ ہے۔ اس رسالے کا سالانہ چندہ صرف دو روپیہ ہے۔ رسالے کے مستقل خریداروں کو رسول نمبر مفت ملتا ہے
دفتر رسالہ پیشوا۔ کوچہ چیلان دہلی سے طلب کیجئے

آسان الف بے یہ اردو کا ایک نہایت آسان قاعدہ مسز خدیجہ شفیع طیب جی ممبر اسکولز کمیٹی بمبی نے سن رسیدہ لوگوں کی تعلیم کے لئے تالیف کیا ہے۔ اس کا بڑا مقصد یہ ہے کہ بے پڑھے ہوئے مرد اور عورتیں اس کی مدد سے اردو کی تعلیم حاصل کریں کتاب کی ترتیب بالکل ایک نئی طرز سے کی گئی ہے۔ مشق کیلئے نہایت آسان جملے دئے گئے ہیں۔ کتاب کے آخر میں آسان زبان میں خطوط کہانیاں نظمیں اور پہیلیاں دی گئیں ہیں۔ کتاب نہایت مفید اور دلچسپ ہے اور امید ہے سن رسیدہ افراد کی تعلیم کے لئے بہت فائدہ مند ثابت ہوگی۔ ضخامت ۱۶ صفحے۔ لکھائی چھپائی نہایت صاف اور روشن۔ قیمت درج نہیں ہے ملنے کا پتہ
مسز خدیجہ شفیع طیب جی۔ جے پی۔ ممبر اسکولز کمیٹی۔ بمبئی میونسپلٹی۔

انعامی معمہ

میں ایک ۱۶ حرف کا نام ہوں میرے مختلف حروف ملانے سے مندرجہ ذیل معنے پیدا ہوتے ہیں

۸ + ۱ پھل کا نام
۱۴ + ۷ + ۱۶ تعریف
۴ + ۱۳ + ۱۲ دولت
۳ + ۲ + ۱۳ + ۴ بات چیت
۱۵ + ۱۱ + ۱۲ + ۳ سردار
۶ + ۱۴ + ۷ تکلیف کے وقت سہارا
۱۵ + ۵ + ۱ + ۱۶ مسلمانوں کے پیمبر اعظم
۱۲ + ۱۸ + ۲ جواہر کی ایک قسم
۷ + ۱۱ + ۶ مول
۴ + ۱۵ + ۱۳ + ۲ بہت ہی اچھا
۱۰ + ۸ + ۹ + ۱۲ عرب کا ایک مشہور شخص
۱۴ + ۱ سانس
۵ + ۱ + ۸ + ۱۵ نہانے کی جگہ
۹ + ۱۳ + ۱۰ + ۲ لائق
۱۴ + ۸ + ۱۲ موجودہ زمانہ
۴ + ۷ + ۱۳ + ۱۲ + ۳ شہر
۱۵ + ۱۳ + ۱۶ + ۸ ایک لذیذ میوے کا نام

نوٹ۔ تمام جوابات اس ماہ کے آخر تک آجانا چاہئیں جواب کے ہمراہ ایک آنے کا ٹکٹ آنا چاہیئے۔
فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی ہوگا۔ انعام میں چھ ماہ کے لئے رسالہ ہونہار دیا جائیگا۔ حل اس پتے سے بھیجئے
پتہ۔ منیجر دی اسپورٹس پبلشنگ کمپنی
شہر سیالکوٹ

مولانا محمد علی میموریل انڈسٹریل ہائی اسکول جامع مسجد دہلی

یہ مدرسہ مولانا محمد علی مرحوم کی یادگار میں قائم کیا گیا ہے۔ اس میں انٹرنس تک تعلیم ہوتی ہے۔ نہایت قابل اور تجربہ کار اُستاد تعلیم دیتے ہیں اور اس میں ہر فرقہ کے طلبہ تعلیم پاتے ہیں۔ تعلیم کے علاوہ صنعت و حرفت مثلاً خیاطی۔ بجلی۔ فوٹوگرافی اور گھڑی سازی کا بھی انتظام کیا جارہا ہے۔ جو طالب علم کسی مدرسے میں ناکامیاب ہوچکے ہوں یا تعلیم سے مایوس ہوچکے ہوں وہ اس مدرسہ میں داخل ہوکر انٹرنس کا امتحان پاس کریں۔

المشتہر

لئیق حسین (علیگ) ہیڈ ماسٹر

محمد علی میموریل انڈسٹریل اسکول دہلی

چار ہزار اسکولوں میں منظور

ہونیکی خوشی میں ایک ہفتہ کیلئے چوتھائی قیمت

انگلینڈ۔ امریکہ۔ جرمنی۔ جاپان کی بغیر سرمایہ سکھائی ہونے والی نہایت قیمتی دستکاریاں سکھانیوالا رسالہ دستکاری جو اٹھارہ سال سے جاری ہے اور قلمرو دکن کے چار ہزار اسکولوں میں منظور ہونیکی خوشی میں ایک ہفتہ کے لئے رسالہ دستکاری کا سالانہ چندہ پانچ روپیہ کے بجائے صرف عہ کردیا گیا ہے۔ جلد طلب کیجئے۔ چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجئے وی پی طلب کرنیوالوں کیلئے رعایت نہیں

منیجر رسالہ دستکاری۔ بلیماران دہلی

آپ نے ماہ نامہ ہجولی بھی ملاحظہ فرمایا؟

جس نے اردو صحافت میں انقلاب پیدا کردکھایا ہے چندہ سالانہ للعہ ہے نمونے کے لئے آٹھ آنے کے ٹکٹ بھیجئے۔ مستند انشاپرداز حضرات و خواتین بشوق زحمت تنقید بلاقیمت طلب فرماویں جن کی رائے درج ہجولی کیجائیگی

منیجر ہجولی فتح میدان حیدرآباد دکن

انعامی مقابلہ

مجلس ہونہار نے یہ طے کیا ہے کہ رسالہ ہونہار میں مضامین لکھنے والے طلبہ اور طالبات کا ہر چھ ماہ بعد انعامی مقابلہ ہوگا۔ جس طالب علم کے مضامین زیادہ ہوں گے اور بہترین شمار کئے جائیں گے اُس ایک چاندی کا تمغہ انعام میں دیا جائے گا اور اُس کا فوٹو بھی رسالہ میں شائع کیا جائے گا۔

داخلے کے شرائط

(۱) انعامی مقابلہ میں داخل ہونے والے طلبہ کے لئے رسالہ ہونہار کا خریدار ہونا ضروری ہے۔

(۲) جو مضامین مقابلے کے لئے بھیجے جائیں اُن پر "انعامی مقابلہ" لکھ دینا چاہیئے تاکہ وہ اُسی مہینے میں شائع ہو سکے۔ جس مضمون پر یہ الفاظ نہیں ہوں گے اس کو نمبر آنے کے بعد شائع کیا جائے گا۔

(۳) ہر مقابلے میں نئے طالب علم کو انعام دیا جائے گا۔

(۴) تمام مضامین عام فہم عبارت میں لکھے جائیں۔ کسی کتاب یا رسالے سے نقل نہ کئے جائیں بلکہ اپنی عقل اور قابلیت سے لکھے جائیں۔ کتابوں اور رسالوں کا ترجمہ بھی بھیجا جا سکتا ہے لیکن ان کا حوالہ ضرور دینا چاہیئے۔

(۵) مضامین طویل نہوں بلکہ مختصر ہونے چاہئیں۔ اور ان میں کسی کے مذہب پر حملہ نہو

(۶) تمام مضامین لفافہ کے اندر بند کر کے اور پورے پورے ٹکٹ لگا کر ایڈیٹر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی کے پاس بھیجدینا چاہئیں۔ بیرنگ خطوط یا مضامین وصول نہیں کئے جائیں گے

"منیجر"

باہتمام خیام الحسین نسیم پرنٹر و پبلشر جید برقی پریس دہلی میں طبع ہو کر دفتر رسالہ ہونہار سے شائع ہوا

THE HON-HAR DELHI.

AN ILLUSTRATED [illegible] MONTHLY MAGAZINE FOR BOYS AND GIRLS

بچون کا باتصویر ماہوار رسالہ

ہونہار
دہلی

[illegible]

سالانہ چندہ تین روپیہ　　　　قیمت فی کاپی چار آنہ

اغراض و مقاصد

(۱) ہندوستان کے مختلف فرقوں کے بچوں میں اتحاد پیدا کرنا۔

(۲) لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے ایسے مضامین شائع کرنا جن کے مطالعہ سے انھیں تعلیم سے دلچسپی ہو۔ اُن کی قابلیت بڑھے۔ اُن کی معلومات میں اضافہ ہو۔ اُن میں ترقی کرنے کا جذبہ پیدا ہو اور اُن کے اخلاق سُدھر جائیں۔

قواعد و ضوابط

(۱) رسالہ ہونہار ہر ماہ کے وسط میں شائع ہوتا ہے۔

(۲) اگر کبھی اتفاقاً رسالہ نہ ملے یا رسالہ پہونچنے میں دیر ہو جائے تو مہینہ کے آخر تک رسالے کے وصول نہ ہونے کی اطلاع دے دینی چاہیئے۔ اِس کے بعد طلب کرنے والوں کو قیمتاً بھیجا جائے گا۔

(۳) رسالہ ہونہار کا سالانہ چندہ تین روپے۔ بذریعہ وی پی ہے اور ششماہی ایک روپیہ بارہ آنے ہے

(۴) غریب طالب علموں سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر صرف دو روپے آٹھ آنے چندہ لیا جائے گا۔

(۵) خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور تحریر فرمائیے۔ جوابی امور کے لئے جوابی کارڈ یا ایک آنے کا ٹکٹ بھیجئے۔ بیرنگ خطوط وصول نہیں کئے جائیں گے۔

(۶) تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام منیجر رسالہ ہونہار دہلی ہونی چاہئے۔

(۷) مضامین و دیگر شکایات کے متعلق تمام خطوط ایڈیٹر صاحب رسالہ ہونہار کے نام آنا چاہئیں۔

(۸) مضامین مختصر اور عام فہم ہونے چاہئیں جن کو بچے نہایت آسانی کے ساتھ سمجھ سکیں اور جو بچوں کے اخلاق سدھارنے اور اُن میں ترقی کا جذبہ پیدا کرنے میں معاون ہوں۔

"منیجر"

مسز آصف علی

جو دہلی اور یوپی کے بچوں کی کانفرنس
کی صدر منتخب ہوئی تھیں اس کانفرنس
کا اجلاس میرٹھ میں ہو چکا ہے -

ایک خونخوار چیتے اور ایک معصوم بچے کی دوستی

انگریز بچے گرمی کے موسم میں کشتیوں پر سوار ہوکر دریائے ٹیمز کی سیر کر رہے ہیں -

بکھنگم محل کا وہ کمرہ جہاں ستمبر سے گول میز کانفرنس کے اجلاس شروع ہونگے -

ہونہار
سالانہ چندہ

فہرست مضامین رسالہ ہونہار بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۱ء عیسوی

ہمت کی برکت

لے کے جب طارق گیا اسپین کو اپنا جہاز　　اور لشکر جا کے اُترا ساحلِ اسپین پر

سب جہازوں میں لگا دی سب سے پہلے اُس نے آگ　　لگ رہی ہے آگ پانی میں یہ آتا تھا نظر

جل گئے سارے جہاز اور راکھ ہو کر بہ گئے　　لشکری گھبرا کے یوں کہنے لگے یہ دیکھ کر

آپ نے یہ کیا کیا؟ انجام ہوگا اِس کا کیا؟　　کس طرح اِس ملک سے پہونچیں گے آخر اپنے گھر

آپ کا یہ کام تو ہے عقل مندی کے خلاف　　ہم کدھر جائیں؟ اُدھر دشمن، سمندر ہے اِدھر

ہاتھ میں تلوار لے کر ہنس کے طارق نے کہا　　تم کو اندیشہ ہی کیا؟ ڈرتے ہو تم کیوں اس قدر

جو خدا کا ملک ہے بے شک ہمارا ملک ہے　　ہم مسلماں ہیں خدا کی کُل زمیں ہے اپنا گھر

تھی یہی ہمت کہ دی برکت خدائے پاک نے　　ہو گئی حاصل اُسے اسپین پر آخر ظفر

سہل ہو جاتی ہے گو کیسا ہی مشکل کام ہو　　دِل میں ہمت اور بھروسہ ہو اگر اللہ پر

کام محنت اور ہمت سے کرے جو آدمی　　کامیابی اور ہمت کا ہے سہرا اُس کے سر

پست ہمت ہو اگر انساں تو ہوتا ہے ذلیل
نام پاتا ہے، نہ آتا ہے اُسے کوئی ہنر

حامد حسن قادری پروفیسر سینٹ جانس کالج آگرہ

طالب علموں کی نگاہ
کیوں خراب ہو جاتی ہے؟

اسکولوں اور کالجوں کے طالب علموں کو آپ نے دیکھا ہو گا کہ وہ اکثر عینک لگانے کے عادی ہوتے ہیں۔ ایسے بہت کم ہوں گے جو فیشن کی غرض سے شوقیہ لگاتے ہوں۔ لیکن بہت بڑی تعداد ایسے نوجوانوں کی نکلے گی جو جو بلا عینک لگائے پڑھ ہی نہیں سکتے۔ نظر کمزور ہو جانے کے اسباب یہ ہیں۔

(۱)، جوانی کے غرور میں دھندلی روشنی میں باریک تحریر کو پڑھنا جس میں آنکھوں پر بہت دباؤ پڑتا ہو۔

(۲)، باوجود آنکھوں کے تھک جانے کے مطالعہ جاری رکھنا۔

(۳)، ایسے کمروں میں بیٹھنا جہاں روشنی بہت کم ہو یا دھواں اور گرمی زیادہ ہو۔

(۴)، جھک کر پڑھنا اور دیر تک اسی حالت میں رہنا۔

(۵)، تیز روشنی والے لیمپ کے سامنے بیٹھ کر پڑھنا جس سے روشنی کی تیز شعاعیں آنکھوں پہ سیدھی پڑتی ہوں۔

(۶)، ایسے کمروں میں رہنا جو بالکل سفید قلعی شدہ ہوں۔

(۷)، دماغ سے سخت محنت لینا جس سے دماغ کمزور ہو کر ضعف بصارت (نگاہ کی کمزوری) کا مرض پیدا ہو جاتا ہے۔

(۸)، مسواک نہ کرنا اور کبھی آنکھوں میں سرمہ نہ لگانا۔ پاؤں کے تلووں کو خوب اچھی طرح سرد پانی سے دھو کر صاف نہ کرنا۔

(۹)، سیر اور ورزش ٹھیک طرح پر نہ کرنا

(۱۰)، کثرت سے مطالعہ کرنا لیکن غذا روکھی سوکھی کھانا۔

(۱۱) کھانا کھاتے ہی لیٹ جانا یا سو جانا یا کوئی سخت کام کرنے لگ جانا۔

(۱۲) ننگے پیر پھرنا یا ننگے پیر گرم فرش پر چلنا جس سے گرمی دماغ میں چڑھ کر آنکھوں کو نقصان پہونچاتی ہے۔

(۱۳) نزدیک کی چیزوں کو ہمیشہ دیکھنا اور دور کی چیزوں کو دیکھنے کی کوشش نہ کرنا۔

(۱۴) گھٹیا درجے کا تیل لیمپوں میں جلانا جس سے روشنی خراب پیدا ہو۔

(۱۵) سینما یعنی بائیسکوپ دیکھنے کے عادی ہونا۔

اب اس کا علاج یہ ہے

کہ جو باتیں نقصان دینے والی ہیں ان کو ترک کردیں۔ مثلاً تاریک اور دھندلی روشنی والے کمروں میں نہ بیٹھیں۔ جب آنکھیں تھک جائیں تو مطالعہ ترک کر کے تھوڑے عرصہ کے لئے آنکھیں بند کرلیں۔ لیمپ کے سامنے بیٹھ کر نہ پڑھیں بلکہ روشنی کو ہمیشہ پشت کی طرف سے آنے دیں۔ پڑھتے وقت گردن سیدھی رکھیں۔ آنکھوں پر سرد پانی کے چھینٹے ماریں۔ سرد پانی کے اندر غوطہ مار کر تھوڑی دیر تک آنکھ کھلی رکھیں۔

بالکل سفید قلعی شدہ کمرے میں نہ رہیں بلکہ سفیدی میں کچھ رنگ طوطیا وغیرہ ملوا لیا کریں۔ یا اگر کمرہ سفید رنگ کا ہو تو اس کے اندر رنگین چیزیں بھی رکھیں۔

کھانا کھا کر گیلا ہاتھ آنکھوں پر پھیر لیا کریں اس ترکیب سے آنکھوں کی روشنی بڑھ جائے گی۔

دماغ کو قوت پہونچانے والی غذائیں کھائیں کھانا کھا کر چہل قدمی ضرور کر لیا کریں۔ ننگے پیر نہ پھریں۔ ننگے پیر گرم فرش پر نہ چلیں۔ روز صبح آفتاب نکلنے سے پہلے سبز گھاس پر ایک گھنٹہ چہل قدمی کرنے سے اس قدر قوت پیدا ہوگی کہ کسی جواہر کے استعمال کرنے سے بھی نہیں ہوسکتی۔ بڑھیا تیل لیمپوں میں جلائیں تاکہ روشنی صاف پیدا ہو۔ سینما دیکھنے سے پرہیز کریں۔ اس سے بھی آنکھیں بہت جلد خراب ہوجاتی ہیں۔

(منشی عبدالرحیم از مدراس)

نپولین بوناپارٹ

گزشتہ سے پیوستہ۔ نمبر ۵

۱۷۹۱ء کے وسط میں نپولین پھر کارسیکا میں تین ماہ کی رخصت پر گیا۔ لیکن فرانس میں مئی ۱۷۹۲ء تک نہ آسکا۔ اسی زمانہ میں یورپ میں ایک عجیب بات وقوع میں آئی۔ شہنشاہ آسٹریا فرانسس کے یہاں ایک لڑکی تولد ہوئی۔ جس کا نام میری لوئی رکھا گیا۔

اس خیال سے تعجب ہوتا ہے کہ اگر کوئی نجومی اس وقت یہ کہتا کہ اس لڑکی کی شادی ایک گمنام، غیر معروف غریب کارسیکن سے ہوگی جو اس وقت فرانس کے توپ خانے میں ایک معمولی لفٹنٹ تھا تو یقیناً شہنشاہ آسٹریا ہنس پڑتا اور نپولین کے تو وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی لیکن ہونا ایسا ہی تھا۔ اٹھارہ سال کے بعد یہ شہزادی نپولین کی بیوی اور فرانس کی ملکہ بن گئی۔

فرانس میں انقلاب اور بغاوت ہوگئی

اس موقعہ پر نپولین نے اپنے ہم وطن کارسیکا والوں کو شہنشاہیت کے خلاف بہت ابھارا اور اپنے وطن کی فوجوں کا لفٹنٹ کرنل ہوگیا اور فرانس کی حکومت سے مخلصی پانے کے لئے بے حد کوشش کرنے لگا۔ اس وقت تک وہ اپنے وطن کارسیکا سے بہت مانوس تھا۔ مئی ۱۷۹۲ء میں جب پھر نپولین فرانس میں آیا تو عرصے تک غیر حاضر رہنے کی وجہ سے اسے ملازمت سے برخاست کردیا گیا۔

فرانس میں اس وقت عجیب و غریب واقعات ظہور پذیر ہو رہے تھے۔ انقلاب پسند لوگ شاہی محلات پر حملہ کرنے کی غرض سے جا رہے تھے۔

بوربن اس کا پرانا کالج کا دوست اسے پیرس کی گلیوں میں ملا اور دوستی از سر نو زندہ ہوگئی۔ نپولین نے کہا آؤ ہم بھی باغیوں کے

پیچھے پیچھے چلیں" چنانچہ دونوں دوست ایسے مقام پر کھڑے ہو گئے جہاں سے شاہی محل کا نظارہ بخوبی اور صاف طور سے دکھائی دیتا تھا۔ شاہ لوئی آزادی کی سرخ ٹوپی پہن کر محل کی کھڑکی میں کھڑا ہو گیا۔ نپولین نے اس طرف نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔

جب باغیوں کی فوج محلات کے پھاٹک کے اندر داخل ہو گئی تو نپولین نے کہا "عجیب بے وقوف واقع ہوئے ہیں۔ انھوں نے باغیوں کو اندر کیوں آنے دیا۔ توپ چلا کر سینکڑوں کو سمیٹ لیتے اور باقی خود بخود بھاگ جاتے" وہ دن دور نہیں تھا جب کہ اسے خود اس تجویز کو مفید ثابت کر کے دکھانا تھا۔

دو ماہ بعد پھر شاہی محلوں پر حملہ کیا گیا خاص شاہی محافظ دستہ (سوس گارڈ) تہ تیغ کر دیا گیا۔ چند روز کے بعد فرانس میں جمہوریت کا اعلان کر دیا گیا۔ بدنصیب شاہ لوئی گلوٹین (قتل کرنے کی ایک مشین کا نام) کے چبوترے پر قتل کر دیا گیا۔

نپولین کو بد قسمت بادشاہ کے قتل کئے جانے پر افسوس تو ضرور ہوا لیکن اس پر کوئی خاص اثر نہیں ہوا۔ اس نے کہا "بہت سے بادشاہ تخت سے اتارے جانے کے مستحق ہوتے ہیں" تاہم باغیوں کے جور و ستم اور ان لوگوں کی کمزوری پر جو باغیوں کو ظلم و ستم کرنے سے باز رکھ سکتے تھے اسے سخت رنج پہونچا۔ اس نے محسوس کیا کہ کہ اس وقت فرانس کو ایک طاقت ور گورنمنٹ کی ضرورت ہے اور ممکن ہے کہ اس نے یہ بھی محسوس کر لیا ہو کہ وہ ان تمام خرابیوں کو دور کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کے پاس طاقت ہو۔

لیکن اس وقت اس کے پاس کوئی طاقت نہ تھی اور وہ بہت مفلس تھا۔ بورین اور وہ دونوں پیرس کی گلیوں میں آوارہ گردی کرتے کھانے کی قیمت بھی عموماً بورین ہی ادا کرتا کیونکہ نپولین کی نسبت اس کی مالی حالت بہتر تھی۔ ایک مرتبہ نپولین کو اپنی گھڑی گروی رکھنی پڑی۔

اب پھر وہ کارسیکا گیا اور وہاں کافی عرصہ رہا۔ لیکن اس مرتبہ محب وطن پیوئی سے

اس کا کسی بات پر تنازعہ ہوگیا۔ چنانچہ فرانس آتے ہوئے وہ اپنی والدہ اور بہن بھائیوں کو بھی اپنے ہمراہ لیتا آیا اور جلد ہی کپتان کے عہدے پر مقرر کردیا گیا۔ آئندہ کے لئے اُس نے اپنی زندگی فرانس کے لئے وقف کردی اور تمام عمر فرانس کی ترقی اور بہبودی کے لئے لڑتا رہا۔ اور اب وہ وقت آ پہونچا جب کہ نپولین کو اپنے جوہر دکھانے تھے۔

فرانس کے جنوب میں ٹولون ایک مقام ہے یہاں بادشاہ کے ہزارہا ساتھی موجود تھے جب انھوں نے شاہ فرانس کے قتل کی خبر سُنی انھوں نے اپنے آپ کو فوراً انگریزوں کے حوالہ کردیا۔ چنانچہ انگریزوں نے بحری اور بری دونوں طاقتوں سے ٹولون کی حفاظت شروع کردی۔ فرانسیسیوں کی ۲۵۰۰۰ سپاہ نے ٹولون کا محاصرہ کیا۔ اور پے درپے حملے کرنے شروع کئے لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ نپولین یہاں آیا اور ایسے موقع پر پہونچا جب کہ توپ خانے کا افسر مارا گیا اور اُسے فوراً یہ جگہ مل گئی۔ گولہ باری نپولین کا خاص مشغلہ تھا اور یہ جگہ اس کے حسب منشا تھی اب تک فرانسیسی بلا سوچے سمجھے گولہ باری کر رہے تھے لیکن نپولین نے آتے ہی لڑائی کا نقشہ بدل دیا اور اس ہوشیاری سے کام کیا کہ انگریزوں کو شکست ہوئی اور سوائے بھاگنے کے اور کوئی چارہ نظر نہ آیا۔

ٹولون کے مقام پر نپولین شب و روز محنت کرتا اور جب سوتا تو وردی ہی میں توپوں کے قریب پڑا رہتا۔ اِس بہادری، محنت اور مشقت کے صلے میں وہ قائم مقام کمانڈر (فوج کا افسر اعلیٰ) بنا دیا گیا۔

جب نپولین ٹولون میں تھا اسے ایک ایسے شخص سے سابقہ پڑا جس نے آئندہ زندگی میں اُس کے لئے بہت کچھ کیا۔ اِس شخص کا نام اینڈوچی جونٹ تھا۔ بعد میں نپولین کی حکومت کے ماتحت پہلے وہ پیرس اور پھر پرتگال کا گورنر بنا اور آخر کار اُسے ڈیوک (نواب) بنا دیا گیا۔

باقی آئندہ

(محمد یٰسین بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر پنجابی اسکول دہلی)

ہزاروں برس پیشتر

انگلستان کا پہلا بچہ

"سُؤار" پہلا بچہ تھا جو انگلستان میں پیدا ہوا۔ اُس کا باپ "واوا" ایک وحشی قبیلے کا سردار تھا۔ یہ قبیلہ اُس دریا کے پار رہتا تھا جو انگلستان کو فرانس سے جدا کرتا تھا۔ اُس زمانہ میں "اِنگلش چینل" نہیں تھی۔ انگلستان اور فرانس کے درمیان صرف ایک چھوٹا سا گہرا دریا بہتا تھا۔ واوا اکثر تیر کر اُس کے پار اتر جاتا تھا اور اپنے شکاری تسمہ میں چند خرگوش لٹکائے ہوئے واپس آتا تھا۔ فرانس میں اس وقت غذا کی بہت قلت تھی مگر انگلستان کے سرسبز جنگلات شکار سے بھرے ہوئے تھے۔

سردی پورے شباب پر تھی اور قبیلہ بھوک سے بیتاب تھا۔ واوا دریا کے پار گیا اور ایک موٹا تازہ ہرن لے کر واپس آگیا کسی قدر بحث کے بعد آخر قبیلے نے یہ طے کیا کہ دریا کے پار ڈیرا ڈالنا چاہیے۔ لیکن عورتیں اِس پر راضی نہ ہوئیں۔

واوا کی بیوی "بینا" نے کہا "دریا گہرا ہے اور بہت تیز ہے۔ بچے یا تو ڈوب جائیں گے یا دریائی جانور اُن کو ہلاک کر دیں گے"

واوا نے جواب دیا "کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ آدمی بچوں کو پیٹھ پر بٹھا کر آسانی سے تیر سکتے ہیں اور عورتیں خیموں کی کھالیں لے جا سکتی ہیں"

"لیکن آگ کون لے جائے گا؟" بینا نے دریافت کیا۔

واوا اِس کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ یہ ظاہر تھا کہ آگ کا لے جانا لازمی ہے کیونکہ وحشی قبیلے اُس وقت تک چقماق پتھر سے

یا لکڑیوں کی رگڑ سے آگ جلانا نہیں جانتے تھے۔ اکثر قبیلوں نے آتش فشاں پہاڑوں سے یا جلتے ہوئے جنگلوں سے آگ حاصل کی تھی۔ آگ کی تلاش میں اُن کو دور و دراز مقامات تک سفر کرنے پڑتے تھے۔ لیکن ایسا موقع کبھی پیش نہ آیا تھا کہ آگ لے کر انھیں کسی بڑے دریا سے گذرنا پڑا ہو۔

کئی مرتبہ واوا نے لکڑی کی ایک مشعل تیار کی اور کوشش کی کہ اُس کو لے کر دریا کے پار اُتر جائے اور وہاں اُس کی مدد سے آگ روشن کرے لیکن ہر مرتبہ کنارے پر پہونچنے سے پیشتر مشعل گل ہوگئی۔ آخر کار موسم بہار کے آغاز میں اس نے ایک تدبیر سوچی۔ اُس نے کہا "ہمیں لکڑی کا ایک بیڑا تیار کرنا چاہیے جس پر رکھ کر ہم آگ لے جاسکیں"۔

شاہ بلوط کے تین درخت منتخب کئے گئے اور تمام قبیلہ اُن کو گرانے میں مشغول ہوگیا اُن کے پاس صرف چقماق پتھر کے اوزار تھے جن کو لکڑی کے دستوں میں باندھ لیا گیا تھا

اور اُن سے کسی بڑے درخت کو گرانا ممکن نہ تھا واوا کے ذہن میں ایک نئی بات آئی اُس نے خیال کیا کہ آگ کو دریا کے پار لے جانے کے لئے بیڑا بھی آگ ہی کی مدد سے تیار کیا جائے۔ اس نے درختوں کے تنوں میں ایک بڑا سوراخ کیا اور اُن میں آگ جلا دی یہاں تک کہ جڑ کے قریب تنا بالکل آر پار جل گیا اور ایک طوفانی رات کو تند ہوا نے ان درختوں کو گرا دیا۔

رات بھر تمام قبیلہ جوش مسرت سے گرے ہوئے درختوں کے گرد ناچتا رہا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ انھوں نے جنگل کے بڑے درختوں کو گرایا۔ انھیں اپنے اندر ایک نئی قوت کا احساس ہوا اور ان کے دل فخر سے لبریز ہوگئے۔ اب ہر شخص کی یہ تمنا تھی کہ کسی طرح دریا کو پار کرکے نئے ملک میں آباد ہو جہاں غذا کی اس قدر کثرت ہے۔

چھ ہفتے میں انھوں نے ایک اتنا بڑا بیڑا تیار کیا کہ جس پر اُن کی بیش بہا آگ

بچے، اور چمڑے کے خیمے آسکیں۔ لکڑیوں
کو ملانے کے لئے اُن کے پاس کیلیں نہ تھیں۔
شہتیر بارہ سنگھے کی کھالوں کے لمبے تسموں
سے باندھے گئے تھے اور چھوٹے لٹھوں کو
درختوں کی نرم شاخوں سے باندھ دیا تھا
اس کے بعد انھوں نے بیڑے کے وسطی حصے
کو مٹّی سے لیس دیا اور جب وہ خشک ہو گئی
تو اُس پر آگ جلائی گئی۔

اپریل کا وسطی حصّہ تھا۔ بیڑا دریا میں
اُتارا گیا اور لوگ لمبی لمبی بلیوں سے اُس
کو کھینے لگے۔ ایک مہیب دریائی گھوڑے
نے دریا کے دوسرے کنارے کے قریب
بیڑے کو پلٹ دیا ہوتا لیکن اُس کی آنکھوں
میں دھواں لگ گیا اور وہ خوف زدہ
ہو کر بھاگ گیا۔

انگلستان کی سرزمین پر قدم رکھتے
ہوئے واوا نے مسرت سے چلّا کر کہا۔
"اہا ہا! یہ پہلا موقع ہے کہ دریائی گھوڑے
نے اِس مقام پر آگ دیکھی ہے اور وہ
اسے بالکل پسند نہیں کرتا۔

آدمیوں نے دریا کے کنارے ایک
بلند ٹیلے پر جگہ صاف کی اور اس کے مرکز
میں آگ روشن کر دی۔ اس کے بعد وہ
اُسی بیڑے پر بچوں اور خیموں کو لے آئے۔
بڑے لڑکے اور عورتیں ہنسی خوشی بیڑے
کے پیچھے تیرتی چلی آئیں۔ کنارے پر آکر
انھوں نے انگلستان میں پہلا قریہ آباد کیا۔
بلند زمین پر چار لٹھے نصب کئے گئے اور اُن
کے سروں پر چار بلیاں باندھ کر سب کے
اوپر کھال پھیلا دی گئی۔

قبیلے والوں نے واوا سے دریافت
کیا کہ "کتنے خیمے لگائے جائیں"؟

"ایک آدمی" واوا نے جواب دیا۔

اِس سے اُس کا مطلب نہیں تھا قبیلے
والے عدد اور ہندسوں کے ماہر نہ تھے۔ اُن
کے پاس صرف پہلے چار عددوں کے لئے
الفاظ موجود تھے یعنی ایک — دو — تین
— چار۔ وہ پانچ کو ایک ہاتھ کہتے تھے۔

چھ کو "ایک ہاتھ اور ایک" کہتے تھے۔ اسی طرح
کو دس کو دو ہاتھ اور پندرہ کو دو ہاتھ اور
ایک پیر یعنی دس انگلیاں ہاتھ کی اور پانچ
انگلیاں پیر کی۔ بیس کو وہ "ایک آدمی" کہتے
تھے۔ جس سے اُن کا مطلب ہاتھ پیر کی انگلیاں
ہوتا تھا۔ اگر واوا سے دریافت کیا جاتا کہ
تمہارے قبیلے میں کتنے آدمی ہیں تو وہ جواب
دیتا۔ "تین آدمی۔ دو ہاتھ اور تین"

آپ یہ حساب خود لگالیں کہ کُل کتنے
آدمی ہوئے۔ بہرصورت اگلی صبح کو واوا
کے نئے قریہ میں "تین آدمی، دو ہاتھ اور
چار" تھے کیونکہ درمیانی رات کو بینا کے یہاں
ایک بچہ پیدا ہوا تھا۔ وہ ایک خوب صورت
بچہ تھا۔ اُس کے تمام جسم پر ہلکے ہلکے بہت
نرم بال تھے۔

بینا نے کہا "کتنا پیارا بچہ ہے۔
اِس کا نام غزال رکھ دو۔"

واوا نے جواب دیا "نہیں نہیں
یوں تو وہ ایک نِرا میلا ہرن بن جائے گا۔
ہم اُس کو شیر کہا کریں گے"
اُن کی زبان میں شیر کو سؤار کہا کرتے
تھے اور اِس طرح انگلستان کا پہلا بچہ
سؤار کے نام سے مشہور ہوگیا۔ (باقی)

(عبدالستار انصاری سورونی علیگ)

انتقالِ پُرملال

میں نہایت رنج اور افسوس کے ساتھ رسالہ ہونہار کے ناظرین کو مطلع کرتا ہوں کہ میرے والدِ بزرگوار منشی عنایت حسین صاحب نے مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۳۱ء بروز اتوار تقریباً ۵۰ سال کی عمر میں اِس جہانِ فانی سے کوچ فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اُن کے بے وقت کے انتقال نے میری کمر کو توڑ دیا ہے۔ اب میرے خاندان اور میرے گھر کی بے شمار ذمہ داریاں میرے سر پر آپڑی ہیں اور میں نہایت رنجیدہ ہوں۔

میرے والدِ مرحوم کو رسالہ ہونہار سے بہت اُنس تھا اور وہ اکثر اِس کی ترقی کے لئے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ میں رسالہ ہونہار کے ناظرین سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ میرے والد مرحوم کے حق میں دعائے خیر کریں اور میرے لئے بھی دعا کریں کہ خدا مجھے تکلیفیں برداشت کرنے اور رسالہ ہونہار کو بہتر حالت میں چلانے کی توفیق عطا فرمائے

(فیاض حسین۔ ایڈیٹر رسالہ ہونہار)

ہمدردی

"ماں تار آیا ہے" کشوری لال نے کہا
"تار"؟ رادھا نے گھبرا کر پوچھا
"ہاں تار ہے" کہکر کشوری لال نے
دھڑکتے ہوئے دل سے لفافہ چاک کیا۔
تار کا نام سنتے ہی رادھا کا ماتھا ٹھنکا۔ گھبرا کر
کشوری کے منہ کی طرف تاکنے لگی۔ ایسے کئی
تار محلے میں اس ہفتے آچکے تھے جن کے پڑھتے
ہی لوگ سر پیٹ لیتے تھے۔ کئی دن چولہا
نہ جلتا تھا۔ رادہا خیر منانے لگی۔ ہے بھگوان
میں ٹھاکر جی کا بھوگ لگاؤں گی لیکن ٹھاکر
جی کو یہ بھوگ منظور نہ تھا۔
کشوری لال کے تار پڑھتے ہی چہرے
پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ سر میں چکر آگیا۔ وہ
سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔
رادھا سب کچھ سمجھ گئی۔ دل بیٹھ گیا
لیکن امید ایسی چیز ہے کہ جلدی پیچھا نہیں
چھوڑتی۔ ناامیدی میں بھی امید کی بجلی چمک
جاتی ہے۔ بے صبری سے کہا:
"کیوں بٹیا! کیا لکھا ہے؟ جلد بتا میرا
دل بیٹھا جارہا ہے۔ ہے رام!"
کشوری لال کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن
زبان جواب دے دیتی تھی۔ آخر دل
کڑا کر کے بولا "لالہ جی اس دنیا سے......؟
آگے وہ کچھ نہ کہہ پایا۔ رادھا نے سر پیٹ
لیا۔ اور پچھاڑ کھا کر گر پڑی۔
کشوری لال وہیں سر پکڑے بیٹھا رہا
اُس کے دل میں غم کی گنگا گھمر گھمر کرتی ہوئی
بہ رہی تھی۔ اُس کی اونچی اونچی لہروں نے
خوشی کی چٹانوں کو اپنے اندر غرق کر لیا تھا۔

مرلی سنگھ فوج میں ایک افسر تھے اور
تو اُن میں کچھ عیب نہ تھا لیکن وہ اول درجے

کے شرابی تھے۔ صبح شام شراب کے دور چلتے۔ جو کچھ تنخواہ بچتی سب اِسی کے نذر ہو جاتی کام سے چور ہو کر آتے تو غٹ غٹ پیالی پر پیالی چڑھا جاتے۔ مست ہو کر لیٹ جاتے اور پھر دین و دنیا کی خبر نہ رہتی۔ انھیں یہ فکر نہ تھی کہ میرے بعد میرے بچے کیا کریں گے اور اُن کی کیا گت ہو گی۔ بھیک مانگ کر گذارہ کریں گے یا مزدوری کریں گے۔ بس انھیں خیال تھا تو اِسی شراب کا۔ اُن کے لئے سب کچھ یہی تھا۔

جنگِ عظیم بھی کیسی منحوس تھی۔ اُس نے ہزاروں گھر تباہ کئے۔ ہزاروں یتیم کئے۔ ہزاروں بے گھر کر دئے۔ اسی میں مرلی سنگھ کے گھر کا بھی چراغ بجھ گیا اور وہ جنگ میں کام آ گئے۔

رادھا سوچتی تھی اب میرا کیا حال ہوگا بچوں کی گذر کس طرح ہو گی۔ انھوں نے تو سب شراب کی نذر کر دیا" یہی خیال تھا جو رادھا کو گھن کی طرح اندر ہی اندر کھائے جا رہا تھا۔ آہ اس کی کتنی زبردست خواہش تھی کہ یہ سب خواب ہو۔ لیکن یہ ناممکن تھا۔

اُسی وقت محمد عباس اِس محلّے میں سے گذر رہے تھے۔ مرلی سنگھ کے گھر کہرام مچا ہوا دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ محمد عباس دہلی کے مشہور سوداگر تھے۔ ہزاروں کا لین دین کرتے تھے۔ روپے پیسے میں کھیلتے تھے لیکن انھیں دولت کا نشہ نہ تھا۔ نہایت نیک سیرت تھے۔ وہ مرلی سنگھ کے گھر میں داخل ہوئے۔ دیکھا سب رو رہے تھے اور رادھا کی گریہ و زاری سے سب کا دِل پھٹا جا رہا تھا۔ محمد عباس کو سارا حال معلوم کر کے بڑا افسوس ہوا۔ انھوں نے رادھا سے کہا " روؤ مت۔ اب رونے دھونے سے کیا ہو سکتا ہے۔ دکھ کو برداشت کرو۔ جہاں سُکھ ہوتا ہے وہاں دُکھ بھی ہوتا ہے" رادھا نے کہا " اب روؤں نہ تو کیا کروں۔ قسمت میں رونا ہی لکھا ہے۔ میں تو اِس غم میں مری جا رہی ہوں کہ اِن بچوں کا

کیا ہوگا۔ وہ تو کچھ پونجی بھی نہ چھوڑ گئے۔ ہمارا
حال تو اُس درخت کا سا ہے جس کی جڑ ہی
کٹ گئی ہو۔"

محمد عباس بیٹھے تھے یہ سن کر کھڑے
ہو گئے۔ بولے "ایسا کیوں کہتی ہو؟
کیا ہم خدا کے بندے نہیں کہ ایک دوسرے
کی مدد نہ کریں؟ تم کچھ فکر نہ کرو"

الفاظ سادے تھے۔ اُن میں بناوٹ
کی بو نہ تھی۔ رادھا کے دِل میں اتر گئے۔
اُس نے محمد عباس کے چہرے کی طرف دیکھا
اُس پر سادگی اور سچائی تھی۔ بناوٹ کا
نام و نشان بھی نہ تھا۔ وہ حیران رہ گئی۔
کیا ایک مسلمان بھی ایک ہندو سے اتنی
ہمدردی کر سکتا ہے؟ یہ اُس نے پہلی بار
دیکھا تھا۔

لیکن کہتے ہیں کہ جب مصیبت آتی
ہے تو اکیلی نہیں آتی۔ ابھی پہلا زخم ہرا ہی
تھا۔ کہ قسمت نے اُس پر نمک چھڑک دیا۔

کشوری لال کو ملازم ہوئے چند ہی روز ہوئے
تھے کہ وہ بھی اپنی ماں کو داغِ جدائی دے
گیا۔ رادھا کیا کیا امیدیں لئے بیٹھی تھی۔
خوشی کے سنہری خواب دیکھ رہی تھی کہ کشوری
اب نوکر ہو گیا ہے چند روز میں غم غلط ہو جائے
گا"۔ لیکن غم کی گھٹا چھائی اور سب خوشیوں
کے بادلوں کو اڑا کر لے گئی۔ سچ ہے انسان
سوچتا کیا ہے اور ہوتا کیا ہے؟

رادھا اپنی پھوٹی ہوئی قسمت پر
آٹھ آٹھ آنسو رو رہی تھی کہ محمد عباس آتے
ہوئے دکھائی دئے۔ وہ اُن کو دیکھ کر
سنبھل کر بیٹھ گئی۔ آنسو پونچھ ڈالے۔ لیکن صبر
کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ بہتیرا ضبط کیا۔ آنسوؤں
کے بندھ کو نہ تھام سکی۔ غم کا دریا پورے
زور سے بہ نکلا

محمد عباس کو گھر کی یوں بربادی ہوتے
دیکھ کر بہت افسوس ہوا۔ رادھا اپنی مصیبت
پر رونے لگی۔ محمد عباس نے کہا "ہاں آپ

مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ میں آپ کی مصیبت کو کم کرنے کی کوشش کروں گا"

وہ بچوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا "یہ میرے چھوٹے بھائی ہیں۔ آپ ان کی کچھ فکر نہ کریں ان کو میں پڑھاؤں گا اور اپنے پاؤں پر کھڑا کردوں گا۔ مسلمان ہوں تو کیا ہوا۔ ہندو مسلمان سب خدا کے بندے اور ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور مصیبت کے وقت ایک کو دوسرے کی ضرور مدد کرنی چاہیئے"۔

رادھا کو معلوم ہوا گویا وہ خواب دیکھ رہی ہے۔ اُس کی آنکھوں سے پھر آنسو بہ نکلے لیکن یہ خوشی کے تھے اور ان میں شکریہ کا جذبہ چھپا تھا۔

کیا کبھی ایسا بھی زمانہ آئے گا جب ہندو مسلمان لڑائی جھگڑا چھوڑ کر آپس میں گلے ملیں گے اور دوسروں کی مصیبت کو اپنی مصیبت اور دوسروں کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھیں گے؟

(جے رتن متعلم از لاہور)

اندھی لڑکی

اندھی لڑکی نے ماں کی انگلی چھوڑ دی اور باغ میں ایک جگہ بیٹھ گئی پھر اِدھر اُدھر کان لگا کر اُس نے یہ اطمینان کر کے کہ کوئی سُن تو نہیں رہا ہے اپنے ہاتھ دعائیہ انداز میں اُٹھائے اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہنے لگی:

"میرے اللہ میاں! امّی جان کہتی ہیں کہ تم نے سورج بنایا ہے جو اپنی روشنی سے ساری دنیا کو روشن کردیتا ہے۔ چاند اور ستارے بنائے ہیں جو اندھیری راتوں میں دن کی طرح اجالا کر دیتے ہیں۔ امی جان یہ بھی کہتی ہیں کہ تم نے طرح طرح کے رنگا رنگ پھول کِھلائے ہیں جو اپنے رنگ اور خوشبو سے دیکھنے والوں کی آنکھوں میں طراوت اور دل میں تازگی پیدا کر دیتے ہیں۔

"امّی جان یہ بھی کہتی ہیں کہ تم نے بڑے بڑے پہاڑ دریا، سمندر اور جنگل بنائے ہیں جن کو دیکھ کر تمہاری قدرت یاد آتی ہے۔

"میرے اللہ میاں! تم نے مجھے ان چیزوں کے دیکھنے کے لئے آنکھیں نہیں دیں تو میں اس کی شکایت نہیں کرتی اور ان میں سے کسی چیز کو دیکھنا نہیں چاہتی مگر میرا دل چاہتا ہے کہ کم سے کم اپنی امّی جان کی صورت تو دیکھ لیا کرتی۔"

(سہیلی، امرتسر)

ایک وفادار نوکر

(گزشتہ سے پیوستہ)

بیوی ۔ دیکھو تم نے اُن لوگوں کا کہنا نہ مانا اور ناحق اِس بلا میں پھنسے ۔ اگر رات آج وہیں ٹھہر جاتے تو کیا ہوتا ۔ جان ہے تو جہان ہے ۔

آقا ۔ کیوں خیر تو ہے ۔ کیا بات ہے ؟

بیوی ۔ آپ کو خبر ہی نہیں ۔ ذرا کان دھر کے سنئے ۔ دور سے بڑی بھیانک آواز آرہی ہے

آقا (ہوا کی طرف منہ پھیر کر اور ایک ہاتھ کان پر رکھ کر) کچھ نہیں تم کو وہم ہے ۔ جنگل کے پتّے ہوا کی وجہ سے کھڑکھڑا رہے ہیں اور کچھ نہیں ۔

بیوی ۔ ذرا غور سے سنو ـــ دیکھو وہ آواز اور بھی قریب معلوم ہوتی ہے ۔ (یہ کہکر بچّے کو اپنے کلیجے سے چپٹا لیتی ہے ۔ شوہر پھر آواز سنتا ہے ۔ اسی اثنا میں نوکر چلّا کر کہتا ہے ۔

نوکر ۔ حضور بھیڑیوں نے تعاقب کیا ہے خدا خیر ہی کرے ۔ دیکھئے اُن لوگوں نے سچ کہا تھا کہ اِس مقام پر خطرہ ہے مگر آپ نے ایک نہ سُنی ۔ اب یہاں سے بچ کر جانا مشکل معلوم ہوتا ہے ۔ منزلِ مقصود ابھی چار پانچ کوس ہے اور اِن موذی جانوروں نے ہمارا پیچھا کیا ہے ۔

آقا ۔ کچھ نہیں وہم ہے ۔

نوکر ۔ نہیں حضور وہم نہیں حقیقت ہے ذرا کان لگا کر غور سے سُنئے ۔

(آقا پھر سنتا ہے اور کہتا ہے)

آقا ۔ واقعی سچ کہتے ہو ۔ بھیڑیوں کی آواز میرے کان میں بھی آئی ہے ۔

نوکر ۔ حضور معلوم ہوتا ہے کہ بھیڑیوں کے بہت بڑے غول نے اپنا تعاقب کیا ہے ۔

آقا ۔ تم کو یہ کس طرح معلوم ہوا کہ اِن کا بہت بڑا غول تعاقب کر رہا ہے ۔

نوکر۔ حضور میں نے سُنا تھا کہ اس جنگل میں اُن کا ایک بہت بڑا غول رہتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُسی نے ہمارا پیچھا کیا ہے۔

آقا۔ تو پھر یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ غول ہی ہے دو چار بھیڑئے ہوں گے۔

نوکر۔ نہیں حضور ذرا غور سے سُنئے۔ دیکھئے بہت سی آوازیں ایک ساتھ آرہی ہیں۔

آقا۔ ہاں ہو سچ کہتے ہو۔ خیر خدا مالک ہے۔ آنے دو۔ ہم اُن کو ٹھکانے لگا دیں گے۔

نوکر (چلّاکر) دیکھئے حضور وہ غول سامنے بڑی تیزی سے لپکا ہوا آرہا ہے۔

آقا کی بیوی نے اُن کو سامنے سے آتا ہوا دیکھا اور آنکھیں بند کر کے اپنے بچے پر لپٹ گئی

آقا۔ کچھ پرواہ نہیں۔ پستول تمہارے پاس بھی ہے اور میرے پاس بھی۔ ہم ذرا سی دیر میں دس بارہ کو ٹھکانے لگا دیں گے یقین ہے کہ وہ پستول کی آواز اور اپنے ساتھیوں کے مرنے سے خوف کھا کر بھاگ جائیں گے۔

نوکر۔ حضور کا خیال بجا ہے۔ مگر یہ بھیڑئے خوف کھانے والے نہیں۔

نوکر یہیں تک کہنے پایا تھا کہ بھیڑئے گاڑی کے قریب آگئے۔ یہاں تک کہ اُن کی زبانیں منہ سے باہر لٹکتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ گھوڑے بڑی تیزی سے بھاگے چلے جارہے تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ بھیڑئے برابر پیچھا کررہے ہیں تو پہلے خوب شور مچایا اس خیال سے کہ بھاگ جائیں مگر وہ کب ٹلنے والے تھے برابر پیچھا کرتے رہے۔ آخر مجبور ہو کر پہلے آقا اور بعد میں نوکر نے فیر کئے۔ ساتھ ہی دو بھیڑئے مرکر گرے۔ اُن کے گرتے ہی تمام بھیڑئے اِن دونوں مردہ بھیڑیوں پر ٹوٹ پڑے اور دم بھر میں اُن کی تکا بوٹی کر کے کھا گئے۔ اتنی دیر میں گاڑی کچھ دور نکل گئی تھی۔ اب کیا تھا بھیڑئے لہو چکھ چکے تھے۔ بڑی تیزی سے لپکے اور آنکھ جھپکتے گاڑی کو آلیا۔ دونوں نے پھر دو کو جہنّم رسید کیا۔ وہ دونوں کو کھا کر پھر لپکے۔ انھوں نے پھر دو کو اور ٹھنڈا کیا۔ وہ پھر اُن کو کھانے لگے۔ اس عرصہ میں وہ تقریباً

ایک میل نکل گئے اور انھوں نے خیال کیا کہ اب بھیڑئے اُن کا پیچھا نہ کریں گے۔ لیکن ذرا دیر میں جب انھوں نے پیچھے پھر کر دیکھا تو بھیڑیوں کو لپکتے ہوئے پایا اور آناً فاناً میں وہ گاڑی کے پاس آموجود ہوئے۔

دس بارہ کو ٹھکانے لگانے کے بعد جب تمام کارتوس ختم ہو گئے اور بھیڑیوں نے تعاقب برابر جاری رکھا تو نوکر نے چلّا کر کہا۔

نوکر۔ حضور اب جان بچانا دشوار معلوم ہوتا ہے، تمام کارتوس ختم ہو گئے اور منزلِ مقصود ابھی تین کوس باقی ہے۔ اب کیا کرنا چاہئے۔ یہ موذی تو گاڑی کے پاس ہی آتے جاتے ہیں

آقا۔ واقعی اب جان بچانا دشوار نظر آتا ہے کاش ہم لوگوں کی نصیحت پر عمل کرتے اور صبح آرام سے اپنی منزلِ مقصود پر پہونچ جاتے مگر کیا کریں۔ ضرورتِ وقت نے مجبور کر دیا اور یہ بلا اور مصیبت اپنے سر لے لی خیر اب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ گاڑی میں سے ایک گھوڑا کھول دیا جائے۔ یقیناً بھیڑئے اُس کے پیچھے لپکیں گے اور اس طرح کیا تعجب ہے کہ ہم اُن کے تعاقب سے بچ جائیں۔

نوکر نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ ایک گھوڑا کھول دیا گیا۔ بیچارہ چھوٹتے ہی جان لے کر بھاگا۔ بھیڑئے بھی اُس کے پیچھے پیچھے لپکے اور چاروں طرف سے گھیر کر اس پر حملہ کیا اور تھوڑی ہی دیر میں اُس کو کھا پی کر پھر گاڑی کا پیچھا کیا۔ اس عرصہ میں یہ لوگ تقریباً ایک میل اور نکل گئے۔

جب اُن کو پھر تعاقب کرتے ہوئے دیکھا تو دوسرا گھوڑا بھی چھوڑ دیا گیا۔ یہ بیچارہ بھی جنگل کی طرف بھاگا لیکن اُن سے نہ بچ سکا۔ اُس کو کھا کر انھوں نے پھر گاڑی کا پیچھا کیا۔ بدحواسی اور پریشانی کے عالم میں تیسرا گھوڑا بھی چھوڑ دیا گیا۔ جان سب کو پیاری ہوتی ہے۔ غریب جانور بُری طرح سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔ مگر ظالم بھیڑئے کب چھوڑنے والے تھے آناً فاناً میں گھوڑے کو پکڑ لیا اور ذرا سی دیر میں

بوٹی بوٹی کر ڈالا۔

یہ وہ وقت تھا جب سب اپنی زندگی سے
ہاتھ دھو چکے تھے۔ اب سوائے خدا کے اِن
موذیوں سے بچنے کا کوئی سہارا نہ تھا۔ ہر شخص
موت کے منہ میں تھا اور سب ایک دوسرے
کا منہ خاموشی کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ چہرے
زرد پڑ گئے تھے۔ خاموشی اس درجہ چھائی
ہوئی تھی گویا کسی کے منہ میں زبان ہی نہیں
بھیڑیئے جتنے قریب آتے جاتے تھے اتنی ہی
موت بھی قریب معلوم ہوتی تھی۔ اُن کی خونخوار
شکلیں۔ لٹکتی ہوئی سرخ سرخ زبانیں۔
پُرہیبت آنکھیں خون خشک کئے دیتی تھیں
آخرکار نوکر نے ایک سرد آہ بھر کر اِس خاموشی
کو توڑا اور کہنے لگا۔

نوکر۔ حضور اب جان بچتی نظر نہیں آتی بھیڑیئے
پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑے ہیں۔ منزل ابھی دور ہے
سوائے اِس کے کہ یہ جاں نثار آپ کے اوپر
سے قربان ہو جائے اور کوئی بچاؤ کی صورت
نظر نہیں آتی۔ اسی میں گاڑی آبادی تک
پہونچ جائے گی اِس لئے اجازت دیجئے
کہ خادم آج حق نمک سے ادا ہو جائے۔ اور
ایسے نازک موقع پر آپ کے کام آئے۔

آقا۔ تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو معلوم
ہوتا ہے کہ خوف و ہراس نے تمہارے دل و
دماغ پر قبضہ کر لیا ہے اور تم زندگی سے مایوس
ہو کر ایسے الفاظ منہ سے نکال رہے ہو۔ یہ ضرور
ہے کہ اِس وقت بچنے کی کوئی صورت نہیں
ہے اور ایک ایک کی ضرور آئی ہے۔ پس
جس کی آئی ہے وہ ضرور جائے گا۔ پھر اِس
کی کیا ضرورت ہے کہ تم خود موت کے منہ میں جاؤ
اللہ اللہ کرو۔ بیٹھے رہو۔ جو ہوگا ہو جائے گا
تمہاری آئی ہے تم جاؤ گے۔ میری آئی ہے
میں جاؤں گا اور کیا تعجب ہے کہ سب کے سب
یہیں ختم ہو جائیں۔ پھر خود بخود آگ میں کودنے
سے کیا حاصل؟

نوکر۔ حضور کیا فرما رہے ہیں۔ خادم سے
یہ نہیں ہو سکتا کہ جیتے جی آپ سب کو تکلیف
میں دیکھے اور یوں ٹھنڈے دل سے بیٹھا رہے

لعنت ہے ایسے جینے پر جو آڑے وقت میں اپنے محسن، اپنے آقا، اپنے مالک کے کام نہ آئے۔ میں اس خیال کو لے کر دنیا سے گذرنا چاہتا ہوں کہ میرے آقا نے میرے اس فعل کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا۔ صرف ایک آخری وصیت کرنا چاہتا ہوں کہ میری ایک بیوی اور دو بچے ہیں۔ اُن کا خبر گیراں سوائے میرے اور کوئی نہ تھا۔ مجھے آپ کی ذات سے امید ہے کہ آپ مجھ سے زیادہ اُن کی پرورش اور نگہداشت کریں گے۔ ہاں چلتے وقت میں بچوں سے جوتے اور بسکٹ لانے کا وعدہ کر آیا ہوں آپ (نوٹ دے کر) واپسی پر یہ دونوں چیزیں اُن غریب اور یتیم بچوں کے لئے لیتے جائیے گا۔ اب سوائے آپ کے اس دنیا میں کوئی اُن کا یار و مددگار نہیں ہے۔ ہائے چلتے وقت اُن کا یہ کہنا "ابا جان مت جاؤ۔ ہم نہیں جانے دیتے۔ اچھا ابا جان سچ بتاؤ کب آؤ گے" اور دروازے تک روتے ہوئے آنا اور کہنا کہ "جلدی آنا" رہ رہ کر یاد آرہا ہے۔ تیس برس کی زندگی کا خاتمہ اس جنگل میں یوں ہونا تھا۔ خیر مرنا برحق ہے۔ پھر آج ہی ایسے نازک موقع پر اپنے محسن آقا پر سے کیوں نہ قربان ہو جاؤں حضور! میں اس وقت اپنا فرض ادا کر رہا ہوں"۔

یہ کہکر اُس نے نہایت حسرت بھری نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے تھے۔ آخری مرتبہ اپنے آقا اور اُس کی بیوی کی طرف دیکھ کر کہنے لگا

"حضور میرا کہا سنا معاف فرمائیے اور اس مختصر سی زندگی میں جو کچھ مجھ سے قصور سرزد ہوئے ہوں اُن کی دست بستہ معافی مانگتا ہوں"

آقا تصویر حیرت بنا ہوا سب سن رہا تھا منہ سے آواز نہ نکلتی تھی کہ یکایک نوکر گاڑی پر سے کود پڑا۔ اُس نے روکنے کی کوشش لیکن بیکار۔ نوکر کے کودتے ہی بھیڑیئے

اُس پر ٹوٹ پڑے۔ اِس مرتبہ کوچوان نے گھوڑے کے دوڑانے میں آخری اور انتہائی کوشش صرف کردی اور گاڑی بہت تیزی کے ساتھ آبادی کے قریب پہونچ گئی۔

نوکر کے جذبہ وفاداری نے جس کو خون سمجھ کر بھیڑیوں نے چوسا اُن کو کچھ ایسا چکادیا کہ وہ خود ہی واپس چلے گئے اللہ رے جوشِ حقِ نمک کہ خون کے پیاسے وحشی جانوروں کے دلوں پر مرنے کے بعد بھی اپنا اثر ڈالے بغیر نہ رہا۔

اس واقعۂ جانکاہ سے آقا کا دل پاش پاش ہوگیا۔ دنیا اُس کی آنکھوں میں اندھیر ہوگئی اور زندگی ہمیشہ کے لئے تلخ۔ وہ ہر وقت اُداس اور ملول رہا کرتا تھا۔ اس کے بیوی بچوں کا حد سے زیادہ خیال رکھتا اور اُن کی دل سے عزت کرتا تھا۔

وسیم احمد فاروقی
از بھوپال

ترانہ

آپس میں لڑ مریں ہم ہمسے کسی کو مطلب — یا ہم کٹیں مریں ہم ہمسے کسی کو مطلب
بھائی ہی بھائی تو ہیں آپس کی بات ہے یہ — ہم سے غرض کسی کو ہمسے کسی کو مطلب

ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستان ہمارا

بچے ہیں ایک گھر کے ہم سب ہیں بھائی بھائی — ہندو ہوں یا مسلماں بدھ جین یا عیسائی
جن کو برا لگے وہ آتے ہیں پاس ہی کیوں — کائل ہیں تو اپنی ہر اک ادا ہے بھائی

ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

لڑ کر ہم اپنی عقلوں کو تیز کر رہے ہیں — اور سر زمیں کو اپنی زرخیز کر رہے ہیں
ہنستے ہیں جو ہیں ناداں بےعقل وہ بے سمجھ ہیں — ہم ہند کی زمیں کو گل ریز کر رہے ہیں

ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

(محمد کامل بی اے جونپوری)

صحت

ہر شخص پر فرض ہے کہ جہاں تک ہوسکے اپنی صحت کی حفاظت کرے۔ انسان کے واسطے کوئی نعمت صحت کے برابر نہیں۔ وہ اُس کی ساری خوشیوں کی جان ہے۔ جب آدمی بیمار ہوتا ہے تو اس کا مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے۔ نہ وہ خود خوش رہتا ہے نہ اَور لوگ اس سے خوش رہتے ہیں۔ نہ وہ اپنا کام کرسکتا ہے اور نہ اوروں کا بلکہ اپنے ہمنشینوں کو بارِ خاطر ہو جاتا ہے۔

پس صحت کا قائم رکھنا انسان کے لئے نہایت ضروری ہے۔ گو زندگی کا کچھ اعتبار نہیں۔ انسان کی طاقت سے باہر ہے کہ وہ موت کو روک سکے۔ مگر جو شخص اپنی صحت کی حفاظت کرتا ہے وہ آخر عمر تک کمزور نہیں ہوتا۔ زندگی کے سارے لطف اٹھاتا ہے۔ پس اے ہونہار بھائیو! تم جہاں تک ہوسکے اپنے جسم کی حفاظت کرو ورنہ تمام عمر روتے رہو گے۔ اگر تم اپنی طالب علمی کے زمانہ میں اپنے مقاصد میں کامیاب بھی ہوگئے تو اِس زمانہ کی صحت کی بے احتیاطیوں کا خمیازہ آیندہ بھگتنا پڑے گا۔ جو طالب علم جسم کو کاہل بناتا ہے اور ورزش نہیں کرتا۔ اور اپنے دماغ سے سخت محنت لیتا ہے وہ ضرور کسی نہ کسی مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

بعض طلبہ جسم میں نہایت کمزور ہوتے ہیں لیکن امتحان پاس کرنے کے لئے وہ اپنے کو کتابوں کے حوالے کر دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے دماغ بھی بہت کمزور ہو جاتے ہیں۔ اور پھر بڑے کلاسوں میں وہ اپنی اس بے احتیاطی کا نتیجہ بھگتتے ہیں۔ اس لئے طلبہ کو منع کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی طاقت سے باہر تحصیل علم میں مشقت کرکر کے اپنا خون اپنی گردن پر نہ لیں ہاں پڑھنے کے ساتھ اگر وہ اپنی تندرستی ٹھیک رکھنے کی طرف بھی

توجہ کرتے رہیں تو یہ اُن کے لئے بہت مفید ہوگا۔ اُن کو اپنی صحت کی احتیاط اس طرح کرنی چاہیئے جیسے کہ ایک اچھا کاریگر اپنے اوزاروں کو تیز اور عمدہ رکھنے اور ایک سپاہی اپنی بارود کو خشک رکھنے میں کرتا ہے۔

صحت آدمی کی بڑی سلطنت ہے اور وہ نعمت ہے کہ اگر ایک بادشاہ بیمار ہو تو اس کو اس کی تمام دولت اور حکومت بھی خوش نہیں کر سکتی۔ وہ اپنے شاندار محل میں سونے چاندی کے پلنگوں پر لیٹے آرام کی نیند نہیں سوتا جیسا کہ ایک غریب آدمی اپنے جھلنگے پر مچھر پسو اور کھٹملوں کے اندر سوتا ہے۔ اگر دولت مند تندرست نہ ہو تو دولت کا انبار، عیش و عشرت کا سارا سامان اس کو اچھا نہیں لگتا۔ غرضکہ ہماری ساری مسرت اور فرحت کا بڑا حصہ ہماری صحت کے ساتھ ہے۔ بغیر صحت کے زندگی وبال ہے۔ صحت ایسی نعمتِ عظمیٰ ہے کہ اس کے مقابل میں دنیا کی ساری نعمتیں ہیچ ہیں۔ افسوس ہے کہ ہم اس عطیۂ الٰہی کو اپنی غفلت سے کھو بیٹھے ہیں۔

اکثر طلبہ فقط دماغ کو اور اعضا کی نسبت زیادہ کام میں لاتے ہیں اس کا خمیازہ یہ اٹھاتے ہیں کہ صحت رخصت ہو جاتی ہے چہرہ زرد، بدن لاغر و ناتوان ہو جاتا ہے اس لئے طلبہ کو چاہیئے کہ وہ اپنی صحت کا زیادہ خیال رکھیں اور اپنی بساط سے باہر دماغ سے محنت نہ لیا کریں۔

عبدالوہاب۔ دہلوی

ماہ جولائی کے ایک معمے کا حل

جولائی کے رسالے میں صفحہ ۱۳ پر جو معمہ شائع ہوا تھا اس کا حل "محمد یوسف" ہے حسب شرائط قرعہ اندازی کی گئی اور محمد علی صاحب جماعت ششم مسلم اسکول پٹیالہ کا نام نکلا اور ان کے پاس فاونٹین پن بھیج دیا گیا

شجاع الدین
سکریٹری ریڈنگ روم پنجابی اسکول دہلی

طلبہ کے مضامین

شہری اور دیہاتی زندگی کا مقابلہ

محنت میں محنت کے لحاظ سے شہروں کے لوگ اتنے محنتی اور جفاکش نہیں ہوتے جتنے کہ گاؤں کے ہوتے ہیں۔ یہ (شہری) لوگ اکثر سست، آرام طلب اور عیش پسند ہوتے ہیں اس لئے یہ عام طور پر کمزور ہوتے ہیں۔ زیادہ کام کرنا پسند نہیں کرتے اس لئے اُن کی ۲۵ فیصدی اولاد خراب اور نکمی ہوتی ہے۔ اُن کے خراب ہونے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ شروع ہی سے والدین کے ساتھ اُن کے کام کاج میں اُن کا ہاتھ نہیں بٹاتے اور اُن کو معلوم نہیں ہوتا کہ روپیہ پیسہ کس طرح کمایا جاتا ہے۔ جو کچھ یہ والدین سے طلب کرتے ہیں وہ فوراً دے دیتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر انکار کیا گیا تو لڑکا اور زیادہ خراب ہو جائے گا اور چوری وغیرہ کی بُری عادتیں ڈال لے گا۔

اس کے مقابلے میں گاؤں کے لوگ بہت محنتی اور جفاکش ہوتے ہیں جو کام مشکل یا آسان ملتا جائے کرتے جاتے ہیں اور گریز نہیں کرتے اور نہ کسی قسم کی سستی ظاہر کرتے ہیں۔ اُن کے لڑکے شروع ہی سے والدین کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ اُن کا کام عموماً کھیتی باڑی کا ہوتا ہے۔ یہ جون اور جولائی کی تیز دھوپ میں اور دسمبر اور جنوری کی سخت سردی کے دنوں میں بھی کام کرنے سے جی نہیں چراتے کیونکہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اُن کا دولت مند ہونا سخت سے سخت مزدوری اور مشقت پر منحصر ہے۔ اس وجہ سے یہ ہٹے کٹے اور طاقتور ہوتے ہیں۔ اُن کے لڑکے زیادہ فضول خرچ، خراب اور شرابی

نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ لڑکے والدین کے
ساتھ ساتھ کام کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ
ہم غریب ہیں اس لئے وہ والدین سے
فضول روپیہ پیسہ نہیں لیتے۔

صحت میں شہری باشندوں کی حالت
ہر وقت بگڑی رہتی ہے
کیونکہ یہ کھلی ہوا حاصل نہیں کر سکتے اور دوسرے
آرام طلب ہوتے ہیں۔ ورزش سے جی چراتے
ہیں۔ گنجان آبادی کے باعث ان کے مکانات
تنگ تاریک محلوں اور گلیوں میں ہوتے
ہیں۔ بعض تو ایسی جگہ رہتے ہیں جہاں کبھی
سورج کی روشنی بھی نہیں پڑتی۔ یہی وجہ ہے
جس کے سبب سے یہ فرحت بخش ہوا حاصل
نہیں کر سکتے۔ پھر بھی بجلی کے پنکھے لگوا لیتے
ہیں۔ لیکن آج کل لوگ عموماً اپنے مکانات
اور کوٹھیاں سائنس کے اصول پر بنوانے
لگے ہیں جہاں ہوا اور سورج کی روشنی
کا کافی انتظام ہوتا ہے۔ لیکن غریبوں
کو یہ سہولتیں میسر نہیں۔

برخلاف اس کے گاؤں کے لوگ
تندرست رہتے ہیں کیونکہ وہ آرام طلب نہیں
ہوتے۔ ان کے مکانات صرف ایک ایک
منزل کے ہوتے ہیں اور سورج ان کے
گھروں میں صبح سے شام تک خوب چمکتا رہتا
ہے۔ گاؤں میں ایک بڑا نقص یہ ہے کہ
وہاں نہ تو کوئی اچھا حکیم ہوتا ہے اور نہ ڈاکٹر
جو کہ نہایت ضروری بات ہے۔ کیونکہ ایک
آدمی اگر کسی وقت کسی بیماری میں مبتلا ہو جائے
تو اس کے لئے فوری بندوبست یا علاج کرنا
مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے اور اسی
وجہ سے وہ مر جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا
کہ اگر گاؤں میں کوئی اچھا ڈاکٹر یا حکیم ہو
تو گاؤں والوں کی صحت بہت ہی اچھی
ہو سکتی ہے۔ گاؤں میں کھانے پینے کا اعلیٰ
انتظام نہیں ہوتا۔ شہروں میں کھانے پینے کا
ہر طرح کا انتظام ہو سکتا ہے اور ڈاکٹر وغیرہ
عام طور پر مل سکتے ہیں۔

صفائی میں شہروں میں ہر روز صبح اور

شام گلیوں، محلوں اور بازاروں میں باقاعدہ صفائی کی جاتی ہے۔ اس کام کے لئے بھنگیوں اور سقوں کی بہت بڑی تعداد شہر کی میونسپل کمیٹی کی طرف سے ملازم رکھی جاتی ہے۔ جن کا کام محض شہر کی صفائی ہوتا ہے۔ شہر کا تمام کوڑا کرکٹ شہر سے بہت دور لے جا کر پھینکا جاتا ہے۔ لوگ اپنے گھروں کی صفائی کا بہت زیادہ خیال رکھتے ہیں۔

گاؤں کے بازاروں اور گلیوں وغیرہ کی صفائی روزانہ نہیں ہوتی۔ جو کوڑا کرکٹ اور گندگی وغیرہ جو صفائی کرنے سے حاصل ہوتی ہے وہ گاؤں کے پاس ہی پھینک دی جاتی ہے جس سے بدبو پھیلتی رہتی ہے۔ گھروں کی صفائی بھی روزانہ نہیں کی جاتی جس سے بیماری پھیلنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ گاؤں میں کمیٹی وغیرہ کا انتظام کسی طرح بھی اچھا نہیں ہوتا۔

تعلیم میں شہروں میں لڑکوں اور لڑکیوں کے تعلیم حاصل کرنے کے لئے کئی کئی اسکول اور کالج ہوتے ہیں جہاں تنخواہ دار اُستاد اور پروفیسر صاحبان تعلیم دینے کے لئے مقرر ہوتے ہیں۔ ہر ایک مدرسے میں اعلیٰ تعلیم دیجاتی ہے۔ شہر میں تقریباً کوئی ایسا آدمی نہیں ہوتا جو تعلیم سے ناآشنا ہو۔ اول تو گاؤں میں اچھے اسکول نہیں ہوتے۔ اگر ہوتے بھی ہیں تو وہاں تعلیم اچھی نہیں مل سکتی اسی لئے گاؤں کے وہ لڑکے جو اچھی اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں شہروں میں جا کر پڑھتے ہیں۔ اب گاؤں میں پرائمری اور مڈل اسکول کھلتے جا رہے ہیں۔

نتیجہ ۔ اس سے ثابت ہوا کہ شہر کی زندگی بہت مفید اور دلچسپ ہوتی ہے جس میں ہر طرح کی سہولت میسر ہوتی ہے۔ گاؤں کی زندگی سوائے محنت کے بہت ہی بُری اور تکلیف دہ زندگی ہے۔

ملک غلام حیدر
از سیالکوٹ

پروفیسر پکارڈ زمین سے دس میل بلندی پر

ولایتی و دیسی اخبارات میں آپ نے پروفیسر پکارڈ اور اُن کے ساتھی ڈاکٹر کیپفر کے متعلق پڑھا ہوگا۔ آج میں اُن کی اڑان کے متعلق تھوڑا سا حال لکھتا ہوں۔

پروفیسر کا غبارہ آگس برگ (جرمنی) سے اڑا تھا۔ آج کل کے زمانہ میں بیلون (غبارے) اس قدر عام نہیں جتنا کہ ہوائی جہاز ہیں۔ مگر پروفیسر کا غبارہ عام غباروں سے ذرا مختلف تھا۔ سائز میں وہ عام غباروں سے بہت بڑا تھا اور اُس کی رسیوں میں بجائے ایک ٹوکری کے (جو غبارے سے باندھی جاتی ہے اور پھر اڑنے والے اس میں بیٹھ جاتے ہیں۔ الیومنیم کا ایک گولہ تھا۔

عجیب و غریب سائنٹفک انتظامات

اس ہلکی دھات کے گولے میں پروفیسر پکارڈ اور اُس کے ساتھی ڈاکٹر کو بند کر دیا گیا تھا اور انھیں کافی مقدار خوراک اور آکسیجن کی (ایک قسم کی ہوا جو انسانی زندگی کے لئے ضروری ہوتی ہے) بہم پہونچائی گئی تھی۔

اِن کا ارادہ آسمان کی بلندی تک پہونچنے کا تھا جہاں تک کوئی انسان نہیں پہونچ سکا ہے اور اِن کا ارادہ وہاں جاکر بجلی کی حالتوں اور پانی کا وزن وغیرہ کرنے کا تھا۔

اتنی بلندی پر جہاں تک پروفیسر اور اُس کا ساتھی پہونچنے کی امید رکھتے تھے وہاں کی ہوا میں آکسیجن کی مقدار بہت کم تھی اور سانس لینا دشوار تھا اور ممکن تھا ایسا کرنے سے اُن کے دل پر کوئی بُرا اثر پڑتا اِسی لئے دونوں اُڑنے والوں نے بڑے بڑے ٹیوب (نالیاں) آکسیجن کی بھر کر رکھ لی تھیں۔

اور بھی انتظامات کئے گئے تھے کہ اوپر جانے سے قبل اِن دونوں کے پھیپھڑوں میں سے خراب ہوا نکال لی جائے۔

الیومینیم کا بڑا گولہ

اتنی بلندی پر پہونچ کر درجہ حرارت بھی صفر سے کئی درجے نیچے پہونچ جاتا ہے اس لئے دھات کے اس گولے میں ایسے انتظامات کئے گئے تھے کہ زیادہ ٹھنڈک کے وقت اُسے گرم کیا جا سکے۔ اس کا نصف حصہ سیاہ رنگ کے الیومینیم کا تھا (یعنی الیومینیم کو کسی خاص سائنٹفک مصالحہ سے رنگ دیا گیا تھا) اور اسے ضرورت کے وقت خوب گرم کیا جا سکتا تھا اور بقیہ نصف سفید اور چمکدار تھا کہ جب گولہ زیادہ گرم ہو جائے تو اُس حصے کی مدد سے گرمی دور کی جا سکے۔

اتنے انتظامات اس لئے کئے گئے تھے کہ بیلون اور اس میں جو لوگ بیٹھے تھے وہ زمین سے کافی بلندی تک آرام سے جا سکیں موسم کے حالات جاننے والوں کا خیال تھا کہ اگر وہ اس بلندی سے بھی اوپر چلے جائیں جس پر وہ پہونچنے والے تھے تو درجۂ حرارت گرنے کے بعد پھر بڑھنا شروع ہو جائے گا۔

یہ پروگرام تھا جو اس وجہ سے ٹوٹ گیا کہ بیلون کے سوار یہ بات پہلے سے نہ جانتے تھے اور وہ وقت پر کافی مقدار آکسیجن کی مہیا نہ کر سکے تھے۔

بیلون آگس برگ سے صبح کے چار بجے اٹھا۔ اور اس کو چھ یا آٹھ گھنٹے میں فری برگ (جرمنی) پہونچنا چاہئیے تھا جیسا کہ پروفیسر کا خیال تھا جہاں اس کا ارادہ تھا کہ وہ اور اس کا ساتھی اتریں گے۔

راستہ جو اختیار کیا گیا تھا وہ "مے منگن" "لاتھ کرتچ" "فریڈرچ شیفن" اور کیمپ ٹن کے اوپر سے تھا۔ پروفیسر کا بیلون ان سب مقامات کے اوپر سے ہوتا ہوا بے ویریا کے باہر چلا گیا اور پھر واپس آ گیا۔

رات کو کیا ہوا؟

پروفیسر کا بیلون مندرجہ بالا مقامات اور دوسرے مقامات پر سے گذرتا ہوا شام

کے ساڑھے سات بجے وہ "پارٹن کرچن" کے اوپر دیکھا گیا۔ بیلون نے پھر اوپر کو اُڑنا شروع ہوا اور پھر آسمان پر ایک نقطے کے مانند ہو کر رہ گیا۔

لوگ تعجب کرتے ہوئے کہ اب کیا ہوگا اپنے اپنے بستروں پر رات کو سونے چلے گئے۔ کیا ہوا؟ یہ ہمیں دوسرے دن صبح معلوم ہوا کہ بیلون ایک برف کی چٹان پر اُتر گیا تھا۔ پروفیسر پکارڈ اور اُس کے ساتھی ڈاکٹر کیپ فر نے رات ایلومینیم کے گولے ہی میں بسر کی اور دوسری صبح امدادی جماعت نے (جو اُن کی تلاش میں رات کو روانہ ہوگئی تھی) ان کو بخیر و عافیت گولے ہی میں پایا۔

وہ زمین سے تقریباً دس میل یعنی ۵۲۸ فیٹ اوپر اُڑے۔ اتنی بلندی پر اس سے پیشتر کوئی انسان زندہ نہ گیا تھا۔ وہ لوگ رات کو برف کی چٹان کی سنسان فضا میں اس ایلومینیم کے گولے ہی میں رہے۔ جب وہ دوبارہ انسانی بستی میں آئے تو انھوں نے اپنے گرد بیسیوں اخبار والوں کو درجنوں زبانوں میں چہچہاتا ہوا دیکھا۔ پروفیسر نے ایک اخباری نمائندے کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ "میرے پاس کافی معلومات کا ذخیرہ ہوگیا ہے اور میں کافی عرصے تک انھیں معلومات کی بنا پر نئی باتیں معلوم کروں گا اور پھر کبھی اتنی بلندی پر جانے کا خطرہ نہ اُٹھاؤں گا۔"

پروفیسر کی اس پرواز نے علم اور تحقیق کی دنیا میں ایک نیا باب کھول دیا ہے۔ اور آیندہ سائنس دانوں کے لئے عجیب و غریب باتوں کا ایک میدان مہیا کر دیا ہے۔

معمے بھیجنے والوں کے لئے ہدایتیں

۱۔ دو روپے سے کم انعام والے معمے کے لئے ار کا ٹکٹ خرید کر روانہ کرنے سے طلب کیجئے ورنہ آیندہ معمہ رسالہ میں شائع نہیں کیا جائیگا

۲۔ انعام میں جن صاحب کا انعام نکلے اُسے شائع ہونے کے لئے رسالہ ہونہار میں ضرور بھیجئے

۳۔ معمے کے ہمراہ اُس کا حل بھی لکھئے تاکہ اُس کی غلطیوں کو درست کیا جاسکے۔ "نیر"

انعامی معمہ ۱

۶	۵	۴	■	۳	۲	۱
		۸	■			۷
		۱۰	■			۹
■	■	■	■	■	■	■
۱۶	۱۵	۱۴	■	۱۳	۱۲	۱۱
		۱۸	■			۱۷
		۲۱	■			۱۹

دائیں سے بائیں

۱۔ دوزخ ۱۱۔ ہلکا
۴۔ آلہ تحریر ۱۴۔ پیدائش
۷۔ وفاداری ۱۷۔ جائزہ
۸۔ بزرگ ۱۸۔ انگ
۹۔ مسطر ۱۹۔ شراب
۱۰۔ جس سے دعا کا پتا ہوتا ہے ۲۰۔ سر کا اُلٹ

اوپر سے نیچے

۱۔ روشنی
۲۔ ایک قسم کی سلائی
۳۔ قحط
۴۔ مُردے کا گھر
۶۔ دولت
۱۱۔ لال

اوپر سے نیچے۔ ۱۲۔ اُلّو ۱۳ کام
۱۴۔ نیند سے اُٹھ ۱۵۔ شہر ۱۶۔ میں ہوں

شرائط۔ حل ماہ ستمبر کے آخر تک آجانا چاہئے۔ انعام بذریعہ قرعہ اندازی دیا جائیگا۔ انعام اوّل ایک روپیہ نقد۔ انعام دوم رسالہ رہنما کی خدمت ہے۔ ہر حل کے ہمراہ ایک آنے کا ٹکٹ آنا چاہئے۔ تمام حل مندرجہ ذیل پتہ سے بھیجئے۔

محمد علی معرفت پرنسپل صاحب مسلم اسکول سرہند (ریاست پٹیالہ)

انعامی معمہ ۲

ایک نو حرف کا نام ہے جس کے مختلف حروف ملاکر مندرجہ ذیل معنے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ نام کیا ہے؟

۷+۸+۹ ایک مقدس صحابی ۷+۱+۶ شرم
۵+۴+۳+۶ ستارہ ۳+۵+۶+۹ ایک نشیلی چیز
۱+۴ بھائی ۲+۵+۸ گھڑی
۸+۳ عادت ۴+۶+۳ ۔ تیز گدھا
۶+۹+۸ ۔ ایک تیز رفتار گاڑی ۲+۵+۴+۶ ۔ متکبر
۴+۱+۶ کاٹنا ۸+۱+۳ ایک بت کا نام
۲+۴+۶ غرور ۶+۱+۸ لعاب
۳+۲ تھوک ۴+۲+۵ پریشان
۶+۲+۳+۱+۶ چلنے والا ۳+۸+۴ کڑوا

شرائط

(۱) تمام جوابات ماہ ستمبر کے آخر تک آجانے چاہئیں
(۲) جواب کے ساتھ ا۲ کا ٹکٹ آنا چاہئے۔
(۳) جواب کے ہمراہ ہونہار کا خریداری نمبر بھی آنا چاہئے
(۴) زیادہ جوابات آنے کی صورت میں فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی ہوگا
(۵) انعام میں ڈیڑھ روپے کی کتبخانہ شرکت ادبیہ دہلی کی کتابیں دی جائیں گی۔

جوابات اس پتہ سے بھیجئے

سید محمد صدیق سید ابراہیم قادری مقام و پوسٹ ماہسلہ ضلع قلابہ۔ ریاست جزیرہ

انعامی معمہ نمبر ۳

بتاؤ کیا ہے؟

۱۔ ایک قطعے میں بارہ نہایت خوشنما درخت ہیں جن کی تیس تیس شاخیں ہیں۔ نہ وہ بولتی ہیں اور نہ وہ کٹتی ہیں۔

۲۔ دو گھوڑے ہیں۔ ایک سیاہ اور ایک چمکدار۔ وہ برابر بھاگ رہے ہیں لیکن ایک دوسرے کو پکڑ نہیں سکتا۔

۳۔ تیس شہ سوار ایک بادشاہ کے پاس گئے وہاں گنے گئے تو ایک کم تھا لیکن جب پھر گنے گئے تو پورے تھے۔

۴۔ ایک ظالم ایک بڑے باغ میں جس میں کہ خوشنما سبزہ، گھاس اور پھول تھے بیٹھا تھا اور وہ برابر اُن کو کاٹ رہا تھا۔ اور وہ کسی کے کہنے سننے کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔

شرائط ۱۔ جوابات ۱۸ اکتوبر تک آجانے چاہئیں۔

۲۔ ہر جواب کے ہمراہ ۱ر کا ٹکٹ آنا لازمی ہے۔

۳۔ زیادہ صحیح جوابات آنے کی صورت میں فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی ہوگا

۴۔ جواب کے ساتھ ساتھ اپنا پورا پتہ خوشخط لکھئے۔ تاکہ انعام بھیجنے میں دقت نہ ہو۔

انعامات

جو صاحب مقابلہ میں اوّل آئیں گے اُن کو ایک نقرئی تمغہ بہت عمدہ قسم کا پیش کیا جائے گا۔

اور جو صاحب دوم نمبر آئیں گے اُن کو ایک کتاب دیجائے گی۔

تمام جواب اِس پتے سے بھیجئے

انیس احمد فاروقی بھرائیونی۔ سکریٹری حلیم ہوسٹل۔ اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ

سچے دوست

ابراہیم و نور گہرے دوست تھے۔ سچے جاں نثار اور عہد کے پکے۔ جب کبھی وہ ایک دوسرے کو تکلیف میں پاتے تو جاں نثار کرنے کو تیار رہتے۔ اس کے علاوہ اُن سے اساتذہ اور طلبہ بھی بہت خوش تھے۔ اِس سال جبکہ انھوں نے یونیورسٹی میں انٹرنس کا امتحان دیا تو ہر ایک ماسٹر اور طالب علم کا خیال تھا کہ وہ وظیفہ ضرور لیں گے۔

وہ دونوں ایک دن ابراہیم کے باغ میں بیٹھے ہوئے امتحان کے نتیجے کے متعلق سوچ رہے تھے۔ انھیں انتظار کرتے کرتے بہت وقت گذر چکا تھا۔ ابراہیم نے ذرا ٹہلنا شروع کیا کہ اس بہانے سے وقت کٹ جائے۔ نور کبھی سیٹی بجاتا اور کبھی علامہ اقبال کی نظمیں اونچی آواز سے پڑھنا شروع کر دیتا۔ آج اُن کا نتیجہ شائع ہونے والا تھا۔ اِسی کا انتظار تھا۔

ابراہیم پھر آکر نور کے پاس بیٹھ گیا اور کہا بھائی اگر تمہیں یاد ہو تو کوئی اچھی سی غزل سنا دو۔ نور نے علامہ اقبال کی یہ غزل

"کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں"

اپنی پوری آواز سے سنائی جس سے ابراہیم کے باغ کا کونا کونا گونج اُٹھا۔ سب چیزیں خاموش ہو گئیں یہاں تک کہ پتّوں اور ٹہنیوں پر وجد کا عالم طاری ہو گیا۔ "چلو اب چلیں" ابراہیم نے اٹھتے ہوئے کہا "اب چار بجنے والے ہیں۔ چل کر ڈاک دیکھیں"۔ وہ چلنے کے لئے تیار ہی تھے کہ ابراہیم کا چھوٹا بھائی اسحٰق ایک تار لایا۔ کانپتے ہوئے کھولا تو نتیجے کا اعلان تھا۔

"وہ دونوں پاس ہو گئے تھے"

نور اور ابراہیم دونوں فرسٹ ڈویژن میں پاس ہوئے تھے۔ ابراہیم کالج میں داخلے کی فکر کرنے لگا۔ لیکن نور کا کہیں پتہ نہ تھا۔

نور کے والد صرف ستر روپے ماہوار پر ایک دفتر میں ملازم تھے۔ نور نے جب اپنے والدین سے اپنے کالج میں داخل ہونے کا ارادہ

ظاہر کیا تو وہ بے بس ہو گئے۔ اُس کے والد کی دلی خواہش تھی کہ وہ اُسے کالج میں بھیجدے لیکن اخراجات کے سوال نے چند روز تک اِس ارادے کو دبائے رکھا۔ جب دوبارہ نور نے اُن کو یاد دلایا تو وہ پھر اپنے ہونہار بیٹے کے مستقبل کے متعلق سوچنے لگے۔ آخر وہ ایک نتیجے پر آکر رُک گئے۔ وہ اپنے ہونہار اور لائق بیٹے کی تعلیم کے لئے اپنا مکان بیچنے کو تیار تھے۔ نور احمد روپیہ ہونے کی وجہ سے بہت سنجیدہ تھا اِسی رنج میں وہ ابراہیم سے ملنے کے لئے بھی نہ گیا۔

گھنگھور گھٹائیں چھا رہی تھیں۔ آسمان پر ابر ہی ابر تھے۔ کوئل اپنے نغمہ سے ابراہیم کے غمگین دل کو خوشی اور فرحت میں تبدیل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ تھوڑے تھوڑے وقفہ پر مینہہ کی پھواریں عجیب بہار دے رہی تھیں۔ درختوں کی پتیاں جھوم رہی تھیں۔ کلیاں کھلی ہوئی تھیں۔ ابراہیم کا سارا باغ رشک ارم بنا ہوا تھا۔

بھینی بھینی خوشبو اور پتوں کی سرسراہٹ نے ابراہیم کو چونکا دیا۔ "کون" اُس نے وحشی پنے سے کہا۔ فضا میں ایک زبردست قہقہہ اڑا جس کو صرف ہوائی باشندے ہی سمجھ سکے۔

ابراہیم، نور کا سچا اور پکا رفیق، غمگین، ایک بینچ پر بیٹھا ہوا کچھ سوچ رہا ہے نہیں نہیں اُسے کسی کا خیال ستا رہا تھا۔ وہ پریشان تھا۔ وہ صبح سے اِسی طرح بیٹھا ہوا تھا۔ نور کی شکل اس نے تین دن سے نہیں دیکھی تھی۔

پتوں کی ایکا ایک سرسراہٹ نے اُس کے خیالات کو منتشر کر دیا وہ ایک لمحہ کے لئے بے حس ہو گیا۔ اس نے سمجھا نور مجھسے ملنے آ رہا ہے۔ وہ اٹھا کہ اس سے ملے۔ لیکن اسے چکر آگیا اور وہ لڑکھڑا کر گر پڑا اور ہوش نہ رہا۔

نور احمد کے کالج کے اخراجات کا انتظام ہو چکا ہے اور اب وہ خوش خوش ابراہیم کے گھر کی طرف جا رہا ہے۔ دروازہ پر اسے اسحاق ملا۔ نور نے ابراہیم کا پتہ دریافت کیا تو اُس نے کہا کہ بھائی تو نجانے صبح ہی سے

کہاں غائب ہیں۔ روٹی بھی نہیں کھائی "نور کو یہ سن کر بہت رنج ہوا۔

درختوں کے پتے جھوم رہے تھے ساری جگہ خاموشی تھی۔ نور احمد اور اسحٰق دونوں ابراہیم کو ڈھونڈھتے ہوئے سنیچ کے قریب آئے تو دیکھا کہ ابراہیم وہاں بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ دونوں اسے ہوش میں لانے کی تدبیریں کرنے لگے نور احمد کی تمام خوشیوں پر پانی پھر گیا۔ اور اپنے دوست کو ہوش میں لانے کی تدبیر کرنے لگا۔

آخر جب ابراہیم کو ہوش آیا تو نور اپنے دوست کو اپنے سرہانے پایا تو بہت خوش ہوا۔ سارا رنج بھول گیا۔ اور پھر دونوں کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو بہنے لگے۔

ابراہیم اور نور احمد کی قابلیت کا شہرہ جب کالج کے پرنسپل کے پاس پہونچا تو اس نے فوراً تار دیا کہ وہ جلد از جلد آکر کالج میں داخل ہوں و نیز کالج اُن کو وظیفہ بھی دینے کے لئے تیار ہے "

نور کی تو خوشی سے باچھیں کھل گئیں اور اس سے کہیں زیادہ ابراہیم کو خوشی تھی۔ تیاریاں ہونے لگیں۔

والدین کے ہونہار اور فرماں بردار بیٹے۔ لائق اور قابل۔ جن کو انھوں نے چاہ سے پالا پوسا۔ انھیں بڑا کیا۔ تعلیم و تربیت دی۔ انھیں نیک و بد کی تمیز سکھائی ——

—— اب اُن سے جدا ہو رہے تھے —— نور کے باپ نے اُن کو آخری ہدایتیں کیں اور یہ نصیحت کی

باپ کی نصیحت بیٹے کو

وقتِ رخصت یہ نصیحت ہے کہ اے جانِ پدر
رازِ دل پنہاں رہے دل میں کبھی افشا نہ ہو
دل میں پیدا ہوں اگر کچھ نامناسب ولولے
آدمی کو چاہئے اُن پر عمل پیرا نہ ہو
جھک کے ملنا خوب ہے لیکن نہ اس حد تک کہ تم
ایسے گر جاؤ کہ خودداری کی بھی پروا نہ ہو
ہاتھ آجائے جو قسمت سے کوئی ایسا رفیق
جادۂ مہر و وفا سے جو کبھی بھٹکا نہ ہو

کر کے اس کو حلقۂ زنجیرِ الفت میں اسیر — دل میں یوں رکھو کہ اُس کا دل کبھی میلا نہ ہو
دوسروں کے حال سننے کے لئے ہوں کان وقف — اپنے ہونٹوں سے مگر قفلِ خموشی وا نہ ہو
رائے اوروں کی تمہیں معلوم کرنی ہے ضرور — لیکن اپنا فیصلہ اظہار سے بیکا نہ ہو
چاہیئے زیبِ بدن ہو حسبِ حیثیت لباس — بیش قیمت ہو مگر شوخ اور بھڑکیلا نہ ہو
قرض لینا بھی بُرا ہے۔ قرض دینا بھی بُرا — قرض مقراضِ محبت ہے کہیں ایسا نہ ہو
سب سے بڑھ کے یہ کہ اپنے نفس سے سچے رہو — خود نوازی میں کبھی کوئی کمی اصلا نہ ہو

جاؤ اے نورِ نظر، حافظ خدائے لم یزل
اس نصیحت پر تمہیں حاصل ہو توفیقِ عمل

آخر نور احمد اور ابراہیم اپنے احباب سے رخصت ہو کر لاہور روانہ ہو گئے۔

عبد الرحمٰن کشمیری درجہ دہم از کوئٹہ بلوچستان

صبح سویرے اُٹھنا

ہمارے اندر جہاں اور قابلِ اصلاح نقص ہیں وہاں ایک دن چڑھے سو کر اٹھنا بھی ہے۔ خداوند کریم نے دن کام کاج کے لئے اور رات آرام کے واسطے عطا فرمائی ہے کیونکہ اگر دن بھر کی سخت محنت اور مشقت کے بعد دماغ کو آرام نہ ملے تو چند ہی روز میں دماغ بالکل بے کار ہو جاسے لیکن ضرورت سے زیادہ آرام کرنا جسم کے اُس بڑے حصّے کو جو کہ بدن کا سردار ہے یعنی دماغ کو بالکل سست و کاہل بنا دیتا ہے۔

یہ ایک معمولی بات ہے کہ تمام دن ہمارے دلوں اور دماغوں میں ہزاروں قسم کے تفکرات اور پریشانیاں موجود رہتی ہیں لیکن جب رات کو نیند قلب اور دماغ کو راحت دیتی ہے تو صبح کو دونوں چیزیں بالکل تروتازہ ہو جاتی ہیں۔

اور پچھلے خیالات سب منتشر ہو جاتے ہیں اور جب تک وہ پھر دوبارہ دماغ میں نہ سمائیں دماغ اچھے کام کرنے کے قابل رہتا ہے۔

مگر نیند جہاں دماغ کے تازہ کرنے کے لئے ایک دوا ہے وہاں اس کی زیادتی خوبیوں کو زائل کرنے والا مرض بھی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسی کہ ایک بہت اچھی اور لذیذ غذا اگر زیادہ مقدار میں کھالی جائے تو تکلیف دہ ثابت ہوتی ہے حکیم لوگوں نے صحت قائم رکھنے کے لئے سونے کے زیادہ سے زیادہ آٹھ گھنٹے مقرر کئے ہیں۔ اگر کوئی مرد یا عورت آٹھ گھنٹے سے زیادہ سوئے تو اُس کو زیادہ سونا نہایت مضر اور تکلیف دینے والا ثابت ہوتا ہے۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ اگر دماغ زیادہ رنج والم میں مبتلا نہیں ہے تو مناسب آرام کے بعد یعنی آٹھ گھنٹے پیچھے خود ہی انسان بیدار ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر چھوٹے چھوٹے بچے سویرے جاگ اٹھتے ہیں۔ لیکن بعض بچے ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کے والدین سست اور بہت زیادہ سونے والے ہوتے ہیں اس لئے والدین کی دیکھا دیکھی وہ بھی آرام طلب اور زیادہ سونے والے بن جاتے ہیں۔ جو نہایت بُری بات ہے۔

ہر مذہب میں صبح اٹھنے کے متعلق تاکید ہے اکثر مذہبی کام صبح ہی انجام دینے کے لئے رکھے گئے ہیں۔ مسلمانوں میں صبح کی نماز جو سورج نکلنے سے پہلے پہلے ادا کی جاتی ہے اُس کے لئے بہت تاکید کی گئی ہے اِس لئے رات کو جلد سو جانا چاہئیے تاکہ صبح جلدی آنکھ کھلے۔

اکثر امیر لوگ بہت دیر میں سو کر اٹھتے ہیں اِس لئے کہ اُن کو کام کاج کی زیادہ فکر نہیں ہوتی۔ رات کے گیارہ بارہ بجے تک دوستوں کے ساتھ گنجفہ یا شطرنج کھیلتے ہیں یا تھیٹر اور بائیسکوپ چلے جاتے ہیں۔ اس لئے وہ علی الصبح نہیں اٹھ سکتے نتیجہ یہ ہے کہ وہ سست۔ کاہل۔ مریض اور کمزور دماغ ہو جاتے ہیں۔ اور اسی میں تباہ ہو جاتے ہیں

لیکن جو لوگ صبح سویرے اٹھنے اور خدا کی عبادت کرنے کے عادی ہوتے ہیں وہ

تمام دن خوش رہتے ہیں۔ اُن کے بدن میں
چستی اور چالاکی پیدا ہو جاتی ہے۔ اُن کا ہر کام
اچھی طرح سے انجام پاتا ہے۔
برخلاف اِس کے خدا کے وہ بندے جو نو
اور دس بجے کے قریب سو کر اُٹھتے ہیں۔ کچھ
دیر تک تو منہ پھاڑتے ہیں۔ پھر انگڑائیاں اور
جمائیاں لے کر نیند کا ماتم کرتے ہیں۔ پھر نیند میں
اِدھر اور اُدھر جھومتے پھرتے ہیں۔ اِس کے بعد
پھر کہیں اُن کا منہ دُھلتا ہے۔ اُن لوگوں کا
دن بڑی بُری طرح سے گذرتا ہے۔ یہ لوگ
عہدیوں کی طرح ہو جاتے ہیں۔ یہاں بیٹھ گئے
وہاں بیٹھ گئے۔ جمائیوں پر جمائیاں اور انگڑائیوں
پر انگڑائیاں لیتے رہتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں سُن
پڑے رہتے ہیں۔ نہ گھر کی فکر ہوتی ہے نہ باہر
کی۔ گھر میں بیوی چلاتی رہتی ہے کہ کمانے کو
جاؤ۔ بڑی مشکل سے باہر نکلتے ہیں۔ کچھ کام
کیا۔ کچھ نہ کیا۔ تھوڑی بہت مزدوری لے کر گھر
میں آگئے۔ ایسے لوگوں کو اپنے مستقبل اور
آنے والے وقت کی فکر نہیں ہوتی۔

جو طالب علم صبح اٹھنے کے عادی ہوتے
ہیں اُن کا حافظہ بہت اچھا ہو جاتا ہے۔ اُن
کے جسم میں چستی اور چالاکی پیدا ہو جاتی ہے
وہ اپنے مدرسہ کا سارا کام وقت پر کر کے لے
جاتے ہیں۔ انھیں اپنے اُستاد اور دوسرے
لڑکوں کے سامنے شرمندگی نہیں اٹھانی پڑتی
گھر اور باہر کے سب لوگ اُن سے خوش رہتے
ہیں چونکہ وہ اپنا کام پورا کر لیتے ہیں اس لئے
ان کا قلب مطمئن رہتا ہے۔ اور وہ بہادری کے
ساتھ ہر ایک سے ملتے ہیں۔
لیکن دیر میں اٹھنے والے طالب علم اکثر غبی
کند ذہن، سُست، کاہل اور ڈرپوک ہو جاتے
ہیں۔ وہ اُستاد کے سامنے جاتے ہوئے ڈرتے
ہیں۔ اُن کا کوئی کام وقت پر نہیں ہوتا۔ وہ
ہر ایک کے سامنے شرمندہ ہوتے ہیں۔
لہٰذا میرے ہونہار بھائیو ہمیشہ صبح سویرے
اُٹھو اور دیکھو کہ تمہیں اِس سے کتنا فائدہ پہونچتا
ہے۔ اور تمہیں اِس سے کتنی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

یوسف علی۔ یوسف طالب علم ایف اے کلاس
دھلی۔

دوسروں کے لئے قربانی

حیوانات میں بلاشبہ انسان کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔ اس نے اپنی عقل کے ذریعہ سے ایسی ترقی کی کہ آج ساری دنیا پر چھایا ہوا ہے مگر اس ترقی کی وجہ صرف ایک عقل ہی نہیں ہے بلکہ اس عروج کا سب سے بڑا سبب اس کا ایثار اور قربانی ہے۔ جن لوگوں نے دوسرے لوگوں کے فائدے کی خاطر اپنی جانیں تک قربان کردیں وہ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں اور قیامت تک ان کے کارنامے لوگوں کی زبان پر رہیں گے اور اُن میں یہ جوش پیدا کریں گے کہ جاؤ تم بھی ایسے ہی کام کرو۔

آپ کو کیا معلوم ہے کہ یہ چیزیں مثلاً ریل تار۔ بجلی۔ ہوائی جہاز وغیرہ جن سے ہم فائدہ حاصل کررہے ہیں ان کے تجربوں میں کتنی انسانی جانوں کی قربانی ہوئی ہوگی۔ تو بڑی ضرورت اِس بات کی ہے کہ اگر ہم اپنے ملک اور قوم کی ترقی چاہتے ہیں تو ہمیں بھی ہر چیز کی قربانی کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ حِنا پس کر ہی رنگ لاتی ہے۔ ریشم کا کیڑا اپنی جان پر کھیل کر ہی ریشم بناتا ہے۔ دانہ خاک ہی میں مِل کر درخت بنتا ہے۔ موتی کا کیڑا خود کو فنا کرکے ہی ایسے دُرِ نایاب بناتا ہے جو بادشاہوں کے تاج کی زینت ہوتے ہیں۔ غرض کہ ترقی کا راستہ بڑا کٹھن اور دشوار گذار ہے اور اُس کے حصول کا ذریعہ قربانی اور ایثار ہے۔

ترقی کرنے کا شوق تو ہر کسی کو ہوتا ہے مگر جو شخص دوسرے کے فائدے کو مدِ نظر نہ رکھ کر بوالہوس بن جائے اور یہ چاہے کہ میری ذات کے سوا دوسروں کو نفع نہ پہونچے تو وہ شخص کبھی ترقی نہیں کرسکتا بلکہ اس کا انجام بہت بُرا ہوتا ہے جیسا کہ ایک مغرور جگنو کا ہوا اور جس کی مثال ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کی تاریکی میں ایک بھٹکی ہوئی چیونٹی راستہ ڈھونڈھ رہی تھی

کہ راستہ میں اُسے ایک جگنو ملا جو اُسی طرف جا رہا تھا۔ جگنو کی روشنی میں اس نے اپنا راستہ تلاش کرلیا اور جب اپنے مقام پر پہونچ گئی تو جگنو کا شکریہ ادا کرنے لگی۔ لیکن جگنو اس بات پر خفا ہوگیا اور کہنے لگا کہ او ہو تم کو اب اتنی جرات ہوگئی کہ میری روشنی میں بغیر میری اجازت کے چلی آئیں۔ دیکھوں اب تم اپنے گھر کیسے جاوگی"

چیونٹی نے کہا خیر۔ اگر یہی تنگ لی ہے تو خدا تم کو اس کا صلہ دے۔ مگر ہم میں تو یہ بات نہیں۔ ہمیں جہاں کہیں ایک دانہ بھی مل جاتا ہے تو ہم سب کو دکھا دیتی ہیں اور مل کر اُس کے حصے کرتی ہیں۔ دنیا میں سارے کام ہمدردی اور اتفاق سے ہوتے ہیں اور اکل کھرا پن نحوست اور تباہی لاتا ہے"۔

یہ کہکر چیونٹی تو چلی گئی اور جگنو نے اس خیال میں مست ہوکر کہ اب چیونٹی کو راستہ ہی نہ ملے گا اپنی روشنی بند کرلی۔ اتفاقاً ایک مسافر اُدھر سے گذر رہا تھا۔ اندھیرے میں جگنو اُسے سجھائی نہ دیا اور اُس کا پاؤں جگنو پر پڑ گیا ؎

مرنا بھلا ہے اُس کا جو اپنے لئے جئے
جیتا ہے وہ جو مر چکا انسان کے لئے

اے ہونہار بھائیو! دوسروں کو فائدہ پہونچانے میں کبھی دریغ نہ کرو۔ اگر تم صرف اپنے ہی فائدے کا خیال رکھوگے اور دوسروں کا خیال نہ کروگے تو تم کبھی ترقی نہیں کرسکتے بلکہ ایک خود غرض انسان بن کر رہ جاؤگے۔ اور پھر تمہارا وہی انجام ہوگا جو جگنو کا ہوا۔

ایس۔ دیوی پانڈے۔ طالب علم بلارم دکن

لطیفہ

ایک لالہ جی ناؤ کے ذریعے گنگا جی پار کر رہے تھے۔ ہوا ذرا تیز چل رہی تھی اور دریا میں موجیں بلند ہو ہو کر ایک دوسرے سے ٹکرا رہی تھیں۔ لالہ جی گنگا جی کی یہ حالت دیکھ کر گھبرائے اور ملاح سے پوچھا۔ کیوں بھئی! گنگا جی پار کرتے وقت کوئی ڈوب کر کھو یا تو نہیں؟ ملاح نے جواب دیا "نہیں سیٹھ جی! گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ جب کوئی شخص ڈوب کر کھو جاتا ہے تو وہ کچھ عرصے کے بعد سطح پر تیرتا ہوا خود بخود مل جاتا ہے (جے رتن)

ابراہیم لنکن

ابراہیم لنکن کی ولادت ۱۲ فروری ۱۸۰۹ء میں شمالی امریکہ کی ریاست "لینگ" میں ہوئی تھی۔ اس کے باپ کا نام ٹامس لنکن تھا جو ایک نہایت غریب آدمی تھا اور ایک ایماندارانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ ابراہیم لنکن کی ماں اس کی کم سنی ہی میں رحلت کر گئی جس کے باعث اب ابراہیم لنکن کے لئے تعلیم کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہا۔ اس کی والدہ نے اُسے کچھ لکھنا پڑھنا سکھا دیا تھا جس کے ذریعہ سے وہ اپنی مذہبی کتاب انجیل وغیرہ کا آسانی سے مطالعہ کر لیا کرتا تھا۔ وہ اپنے باپ کی طرح جفاکش، خوش اخلاق اور ایماندار تھا۔ اِن ہی اوصاف کے باعث وہ ترقی کرتے کرتے امریکہ کا پریسیڈنٹ ہو گیا۔

اس کے اوصاف کی تعریف سن کر ایک سوداگر نے اس کو اپنی کوٹھی کا گماشتہ مقرر کیا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک عورت نے اس کی کوٹھی سے کچھ مال خریدا اور دام دے کر چلی گئی۔ شام کو ابراہیم لنکن نے حساب جوڑا تو معلوم ہوا کہ دو آنے کے پیسے زائد ہیں۔ خیال آیا کہ یہ پیسے اس عورت کے فاضل آگئے ہیں۔ ابراہیم لنکن پا پیادہ اندھیری رات میں اس کے مکان پر گیا۔ اور اس کے پیسے واپس کر دئے۔

امریکہ کی ریاستہائے متحدہ آزاد ہو چکی تھیں مگر وہاں کے قدیم باشندوں نے نئی حکومت کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ جدید حکومت کی فوجی تعداد بہت کم تھی اس نے والنٹیر بھرتی کرنے شروع کر دئے۔ ابراہیم لنکن بھی بھرتی ہو گیا۔ جس پارٹی میں یہ بھرتی ہوا اس پارٹی نے اس کو اپنا کپتان بنا لیا۔ لنکن نے اس لڑائی میں اپنی حُب الوطنی کا پورا پورا ثبوت دیا۔ باغیوں کے سرغنہ "بلیک ہاک" کو شکست ہوئی۔ اب تمام امریکہ لنکن کے نام سے بخوبی واقف ہو گیا۔

ابراہیم لنکن خواہشمند نہ ہوتے ہوئے بھی تین مرتبہ کونسل کا ممبر منتخب کیا گیا۔ اسی دوران

میں اُس نے کچھ عرصے پوسٹ ماسٹری کا کام کیا
اور بعد کو اُس نے وکالت کا امتحان پاس کیا
اور اس آزادانہ پیشے کو نہایت ایمانداری اور
راست بازی کے ساتھ انجام دینے لگا۔
اسی زمانہ میں تمام امریکہ خصوصاً جنوبی امریکہ
میں چالیس لاکھ غلاموں کی تعداد آباد تھی۔ لنکن کا
قول تھا کہ "جب تک امریکہ کا ایک باشندہ بھی غلامی
کی زندگی بسر کرتا ہوا اُس وقت تک امریکہ آزادی
کا دعویٰ نہیں کر سکتا اس لئے یہ سب غلام آزاد
ہو جانے چاہئیں"۔ لیکن بڑے بڑے امیر جنہوں نے
بہت سا روپیہ صرف کر کے غلاموں کو خریدا تھا
اِس کے خلاف تھے۔ ایسے اشخاص کی تعداد آدھی
تھی۔ یعنی آدھے آدمی لنکن کے موافق اور
آدھے آدمی لنکن کے مخالف تھے۔

۱۶ جون ۱۸۶۰ء کو وہ دن آ پہونچا جب کہ
لنکن تمام امریکہ کا پریسیڈنٹ مقرر ہو گیا اُس
کے مقرر ہوتے ہی سات جنوب کی ریاستوں نے
اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ اُس نے اُن کو
ہر چند جنگ کرنے سے منع کیا لیکن وہ نہ مانے
آخر کار لنکن کو اعلان کرنا پڑا کہ "غلام بالکل آزاد
کر دئے گئے" جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنوبی حصص
کے تمام غلام بھاگ کر شمالی امریکہ کی فوجوں میں
آ داخل ہوئے۔ ۹ اپریل ۱۸۶۵ء کو لنکن کو
اس لڑائی میں فتح ہوئی اور باغیوں کی فوجوں
نے "رچمنڈ" کے مقام پر اطاعت قبول
کر لی۔

ابھی اس فتح کی خوشیاں ہو ہی رہی تھیں
اور لنکن کے دوبارہ پریسیڈنٹ ہونے کی مسرت
بھی بالکل تازہ ہی تھی کہ ایک زبردست پولیٹکل
سازش کر کے ۱۴ اپریل ۱۸۶۵ء میں لنکن کی
جان لے لی گئی اور اسی رات کو اُس کے پولیٹکل
سکریٹری کو بھی قتل کر دیا گیا۔
حقیقت یہ ہے کہ لنکن کی موت غلاموں
کی آزادی کی کوشش میں ہوئی۔ وہ جو چاہتا تھا
کر گزرا۔ باشندگانِ امریکہ جس قدر اُس قابل
ہستی پر فخر کریں کم ہے۔

(شیام سروپ شرما طالب علم جماعت نہم
سناتن دھرم ایڈورڈ ہائی اسکول مظفر نگر

ہنسی کی باتیں

اُستاد۔ رشید بتاؤ۔ اگر ایک انڈے کی قیمت دو پیسے ہو اور تمہاری ماں تین انڈے منگوائیں تو تم کتنے پیسے لے کر بازار جاؤ گے۔

رشید۔ جناب انڈے کی قیمت دو پیسے نہیں ایک آنہ ہے
اُستاد۔ خیر یہی سہی تو تین انڈے کتنے میں خریدو گے؟
رشید۔ خود ہمارے گھر میں مرغیاں انڈے دیتی ہیں اس لئے مجھے بازار سے خریدنے کی ضرورت نہیں۔

حلوائی۔ بیٹا کیا خریدو گے؟ کیا تم کو امرتیاں دیدوں؟
بچہ۔ میں تو امرتیاں ہی خریدنا چاہتا ہوں لیکن میری ماں نے مجھے گوشت خریدنے کے لئے کہا ہے

دوکان دار (خریدار سے) پھل خرید لیجئے۔ میں اپنی دوکان میں کبھی خراب پھل نہیں رکھتا۔
خریدار۔ ممکن ہے کہ تم اپنی دوکان میں خراب پھل نہ رکھتے ہو لیکن خریداروں کے سر تو منڈھ سکتے ہو۔

مسافر (ہوٹل والے سے) مرغ کا شوربہ لاؤ
ہوٹل والے نے ایک پلیٹ میں شوربہ لاکر سامنے رکھدیا
مسافر۔ کیا یہی مرغ کا شوربہ ہے؟
ہوٹل والا۔ ہاں یہی ہے۔
مسافر۔ تو مرغ کہاں ہے؟ اس شوربے میں تو نظر نہیں آتا۔
ہوٹل والا۔ جی ہاں کتے کے بسکٹ میں بھی تو کتا نہیں ہوتا۔

سعید۔ دیکھو بھائی تمہیں مذاق کی بہت عادت ہے لیکن مجھ سے مذاق نہ کرنا اس لئے کہ آج میری طبیعت بہت پریشان ہے
کریم۔ دیکھو تم بھی مجھے روز کی طرح خوش مزاج نہ سمجھنا۔ میں بھی اس وقت اپنی بیوی سے لڑ کر آیا ہوں۔ اگر ذرا بھی بولے تو مفت میں جنگ ہو جائیگی۔

بچہ الارم گھڑی پر پاؤں رکھے بیٹھا تھا۔ ماں نے پوچھا "بیٹا یہ کیا کر رہے ہو" بچے نے جواب دیا میرا پاؤں سو گیا ہے۔ میں اس کو جگانا چاہتا ہوں۔

دلچسپ معلومات

لندن میں مصری طلسمی عقاب

انگلستان میں کسی مقام پر ایک طلسمی عقاب ہے جس کو مصر کے پرانے لوگوں نے مصالحے لگا کر بنایا تھا۔ جب کوئی دنیا کی بڑی لڑائی ہونے کو ہوتی ہے تو اس عقاب کے جسم سے خون کے قطرے نکلنے لگتے ہیں۔

یہ عقاب مصر کے پرانے دفینوں کو کھود کر نکالا گیا تھا اور ۱۸۷۷ء میں مصر سے انگلستان لایا گیا۔ لارڈ بیڈن پاول (اسکاؤٹوں کے ناظم) نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے لیکن وہ اس کا پتہ نہیں بتاتے۔ اس لئے کہ وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ دشمن کے قبضے میں نہ چلا جائے لارڈ موصوف نے جنگ کے زمانہ میں اس کے جسم سے خون نکلتا ہوا دیکھا ہے۔

سچے اور جھوٹے میں تمیز کرنے کا آلہ

شکاگو یونیورسٹی کے ڈاکٹر جے۔ لارسن نے ایک ایسا نیا آلہ تیار کیا ہے جو طالب علموں کے غلط بیانات اور ان کی مکاریوں اور دھوکوں کو بتا سکے گا یہ آلہ یونیورسٹی کے محکمہ جرائم میں استعمال کیا جائے گا۔ اگر کسی طالب علم پر جھوٹ بولنے کا الزام لگایا جائے تو ڈاکٹر لارسن اس آلے کے ذریعے اس کا معائنہ کریں گے اور یہ آلہ فوراً بتا دے گا کہ یہ لڑکا جھوٹ بول رہا ہے یا سچ۔ اس طرح ان طلبہ کی چالاکی کا پتہ بھی لگ جائے گا۔

ٹوپیوں کے استعمال سے نقصان

پروفیسر اے اسٹنڈر (برلن) اس بات کا تجربہ کر رہے ہیں کہ ٹوپیوں کے استعمال سے انسانی صحت خصوصاً دماغ کو کتنا نقصان پہونچتا ہے۔ ڈاکٹر موصوف کا خیال ہے کہ ٹوپیوں کے استعمال سے سر کے بال بہت جلد گر جاتے ہیں اور خون کے دورے میں خلل پیدا ہوتا ہے۔

اور قوائے عقلیہ کو نقصان پہونچتا ہے۔ دماغ
کی سطح ضرورت سے زیادہ گرم رہتی ہے۔ اس کی
مثال اس طرح پیش کی جاسکتی ہے کہ جس
وقت کوئی شخص دماغی کام کرنا چاہتا ہے تو وہ
اپنے دماغ کو تازگی پہونچانے کی خاطر سر پر سے
ٹوپی اتار لیتا ہے۔ طلبہ امتحان کے کمروں میں
اکثر ٹوپیاں اتار کر رکھ دیتے ہیں۔

خیال کیا جاتا ہے کہ اگر ٹوپی، کلاہ اور
عماموں کے استعمال سے نقصانات ہونے
کی پوری پوری تحقیق ہوگئی تو لوگ ٹوپیوں کا
استعمال ترک کردیں گے اور بنگالیوں کی طرح
سب لوگ ننگے سر نظر آنے لگیں گے

پنجاب کی مردم شماری

صوبہ پنجاب کی نئی مردم شماری سے معلوم
ہوا ہے کہ ۱۹۲۱ء کی نسبت اس کی آبادی
بقدر تیس لاکھ بڑھ گئی ہے۔ مسلمان بیس لاکھ
زیادہ ہوگئے ہیں۔ سکھوں میں دس لاکھ کے
قریب اضافہ ہوا ہے۔ ہندو دو لاکھ کم ہوگئے
ہیں۔ اس وقت پنجاب کی مختلف قوموں کی
تعداد حسب ذیل ہے

مسلمان	۱۳۳۳۲۴۶۰
ہندو	۶۳۲۸۵۵۸
سکھ	۳۰۴۶۱۴۴
عیسائی	۴۱۴۷۵۸
آددھرمی	۳۹۹۳۰۷
جینی	۳۵۲۸۴
بدھ	۵۷۲۳
پارسی	۵۴۶
یہودی	۱۲

پنجاب کی ریاستوں کی کل آبادی ۴۹۱۰۰۰۵ ہے

یورپ میں ایک کروڑ اسی لاکھ عورتیں
تعداد میں مردوں سے زیادہ ہیں۔ بیس لاکھ
عورتوں کی تو انگلستان ہی میں زیادتی ہے
ہندوستان میں عورتیں مردوں کی نسبت
بہت کم ہیں یعنی اگر ہزار مرد ہیں تو ۹۲۸ عورتیں
ہیں۔ گویا فی ہزار بہتر عورتوں کی کمی ہے

یہ تینوں مفید کتابیں آپ کے کتبخانہ میں ضرور ہونی چاہئیں

۱۔ باغبانی پروجکٹ اور بچوں کی چند کہانیاں

از جناب ماسٹر عبدالغفار صاحب نگراں تعلیمی مرکز نمبر ا۔ جامعہ دہلی

اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ طلبہ باغیچے میں کام کرنے سے کس طرح لکھنا پڑھنا سیکھ سکتے ہیں
اس میں طلبہ کے کاموں کے چیدہ چیدہ اقتباس درج ہیں۔ بچوں کی اپنی لکھی ہوئی کہانیاں ہیں جو
بہت دلچسپ ہیں۔ امتحانات کا نیا طریقہ بتلانے کے بعد ایک طالب علم کے کام کا نتیجہ درج کیا گیا
ہے۔ علاوہ ازیں رنگین اور فوٹو بلاک کی جابجا تصاویر بھی ہیں۔ قیمت صرف آٹھ آنے

۲۔ اسکول کی زندگی (ڈرامہ)

از جناب ماسٹر عبدالغفار صاحب۔

یہ ڈرامہ خاص طور پر بچوں کے لئے لکھا گیا۔ اس میں ہندوستانی
مدرسوں کی زندگی بتائی گئی ہے۔ اچھے اور شریر طالب علموں کا خوبی کے ساتھ مقابلہ کیا گیا ہے اور اُن کے
نتائج دکھائے گئے ہیں۔ یہ ڈرامہ جامعہ کے بچوں نے اسٹیج پر کیا تھا جو بہت پسند کیا گیا۔ قیمت ۴؎

۳۔ قوم پرست طالب علم (ڈرامہ)

از جناب ماسٹر عبدالغفار صاحب

بقول "معارف" یہ ڈرامہ بچوں کے کھیلنے کے
کے لئے لکھا گیا ہے۔ اس میں متحدہ قومیت، حب وطن، ایثار، راستبازی، وفاداری بالآخر کامیابی
کے مناظر نہایت ہی اچھے طریقے سے دکھلائے گئے ہیں اور طلبہ میں پاک جذبات پیدا کرنے میں یہ ڈرامہ
یقیناً کامیاب ثابت ہوگا قیمت ۴؎ محصولڈاک بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ

کتب خانہ شرکتِ ادبیہ۔ بارہ ٹوٹی صدر بازار دہلی

انعامی مقابلہ

مجلس ہونہار نے یہ طے کیا ہے کہ رسالہ ہونہار میں مضامین لکھنے والے طلبہ اور طالبات کا ہر چھ ماہ بعد انعامی مقابلہ ہوگا۔ جس طالب علم کے مضامین زیادہ ہوں گے اور بہترین شمار کئے جائیں گے اُس کو ایک چاندی کا تمغہ انعام میں دیا جائے گا اور اُس کا فوٹو بھی رسالے میں شائع کیا جائے گا۔

داخلے کے شرائط

(۱) انعامی مقابلے میں داخل ہونے والے طلبہ کے لئے رسالہ ہونہار کا خریدار ہونا ضروری ہے۔

(۲) جو مضامین مقابلے کے لئے بھیجے جائیں اُن پر "انعامی مقابلہ" لکھ دینا چاہئیے تاکہ وہ اُسی مہینہ میں شائع ہو سکے۔ جس مضمون پر یہ الفاظ نہیں ہوں گے اُس کو نمبر آنے کے بعد شائع کیا جائے گا۔

(۳) ہر مقابلے میں نئے طالب علم کو انعام دیا جائے گا۔

(۴) تمام مضامین عام فہم عبارت میں لکھے جائیں۔ کسی کتاب یا رسالے سے نقل نہ کئے جائیں بلکہ اپنی عقل اور قابلیت سے لکھے جائیں۔ دیگر زبانوں کی کتابوں اور رسالوں کا ترجمہ بھی بھیجا جا سکتا ہے لیکن اُن کا حوالہ ضرور دینا چاہئیے۔

(۵) مضامین طویل نہوں بلکہ مختصر ہوں اور اُن میں کسی کے مذہب پر حملہ نہ ہو۔

(۶) تمام مضامین لفافہ کے اندر بند کر کے اور پورے پورے ٹکٹ لگا کر ایڈیٹر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی کے پاس بھیجدینا چاہئیں۔ بیرنگ خطوط یا مضامین وصول نہیں کئے جائیں گے۔

"منیجر"

باہتمام فاضل حسین نسیم پرنٹر و پبلشر جامعہ ملیہ برقی پریس صدر بازار دہلی میں طبع ہو کر دفتر رسالہ ہونہار سے شائع ہوا